مرتب

مسعود عالم ندوی

مکتبہ چراغ راہ، لاہور
(بیرون لوہاری دروازہ)

مکاتیب سید سلیمان ندویؒ

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

کے خطوط

مسعود عالم ندوی

کے نام

۷ رمضان ۱۳۴۶ھ / ۲۸ فروری ۱۹۲۸ء تا ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ / ۸ اگست ۱۹۵۳ء

قیمت : تین روپے چار آنے
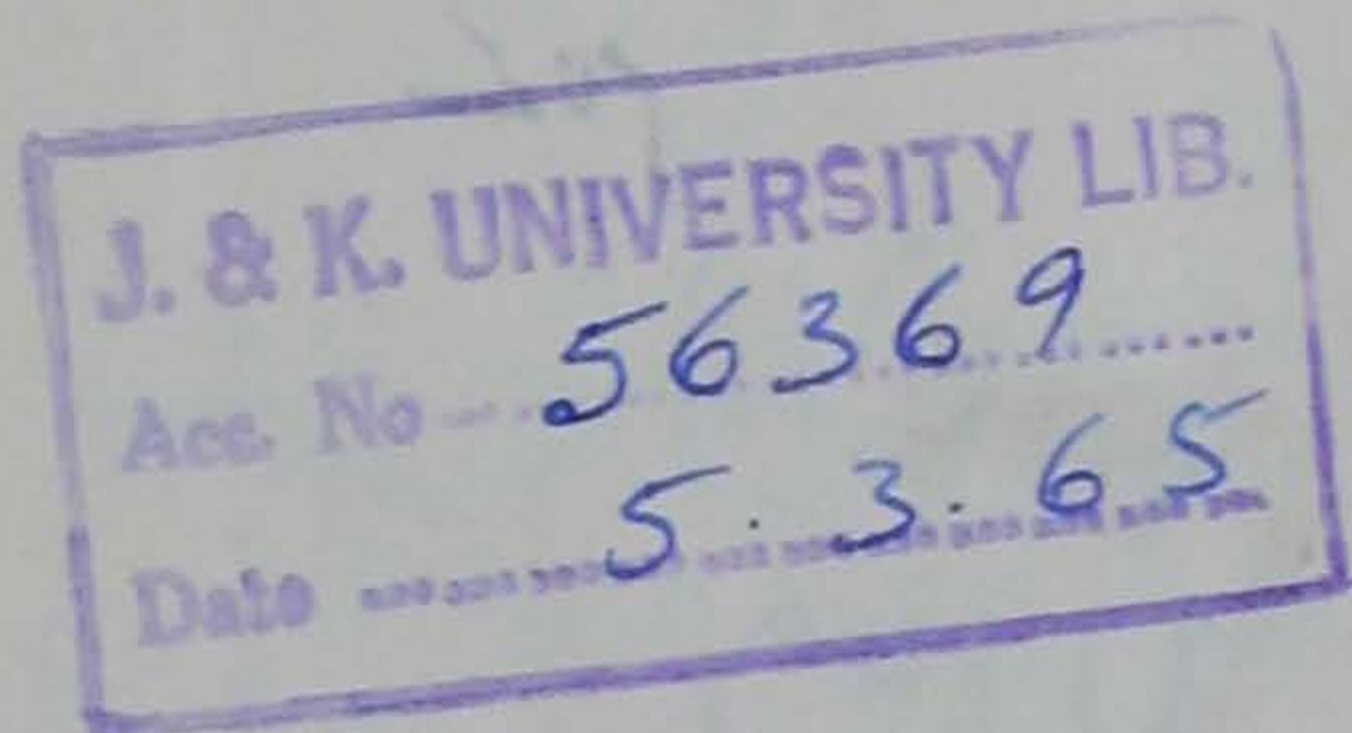
اشاعت اول .... مئی ۱۹۵۴ء

ناشر .... مکتبہ چراغ راہ لاہور

مطبع .... انشا پریس لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

استاذ محترم حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کا یہ مجموعہ نذر ناظرین ہے۔ گذشتہ پچیس سالوں میں حضرت الاستاذ رح کے قلم سے جو چیز بھی ملی، اُسے سینہ سے لگا کر رکھا۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے، صرف ایک مکتوب ضائع ہوا۔ "الضیاء" کے زمانہ میں عاجز نے "عربوں کی جہاز رانی" کا عربی میں ترجمہ کیا تھا، جو رسالے میں بالاقساط شائع ہوتا رہا۔ اس کی دوسری قسط پڑھ کر استاذ مرحوم نے حوصلہ افزائی کے کلمات تحریر فرمائے تھے، جو نو عمری کی خوشی میں دوستوں اور ہم چشموں کو دکھاتے دکھاتے گم ہو گیا۔ جس کا آج تک افسوس ہے۔ اس کے علاوہ تین چار خط بالکل نجی معاملات سے متعلق تھے، انھیں اس وقت ضائع کر دیا گیا تھا۔ موجودہ مجموعۂ مکاتیب میں بھی کہیں کہیں نجی معاملات کی طرف اشارے تھے، انہیں بھی حذف کر دیا گیا ہے۔ مگر وہ سب ملا کر چار پانچ سطروں سے زیادہ نہیں۔

میں نے اپنی مصروفیت اور ضعف صحت کے باوجود اس مجموعہ کی ترتیب میں خاصی محنت اور عجلت سے کام لیا ہے۔ اللہ کرے، یہ جلد سے جلد زیور طبع سے بھی آراستہ ہو اور باذوق حلقوں میں مقبولیت حاصل کرے۔

ان مکاتیب کی تاریخی ترتیب اور تبییض میں برادر عزیز سید محمد کاظم سباق سلمہ اللہ

(اسسٹنٹ انجینئر — بہاولپور) نے بڑی مدد دی، جس کے لیے ان کا تہ دل سے شکر گذار ہوں۔
اسی طرح برادر عزیز محمد عاصم سلمہ (رفیق ندوۃ العروبہ) نے ابتدائی عربی مکاتیب کے ترجمہ کی زحمت گوارا کی۔ ان کا شکریہ بھی مجھ پر واجب ہے، گو ان دونوں عزیزوں کی عنایتیں رسمی شکریہ کے حدود سے بالاتر ہیں۔

طباعت، سائز، ٹائٹل اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کے باب میں اپنے ناشرین کے حسن ذوق پر پورا اطمینان ہے، جو ناشر ہونے کے ساتھ ہمارے ذاتی دوست اور جادۂ "عشق" میں ہم رکاب بھی ہیں۔

آخر میں دو لفظ کتاب کے 'املا' سے متعلق بھی عرض کر دوں۔ حضرۃ الاستاذ رح کلمات کو ملا کر لکھنے کے عادی تھے، جیسے وہ لبا اوقات "آپکو" اور "پڑھکر" لکھتے ہیں۔ راقم کلمات کے الگ الگ لکھنے کا عادی اور قائل ہے۔ اسی طرح 'علامات وقف' میں رسالہ 'معارف' حرف کوما (،) استعمال کرتا ہے اور یہ استاذ الاستاذ مولانا شبلی رح کی سنت ہے۔ عاجز تمام اوقاف (۔،؛ — :) استعمال کرتا ہے۔ سید محمد کاظم صاحب نے تبییض میں اصل مکاتیب کے املا کی پابندی کی ہے اور عاجز کی خواہش یہ ہے کہ کاتب صاحب جدید اور سائنٹفک طرز کی پیروی کریں۔ اب دیکھیں ہمارے دوست خالد احمد صاحب صدیقی (ناظم مکتبہ چراغ راہ) کس طرح اس 'الجھاؤ' سے عہدہ برا ہوتے ہیں؟

ہمارے ایک مخلص دوست جناب حکیم سید عبد العلی صاحب آسیونی نے ازراہ خلوص و محبت مجموعہ مکاتیب کے لیے کچھ تاریخیں نکالی ہیں، جو ان کے ارمغان محبت کے طور پر آخر میں درج کی جاتی ہیں،

(۱)

اس "تقریب" کا مقصد مکتوب نگار رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور فضل و کمال پر گفتگو کرنا نہیں۔ اس کے لیے دوسرے موقعے آئیں گے اور انشاء اللہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے گا اور اپنی واقفیت و بصیرت کے مطابق، مرحوم کے محاسن و کمالات کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہاں صرف ان مکاتیب کا پس منظر بیان کرنا مطلوب ہے۔ گو حواشی میں ضروری توضیح کردی گئی ہے، پھر بھی ایک مختصر 'تقریب' کی ضرورت باقی ہے۔

استاذ مرحوم سے مراسلت رمضان ۱۳۴۶ھ (فروری ۱۹۲۸ء) سے شروع ہوئی اور اسی کے ایک مہینہ بعد بہار شریف (پٹنہ) ریلوے اسٹیشن پر پہلی بار شرف نیاز حاصل ہوا، جب کہ وہ اپنے وطن دسنہ سے اعظم گڑھ تشریف لے جارہے تھے۔ اس تعلق کی ابتداء کچھ ایسے خلوص وعقیدت کے ساتھ ہوئی کہ مسلسل ۲۵، ۲۶ سالوں تک اس میں فرق نہیں آیا۔ دن ب
دن محبت وعقیدت بڑھتی گئی اور حضرۃ الاستاذؒ کی طرف سے بھی شفقت و نوازش میں اضاف
ہی ہوتا گیا۔

اس رُبع صدی میں بڑے بڑے انقلاب آئے۔ زمانے کے حوادث نے افکار وخیالات کی دنیا ہی بدل دی۔ اختلافِ مسلک و فکر کی نزاکتوں سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نظم وانصرام کے باب میں بھی کبھی کبھی راہیں مختلف ہوتی نظر آئیں۔ مگر ما الحمد لله کہ اس گنہ گار نے نیازمندی اور وفاشعاری کے آداب میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ خود حضرۃ الاستا

نے ہمارے دوستوں، ہم چشموں اور اپنے عزیزانِ[1] خاص کے سامنے شہادت دی: "مسعود نے شروع سے اپنی وفا شعاری یکساں قائم رکھی"۔ ایک مرتبہ اختلاف نظر و فکر کا ذکر کرتے ہوئے ایک مخلص[2] دوست — جو میری ہی طرح اُستاذ مرحوم کے شاگردوں اور ارادت مندوں میں شامل ہیں — سے فرمایا: "مسعود باغی ہے، مگر وفادار"۔ استاذ مرحوم کے یہ ارشادات خادم کے لیے سرمایۂ ناز ہیں اور اسی لیے یہاں انہیں یادگار کے طور پر درج کر رہا ہے۔ گو زمانے کا چلن بدل چکا ہے۔ پرانے نقش مٹ رہے ہیں۔ استادی اور شاگردی کا یہ تعلق بھی اب خواب و خیال ہوتا جا رہا ہے۔ پر ہم قدامت پسندوں کے نزدیک یہ ایک متاعِ بے بہا تھی۔ توقع ہے کہ نئی پود کے لیے یہ بے وقت کی راگنی بارِ خاطر ثابت نہ ہوگی۔

(۲)

اس مجموعہ مکاتیب میں (جو ربع صدی تک پھیلے ہوئے ہیں) راقم کے مشغلہ اور ذوق کی مناسبت سے موضوع بھی بدلتے گئے ہیں۔

(الف) پہلے پانچ خط عربی زبان میں ہیں۔ اُس وقت راقم کو نیا نیا عربی کا شوق تھا۔ درس نظامی کی اکثر متداول کتابیں پڑھنے کے باوجود، عربی زبان میں لکھنے بولنے پر قدرت نہ رکھنے کا بڑا افسوس تھا۔ خانگی حالات بھی سال دو سال سے بہت خراب تھے۔ باہر جانا چاہتا تھا، مگر پر پرواز نہیں۔ بار بار کلیجہ مسوس کر رہ جاتا تھا کہ کیا کیا جائے؟ اتنے میں سید صاحب قبلہؒ سے مراسلت کی سوجھی، جس کا پہلا ثمرہ دارالعلوم ندوہ کے داخلے کی صورت میں

۱۔ عزیزی سلمان میاں سلمہ اللہ (حضرۃ الاستاذؒ کے چھوٹے صاحبزادے۔)

۲۔ مولانا محمد ناظم ندوی (شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ، بہاول پور)

ظاہر ہوا اور کامیابی کی ایک راہ نمودار ہوئی۔

دارالعلوم کی آخری جماعت میں داخلہ ہوا (جولائی سنہ ۲۸ء) اور اللہ کے فضل وکرم
سے ایک سال کے بعد نہایت ممتاز اور نمایاں کامیابی حاصل ہوئی (اگست سنہ ۲۹ء) پھر دو بر
مزید عربی زبان وادب کی تکمیل کے لیے ٹھہر گیا۔ دو برس کے بعد اس سے بھی امتیاز کے ساتھ
عہدہ برآ ہوا اور اطروحہ[1] (THESIS) منظور ہوا۔ اس دوران میں صرف چار خط موصول ہوئے
(۶-۹ء)۔ تکمیل کے بعد پانچ چھ ماہ گھر پر انگریزی پڑھتا رہا۔ اس اثنا میں صرف ایک نواز

وصول ہوا (۱۰ء)

(ب) مارچ سنہ ۳۲ء میں دارالعلوم سے ایک ماہنامہ عربی رسالہ نکالنے کی تجویز ہوئی ا
اس کی ادارت کے لئے عاجز کا انتخاب عمل میں آیا۔ محرم سنہ ۱۳۵۱ھ (مئی سنہ ۱۹۳۲ء) سے الض
جاری ہوا اور تقریباً چار سال جاری رہا۔ اس دوران میں مراسلت برابر جاری رہی اور استاذ مرحو
کی راست نگرانی اور سرپرستی میں کام کرنے کا موقع ملا۔ خطوط (۱۱-۴۲ء) اسی زمانہ کے
ان میں "الضیاء" کے سلسلے میں ہدایات کے علاوہ علمی استفسارات کے جواب بھی ہیں۔ راقم
دنوں اپنی عربی تاریخ ہند (حاضر مسلمی الہند وغابرہم) لکھنے میں مصروف تھا۔ ایک آدھ خ
ندوہ کی داخلی سیاست سے بھی متعلق ہیں۔ "الضیاء" کا بار ہلکا کرنے کے لیے دارالعلوم میں تد
کی خدمت بھی عاجز کے سپرد کی گئی تھی۔ اس کے بعد دو تین خط لکھنؤ اور بجنور کے دوران قیام
موصول ہوئے (۴۳-۴۶ء)۔ خاکسار، سید صاحبؒ قبلہ کی اجازت اور مشورہ کے بغیر ا
"مدینہ" بجنور کے شعبۂ ادارت سے منسلک ہوگیا تھا (جولائی سنہ ۳۷ء)

---

[1] تأثیر الاسلام فی الشعر العربی (اسلام کے اثرات عربی شاعری پر)

(ج) اس کے بعد وہ مکاتیب (۴۷-۹۸) ہیں، جو اورینٹل لائبریری، پٹنہ، کی ملازمت کے سلسلے میں یا ملازمت کے دوران میں موصول ہوئے (ستمبر ۳۱ء — ستمبر ۴۴ء)۔ ان خطوط کے موضوع بہت متنوع ہیں۔ خالص علمی مضامین سے لے کر ندوہ کی داخلی سیاست، پٹنہ کے جھگڑے اور نجی معاملات بھی ہیں (گو خالص نجی معاملات کے تذکرے اور اشارے عام طور پر راقم نے حذف کر دئے ہیں)۔ انجمن طلبہ قدیم ندوہ، انجمن معین الندوہ، سیرت محمد بن عبد الوہاب، مولانا سندھی پر تنقید، اشتراکیت اور اسلام اور اس طرح کے مختلف اجتماعی اور علمی کاموں کا ذکر بار بار آتا ہے۔

(د) جماعت اسلامی کا ذکر مکتوب ۸۰ سے آنے لگا تھا، مگر مکتوب ۹۹ اور اس کے بعد کے مکاتیب میں جماعت اسلامی اور تصوف کا ذکر خاص طور پر آتا ہے۔ تصوف اور تزکیہ سے متعلق بعض مکاتیب نہایت قیمتی ہیں، کہا جا سکتا ہے کہ وہ بڑی بڑی تصانیف پر بھاری ہیں۔

(ہ) آخر میں دو خط (۱۴۲، ۱۴۳) برادر عزیز محمد عاصم سلمہ اللہ (رفیق دار العروبہ) کے نام ہیں، جو میری گرفتاری کے زمانے میں دریافت حال کے لئے تحریر فرمائے گئے تھے۔ ان ہی کے ساتھ خادم کے نام بھی دو خط (۱۴۴-۱۴۵) جیل کے پتے پر ہیں، جن میں دوسرا رہائی کے بعد دار العروبہ کے پتہ پر ملا۔ اور وہی آخری مکتوب گرامی تھا، جس پر، ۸ اگست ۵۳ء، تاریخ درج ہے۔ وفات ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء (۱۴ ربیع الاول ۷۳ھ) کو ہوئی۔ غالباً یہ زمانہ علالت میں گذرا۔ بدنصیبی یہ کہ یہ غم نصیب بھی ستمبر کے آغاز سے نومبر کے اواخر تک سخت علیل، اور حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کی علالت سے بالکل بے خبر رہا۔ اسی بے خبری کے عالم میں اور اپنی پریشان کن

"حضرۃ الاستاذ ؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر خادم کا حال عرض کریں اور دعا کی درخواست۔"

مگر کسے خبر تھی کہ وقتِ مقرر آچکا ہے اور یہ برگزیدہ ہستی جلدی ہی اپنی جگہ خالی کرنے والی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اَیَّتُھَا النَّفْسُ اَجْمِلِیْ جَزَعًا   اِنَّ مَا تَحْذَرِیْنَ قَدْ وَقَعَا

[اے جانِ حزیں! اچھی طرح ماتم کرلے —— جس کا تجھے ڈر تھا، وہ تو ہو کر رہا]

(۳)

آخر میں دو حرف اختلاف فکر و نظر سے متعلق عرض کردوں غلط فہمی نہ ہو۔ یہاں کسی بحث کا چھیڑنا مقصود نہیں، بلکہ قارئین مکاتیب کے سامنے مندرجہ بالا "پس منظر" کی تھوڑی سی تشریح کرنا ہے مکاتیب میں حضرۃ الاستاذ ؒ نے بارہا استاذ الاستاذ ؒ مولانا شبلی سے اپنی وفاداری و وفا شعاری کا تذکرہ فرمایا ہے اور واقعی یہ سید صاحب ؒ قبلہ کا ایسا وصف ہے، جس میں سید رشید رضا مرحوم، (ف ۱۳۵۴ھ) کے سوا کوئی ان کا مثیل نہیں۔ سید رشید رضا ؒ اور حضرۃ الاستاذ ؒ دونوں علم و فضل میں اپنے اساتذہ، شیخ محمد عبدہ (ف ۱۳۲۳ھ) اور مولانا شبلی نعمانی (ف ۱۳۳۲ھ سے کہیں بڑھے ہوئے تھے، مگر دونوں نے ان کی شخصیتوں میں اپنے فضل و کمال کو جس طرح گم کرنے کی کوشش کی، وہ وفا شعاری کی تاریخ میں زریں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ کہاں یہ اکابر ملت اور اساطین علم و فضل اور کہاں ہم "تازہ واردان بساط ہوائے دل"۔ اس سلسلے میں اپنا ذکر کرنا بھی وفا شعاری اور وفاداری کا منہ چڑانا ہے۔ مگر پھر بھی دو حرف مؤدبانہ عرض کئے بغیر نہیں رہا جاتا۔ عاجز نے دین اور معتقداتِ دین کے علاوہ ہر باب میں استاذ مرحوم کی کامل اطاعت کی اور جہاں کہیں ذرہ برابر بھی شبہ ہوا کہ انہیں میرے کسی فعل سے آزردگی ہوگی، اس سے

دست بردار ہوگیا۔ دارالعلوم ندوہ کے باب میں راقم کے خیالات بہت سخت تھے اور اس کی اصلاح کا بڑا داعیہ ذہن و دماغ میں سمایا ہوا تھا۔ پٹنہ جاکر زمین ہموار کرنا بھی شروع کردی تھی۔ انجمن طلبہ قدیم اور انجمن معین الندوہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اسی غرض سے تھا، مگر ۱۹۴۳ء میں جونہی معلوم ہوا کہ استاذ مرحومؒ میری اس جدوجہد سے آزردہ ہیں اور رفقائے خاص نے اعظم گڈھ سے "خاص طور" پر اس کی اطلاع دی، تو راقم ساری جدوجہد سے دست کش ہوگیا اور دوستوں کے سامنے اپنی اس پوزیشن کے واضح کرنے میں بھی کوئی جھجک نہیں محسوس کی۔ گذشتہ پچیس سالوں میں ایسی اور مثالیں بھی آئیں اور خاکسار کا طرز عمل یہی رہا۔

لیکن معتقدات دین کے باب میں میری روش اس سے الگ تھی۔ تصوف و سلوک و تزکیہ کے بارے میں عاجز نے مطالعہ کے بعد اور انشراح صدر کے ساتھ ایک مسلک اختیار کیا ہے۔ اپنی طبیعت و مزاج کے لحاظ سے صرف امام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) کی نکھری ہوئی توحید دل کو لگتی ہے۔ اور تو اور ابن قیم (ف ۷۵۱ھ) کے ہاں بھی اس باب میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت سید صاحبؒ کی صحبتوں اور مکاتیب سے استفادہ کے باوجود راقم اپنے مسلک پر قائم رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہے کہ اسی مسلک سلف پر خاتمہ ہو۔

دوسری چیز، جس میں خادم نے اپنے کو مخدوم سے الگ پایا، وہ جماعت اسلامی اور تحریک اقامت دین کی شرکت ہے۔ تصوف و سلوک کے بارے میں تو حضرۃ الاستاذؒ سے بیسیوں مرتبہ گفتگو ہوئی، لیکن جماعت کے بارے میں راست گفتگو سے بچتا رہا۔ البتہ طرح طرح سے یہ کوشش کی کہ ان کی بدگمانیاں دور ہوں اور وہ زیادہ سے زیادہ ہمارے موقف کو سمجھیں۔

ان دو امور کے علاوہ ، خاکسار نے ان کی مکمل اطاعت کی اور ان کے مشوروں ، اور ہدایتوں کو ہمیشہ دلیل راہ سمجھا ۔ اللہ کرے ، ہماری یہ وفاشعاریاں اور وفاداریاں اللہ کے لئے اور اللہ کی راہ میں ہوئی ہوں ۔ دلوں کا حال قادر مطلق ہی بہتر جانتا ہے ۔ اپنی نیت تو نیک ہی تھی ۔ بارگاہ رب العزت میں التجا ہے کہ مرحوم کی تربت پہ رحمت و غفران کے پھول برسائے اور انہیں ان کے مرتبہ کے مطابق جنت الفردوس میں مقام عطا کرے اور ہم گنہ گاروں کو اپنے صالح بندوں کے طریقے پر چلنے کی توفیق دے ۔ انہ ولی التوفیق وانہ سمیع مجیب

دار العروبہ ۔ راولپنڈی

۱۰ ، جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۳ھ

۱۷ / ۱ / ۱۹۵۴ء

عاجز

مسعود عالم ندوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

١

دلينه سابع رمضان المبارك ١٣٤٦ھ

أخي العزيز أرشدكم الله

السلام عليكم ورحمة الله ، فقد استلمت
كتابكم قبل، ولا تذكر أني رددت عليه الجواب
ووصلني أمس منكم كتاب آخر ، فأتقدم
إليكم ببيان آت ،

أهنئكم أولاً على حرصكم على طلب العلم
وشدة رغبتكم له إلى تجول البلدان
علمت مما كتبتم من الكتابين العربيين أن
لكم ميلاً عظيماً إلى العربية . فإن بذلتم
الجهد، وصحبتم أحداً ممن يعرف الأدب
الصحيح لبرزتم فيه ونلتم منه حظاً . وإن
كنتم اليوم أكثر خطأً فيأتي الغد وأكثر صوابكم
إن شاء الله تعالى

إن بمصر ثلاث جوامع ، أقدمها عهداً
وأرفعها ذكراً الجامع الأزهر ، ولكنه
قديم الطراز عتيق الخطة جامد على ما وجد

دلینہ ۷ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

برادر عزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس سے پہلے
آپ کا ایک خط اور ملا تھا اور مجھے یاد پڑتا
ہے کہ میں نے اس کا جواب بھی دے دیا
تھا۔ کل آپ کا دوسرا خط ملا۔ جواباً عرض ہے
یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور اس پر مبارکباد قبول
کیجیے کہ آپ کو طلب علم کا بے حد شوق ہے اور اس کے
لیے آپ دوسری جگہ جانے کے لیے تیار ہیں۔ آپ کے
دونوں عربی خطوں سے میں یہ سمجھا ہوں کہ آپ کا عربی
کی طرف کافی رجحان ہے اور آپ کو اس زبان سے بڑی
دلچسپی ہے اگر آپ کوشش کرکے کسی اچھے ادیب کی صحبت
حاصل کرلیں تو آپ کو بڑی نمایاں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے
اگر آج آپ کی غلطیاں بہت ہیں، تو انشاء اللہ کل آپ کی
تحریر میں 'صحت' کا غلبہ ہوگا ——— مصر میں اس وقت
تین یونیورسٹیاں ہیں۔ ان میں سب سے پرانی اور
مشہور جامع ازہر ہے لیکن اس کا طریقہ اور طرز تعلیم

ديوبند في بلادكم. والمعهد الثاني
الجامعة المصرية. انها غير دينية
حديثة العلوم كمثل الجامعة
الاسلامية لعلي گره في الهند، أو
الجوامع الانكليزية الأخرى ولا
يدخلها طالب إلا باذن حكومته
المحلية -

وثمّ معهد ثالث يسمى دار العلوم
منزلتها كمنزلة المدارس العالية
الانكليزية في الهند ولا يدخلها
طالب أجنبي إلا باذن حكومته
المحلية - ويلزم لكل طالب نفقة
ثلاثين جنيها سنويا خمسة عشر
جنيها نفقة الاكل والسكن وخمسة عشر
نفقة اجرة التعليم ومعالم المدرسة
مع ثمن الكتب والكراسة وادوات
الكتابة والغذاء - وأنا أوصيكم أن
تدخلوا مدرسة ندوة العلماء لعام
أو عامين -

سليمان الندوي

کی طرح یہ بھی اپنے شیوخ واسلاف کے
بتائے ہوئے طریقے پر پوری طرح جامد ہے
دوسری تعلیم گاہ جامعہ مصریہ ہے۔ یہ ہندوستان
کی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یا دوسری انگریزی یونیورسٹیوں
کی طرح بالکل غیر دینی اور نئے طرز کی درسگاہ
ہے اور اس میں کوئی طالب علم اپنی مقامی حکومت
کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔

تیسری درسگاہ کا نام دار العلوم ہے۔ اس
کی حیثیت ہندوستان کے انگریزی کالجوں کی ہے
اس میں بھی کوئی باہر کا طالب علم اپنی مقامی
حکومت کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا
ہر طالب علم کا سالانہ خرچ تیس پونڈ ہوتا ہے
پندرہ پونڈ کھانے پینے اور رہائش کے
لئے اور پندرہ پونڈ فیس اور مدرسے کے
دوسرے مصارف کے لئے، جیسے کتابوں،
اور کاپیوں اور لکھنے پڑھنے کی دوسری چیزوں کی
قیمت۔ آپ کو میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ایک
یا دو سال کے لئے ندوۃ العلماء کے مدرسہ
میں داخل ہو جائیں۔

سلیمان ندوی

۲

دلینشا (۱۲ مارچ ۱۹۲۸ء)

أخي العزيز أسعدكم الله

عليكم السلام ورحمة الله وبركاته

تسلمت لطاقتكم. أما اغتراركم بما
يكتبه اساتذة الجامعة العربية
امثال طه حسين، فلا يهواه إلا
من ليس له نصيب من العلم الصحيح
وحظ من الدين القويم فانهم
مارقون عن الدين مروق السهم،
بل هم اعداء الاسلام والمغرورون
بما يحاورن عليه آلهتهم الفرنجية
كافرون بالله ومؤمنون بالطواغيت
طواغيت أوربا يكرهون آداب الشرق و
يحبون كل ما عند الغرب من الفسق
والفجور ويدعون الناس الى دينهم
الباطل بتنميقهم وتحبيرهم وما اوتوا
من البراعة والفصاحة، اعاذنا الله
واياكم من اباطيلهم وخزعبلاتهم

دلینہ (۱۲ مارچ ۱۹۲۸ء)

برادر عزیز

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا کارڈ
ملا۔ طہٰ حسین اور جامعہ عربیہ کے دوسرے
پروفیسر جو کچھ لکھتے ہیں، حقیقت یہ ہے
کہ ان کی تحریریں ان ہی لوگوں کو پسند آتی
ہیں جو صحیح علم اور دین حق سے بے بہرہ
ہوتے ہیں، اس لئے کہ طہٰ حسین اور یہ
دوسرے پروفیسر اسلام سے پھرے ہوئے
بلکہ اسلام کے دشمن ہیں۔ اپنے مغربی
دیوتاؤں کی روش سے خوش ہوتے ہیں۔
اللہ کے منکر اور یورپ کے طواغیت کے
پرستار ہیں۔ مشرقی آداب کو ناپسند کرتے
ہیں اور مغرب کا فسق و فجور ان کے نزدیک
محبوب چیز ہے۔ یہ لوگوں کو اپنی فصاحت
وبلاغت اور زبان کی بناوٹ و خوش اسلوبی
کے ذریعے اپنے دین باطل کی طرف دعوت
دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان کے

اما دخولكم في مدرستنا فلها
برنامج متبع فإن آثرتم الانضمام
اليها فعليكم بطلبه من ادارة ندوة
العلماء بلكنؤ. أمّا إدرار الجراية
الشهرية عليكم، فقدموا له
عريضة، يمضي عليها ذوا عدل
من وجهاء بلدكم يشهدان أنكم
لستم ممن يقومون بنفقاتكم غير
مستطيعين.

وإني سأغادر هذه القرية
لبعد صلاة العيد ثاني شوال. دمتم
سعداء

سليمان الندوي، ١٥ رمضان الأغر

فریب اور مکاری سے محفوظ رکھے۔

اگر آپ ہمارے مدرسہ میں داخلہ
چاہتے ہیں، تو اس کا ایک معین دستور العمل
ہے، جو آپ کو طلب کرنے پر ادارہ
ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔ رہا
ماہانہ وظیفہ کا اجراء، تو اس کے لیے آپ کو
درخواست دینا ہوگی، جس پر آپ کے ہاں کے
دو معزز شہریوں کے دستخط ہونا چاہئیں، جو
اس بات کی شہادت دیں کہ آپ اپنے
مصارف خود برداشت نہیں کرسکتے۔

میں یہاں سے عید کے اگلے روز ۲ شوال کو
چلا جاؤں گا۔

سلیمان ندوی۔ ۱۵ رمضان المبارک

۲۰

دار المصنفين - اعظم گڈھ

عزيزي زادك الله علماً نافعاً

دار المصنفین - اعظم گڈھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ .

وبعد فقد أتانی کتابك . نعم ان المنشورات التی سألتها عند نا فی خزینۃ الکتب ، وھی لا ترسل محتویاتھا إلی أحد ، فاعذرنی .

لقد سرّنی ما عزمت علیہ من دخولك فی مدرستنا ندوۃ العلماء فاسرع إلی بعث معروضتك إلیّ ، لاقدّمھا إلی مجلس الادارۃ .

واقرأ علی والدك الکریم منی السلام

سلیمان الندوی

۲۰ مایو ۱۹۲۸ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ آپ کا خط آیا ۔ آپ نے جو پراسپکٹس طلب کیے ہیں، وہ ہماری لائبریری میں موجود ہیں، لیکن لائبریری کی کوئی چیز باہر نہیں بھیجی جاتی ۔ اس لیے امید ہے عذر قابل قبول ہوگا ۔

آپ نے ندوۃ العلماء میں داخلے کا ارادہ کرلیا ۔ اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی اپنی درخواست مجھے جلد بھیج دیجیے، تاکہ میں اسے کمیٹی میں پیش کرسکوں ۔

اپنے والد صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہیے ۔

سلیمان ندوی

۲۰ رمئی ۱۹۲۸ء

۴

اعظم گڈھ

سلاماً وتحیۃ۔ لبعد فتناولت بطاقتکم التی تشکونھم فیھا البطائی عن ردّ جوابکم ولم یکن ذلک الا لمرضی واشتغالی باموراامتحان المدرسۃ السنوی، وظنی ان اوان الدخول فی المدرسۃ لم یحن اشکرکم علیٰ ما احسنتم الظن بمخاطبکم۔ قرأت ماخطتہ یمین الاستاذ الخطیب من اطرا ء[۱] الثناء علی صنعتی سیرۃ السیّدۃ عائشۃ رض، لعل اللہ یرزقنی سعۃ فی عمری لانقل ھذا الکتاب الی لسان صاحبۃ السیرۃ الکریمۃ۔

اعظم گڈھ

بعد سلام مسنون

آپ کا خط ملا، جس میں آپ نے میری جواب میں تاخیر کی شکایت کی ہے لیکن اس کی وجہ میری بیماری اور مدرسہ کے سالانہ امتحان کی تیاری میں مشغولیت ہے، اور یہ خیال کہ ابھی مدرسہ میں داخلہ کا وقت نہیں آیا۔

آپ نے میرے متعلق جس حسن ظن سے کام لیا ہے، اس کا شکر گذار ہوں۔ سیرت عائشہ رض کی محب الدین خطیب نے جو تعریف[۱] کی ہے، میں نے اسے پڑھا۔ اللہ میری عمر میں وسعت دے تاکہ میں اس کتاب کو خود صاحبہ سیرت کی زبان میں منتقل کرسکوں۔

---

[۱] مجلۃ الزہراء قاہرہ میں سیرت عائشہ پر ایک شاندار ریویو نکلا تھا۔ غالباً اڈیٹر کے سامنے ترکی ترجمہ ہوگا، اس لیے کہ محب الدین الخطیب اُردو نہیں جانتے۔

لم يتيسر لي قراءة مقالة[1] الشيخ
عبد الرزاق المليح آبادي والحق ان
جامع الازهر ان لم يغير ما به
يفقد ماله من النفوذ وحسن السمعة
ومحبة القلوب . لا سمح الله -

ليس في مدرستنا احد من العرب
لا من اليمانيين ولا من الحجازيين
ولكن فيها ادباء لا يقلون درجة
عن ادباء العرب وهم السيد[2]
على الزينبي والشيخ عبد الحليم[3] الصديقي

ابھی تک میں مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی کا
مضمون نہیں پڑھ سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر
جامع ازہر نے اپنی جامدیت کی موجودہ روش نہ
بدلی تو اس کی تمام شہرت ختم ہو جائے گی۔ اور
اس وقت دلوں میں اس کے لیے جو محبت پائی
جاتی ہے زائل ہو جائے گی۔ اللہ نہ کرے
ایسا ہو۔ ہمارے مدرسہ میں اس وقت کوئی عرب
نہیں ہے، نہ کوئی یمنی اور نہ حجازی۔ لیکن اس میں
بعض ایسے ادیب ہیں جو کسی لحاظ سے عرب ادبا
سے کم نہیں ہیں، جیسے سید علی[2] زینبی۔ مولانا عبدالحلیم[3]

---

[1] مولانا عبدالرزاق ندوی ملیح آبادی کا ایک مفصل مضمون 'صبح سعادت' لاہور میں 'ازھر' پر شائع ہوا تھا، جس میں انھوں نے 'ازھر' اور اس کے جامد طریقہ تعلیم پر سخت تنقید کی تھی۔ اس وقت تک عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی کے اشتراکی لباس میں ظاہر نہیں ہوئے تھے۔

[2] تا [3] یہ تینوں حضرات ان دنوں ندوہ میں عربی ادب کے استاذ تھے۔ مولانا سید علی زینبی امروہوی پرانے اساتذہ میں تھے اور سید صاحب مرحوم کو بھی ان سے تلمذ حاصل تھا۔ مولانا عبدالحلیم صدیقی، عربی کے بے مثل خطیب اور آج کل مدرسہ عالیہ، کلکتہ میں صدر مدرس ہیں۔ مولانا عبدالرحمن کاشغری ان دنوں نئے نئے مدرس ہوئے تھے۔ اب وہ ڈھاکہ میں عربی ادب کے اُستاد ہیں، اور برصغیر ہند و پاکستان کے گنے چنے ادبائے عربیت میں ان کا شمار ہے۔

[4] کیلئے دیکھو صفحہ ۲۳

وعبد الرحمن الکاشغری۔ وعند ما تصلنی معروضتکم سأسعی لقبولها۔ والسلام۔

صدیقی اور عبد الرحمن کاشغری۔

میرے پاس جب آپ کی درخواست آئے گی، اسے قبول کرنے کی کوشش کروں گا۔

سلیمان الندوی

۲۱ مایو ۲۸ء

سلیمان ندوی

۲۱ مئی ۲۸ء

۵

اعظم گڈھ

اعظم گڈھ

عزیزی اسعدك الله

السلام علیکم ورحمة الله۔ حبذا ما رأیت[۱]۔ ولکن الذی یهمنی هو امر الوظیفة الشهریة، فان الطلبة الذین هم یشغلون هذه الوظائف لم یخل احد منهم منصبة۔ فلو قنعت بالکفاف وذلك لا یقل عن

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته۔ آپ کی رائے نہایت اچھی ہے۔ لیکن مجھے جس چیز کی فکر ہے، وہ ہے ماہانہ وظیفہ کا انتظام۔ اس لئے کہ اس وقت جنہیں یہ وظائف مل رہے ہیں، ان میں کسی کی مدت ختم نہیں ہوئی۔ اس لئے اگر آپ اتنی رقم پر

---

[۱] راقم نے ندوہ کا آخری امتحان دینے کے بعد درخواست کی تھی کہ اسے عربی ادب کی تکمیل کے لیے امتیازی وظیفہ عنایت کیا جائے۔

عشر دو بیات شهر، یا لفعلت ما تریدحتی اذا تخلی احد منهم عن موضعہ، نصبتک فی محلہ۔

انی مسافر الیوم الی لکناؤ۔

واقرأ علی ابیک منی السّلام

والسلام۔

سلیمان

۲۷ ر جولائی ۲۹ء

قناعت کریں، جو آپ کی ضروریات کے لیے کافی ہو سکے، اور اس کی مقدار دس روپے ماہانہ سے کم نہ ہوگی، تو میں یہ کر سکتا ہوں، یہاں تک کہ جب کسی کی میعاد ختم ہو، آپ کو اس کی جگہ دے دوں۔

آج میں لکھنو جا رہا ہوں۔ اپنے والد صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہیے۔ والسلام

سلیمان ۲۷ ر جولائی ۲۹ء

۶

اعظم گڈھ

عزیزی! دعا

السلام علیکم۔ تمہاری اور عزیزی اکبرؔ[1] کی درخواست میرے پاس ہے۔ مگر جب تک امتحان کا نتیجہ نہ نکل آئے، باقاعدہ کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔

---

[1] راقم کے رفیق درس محمد اکبر صاحب (سی۔پی) بھی تکمیل حدیث میں وظیفہ کے ساتھ داخلہ چاہتے تھے۔ بعد میں ان کا ارادہ بدل گیا اور از سرِ نو جدید تعلیم حاصل کی۔ کلکتہ یونیورسٹی سے ام اے کیا اور وہیں لکچرار ہو گئے تھے

مولوی اختر[۱] صاحب جاتے ہیں۔ ذرا سلیقہ سے ان کی میزبانی کیجیے اور ان کے لڑکے کا داخلہ کسی مناسب درجہ میں کرا دیجیے۔ میں نے مولوی شبلی[۲] صاحب کو خط لکھ دیا ہے۔

سید سلیمان ۳ر اگست ۲۹ء

۷

اعظم گڈھ

عزیزی! دعا

السلام علیکم۔ محمد[۳] ناظم کی تعلیمی حالت سے مجھے واقفیت نہیں، اور نہ ان کی درخواست مجھے یاد آتی ہے۔ اور اگر آئی بھی ہو تو شاید اس پر دو معززین بہار کے دستخط نہ ہوں گے، جو میرے ذاتی علم نہ ہونے پر ہونا ضروری ہے۔

کیا وہ لکھنؤ آگئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو مجھے اطلاع دی جائے۔

۱؎ حاجی محمد اختر صاحب۔ بہار شریف (پٹنہ)۔ ان کے صاحبزادے انوار احمد سلمہ ندوہ میں داخل ہوئے۔ وہاں سے فارغ ہو کر ام۔ کام کیا اور مختلف مرحلوں سے گذرنے کے بعد، آج کل اسٹیٹ بنک پاکستان میں ایک ممتاز منصب پر فائز ہیں۔

۲؎ مولانا محمد شبلی مرحوم، فقیہ دار العلوم ندوۃ العلماء ونگران شبلی ہوسٹل۔ استاذ الاساتذ علامہ شبلیؒ سے انہیں گڈمڈ نہ کیا جائے۔ ۳؎ مولانا محمد ناظم ندوی، شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ، بہاول پور۔

النظرات[1] کیا پڑھنے کی چیز ہے ؟ المثل السائر، مقدمۃ ابن خلدون، صناعتین، کتاب العمدۃ وغیرہ پڑھو، اہل مصر کی موجودہ عربی معیار سے پست ہے ساتھ ہی عربی لکھنے کی مشق جاری رکھو۔

سید سلیمان ندوی ۷ راگست ۲۹ء

۸

اعظم گڈھ

عزیزی ! سلام و دعا

محمد ناظم کی لیاقت و اہلیت تو معلوم ہوئی ، مگر سوال تو استطاعت و عدم استطاعت کا ہے۔ الید العلیا خیر من الید السفلی پیش نظر ہو۔ حقیقی مستحقین کے سوا کسی اور کے لیے قومی خزانہ سے بلاوجہ جائز نہیں ۔ کیا ان کی عدم استطاعت کا تم یقین دلاتے ہو؟

---

[1] جدید مصری مصنف منفلوطی کے مضامین کا مجموعہ 'النظرات' بہت مشہور و مقبول ہے۔ سید صاحب قبلہ احتیاط اور پرہیز کے طور پر "جدیدیات" میں پڑنے سے روکتے تھے۔ المثل السائر (ابن الاثیر الجزری) کتاب الصناعتین (ابوالہلال العسکری) اور کتاب العمدۃ (ابن رشیق القیروانی) عربی ادب کی معیاری کتابیں ہیں، لیکن مبتدیوں کے بیٹے نہیں۔ مکتوب الیہ درجہ تکمیل ادب کا طالب علم تھا، اس لئے اسے ان کتابوں کے مطالعہ کی تاکید کی جارہی ہے۔

اگر ایسا ہے تو مدرسہ کے وظائف تو ختم ہو چکے ہیں، مگر میں اپنی طرف سے ان کی مدد کر سکوں گا۔

میرے پاس ان کی درخواست اب تک نہیں آئی ہے۔

نتیجہ[ے] کی اشاعت میں تمہارے ہی یہاں کے لوگوں نے دیر کی ہے۔ "چراغ تلے اندھیر" سنا ہوگا۔ والسلام

سید سلیمان ۱۵ر اگست ۲۹ء

۹

اعظم گڈھ

عزیزی! دُعا۔

السلام علیکم، خط ملا، تعطیل گرما یہاں بسر کرنا چاہتے ہو، تو اچھا ہے۔ مگر اشکال صرف ایک ہے۔ میرے گھر کے لوگ یہاں نہیں ہوں گے، اور میں بھی کچھ روز کے لیے وطن جاؤں گا۔ ایک سال سے زیادہ ہوا کہ نہیں گیا۔ باہر باورچی خانہ کا انتظام اب تک پہلے کی طرح مستقل نہیں، اس لیے کچھ تکلیف ہوگی۔ کھانے میں پندرہ روپے ماہوار کا خرچ ہوگا۔ اگر عورتیں رہتیں تو میرے مہمان ہوتے۔

ے۔ ہمارے سالانہ امتحان کا نتیجہ، جس میں بڑی تاخیر ہو گئی تھی اور ہمارا داخلہ تکمیل بھی اس پر موقوف تھا۔

طلبائے دارالعلوم کی موجودہ حالت سے اطلاع دو۔

والسلام سید سلیمان ۲۵، اپریل ۳۰ء

۱۰

شبلی ہوسٹل، بادشاہ باغ، لکھنؤ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ خط ملا، فتنۂ نگار کے سلسلہ میں آپ کی اور آپ کی جماعت[1] کی کوششوں کو خدا مشکور فرمائے۔ فتنۂ نگار کا بحمداللہ خاتمہ ہوا، اور مدیر نگار اور مضمون نگارِ نگار نے خالق سے توبہ اور مخلوق سے معافی مانگی، اور آئندہ سے احتراز اور اس توبہ نامہ کو تین بار نگار میں اشاعت کا وعدہ کیا۔

ہاں صاحب میں بیمار بھی ہوں، اور درس بھی دیتا ہوں۔

ضعف معدہ اور ضعف قلب جو کثرت کار اور عدم ریاضت کا نتیجہ ہے، سامنے ہے۔ جس کی جزا درد سینہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ آج کل تکفیر کے راگ کا اثر کیا اور کس پر ہوتا ہے۔ ۳۰، اکتوبر ۱۹۳۱ء سید سلیمان

---

[1] راقم ان دنوں تکمیل ادب سے فارغ ہو کر اپنے وطن بہار شریف (پٹنہ) میں انگریزی زبان کی تحصیل میں لگا ہوا تھا۔ فتنۂ نگار کے سلسلے میں وہیں کچھ جلسے ہوئے تھے۔

۱۱

اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام، میں آج کل اپنے کاموں میں اس قدر مشغول و مصروف ہوں کہ سر اُٹھانے کی فرصت نہیں۔ آپ کو جو پریشانی ہوگی وہ بالکل بجا ہے۔ میں اس کو اچھی طرح محسوس کرتا ہوں۔ اہل ندوہ کو ایک طرف اپنی ناکامی کا افسوس ہے، دوسری طرف یہ حال ہے کہ کسی مفید کامیابی میں روپیہ لگاتے گھبراتے ہیں۔ ہزاروں روپے باغ اور میدان کی صفائی میں لگ گئے، اُن کا غم نہیں، مگر رسالہ[۱] کے لیئے دو سو روپے قرض بھی نہیں دے سکتے۔ ڈاکٹر صاحب[۲] کا یہ حال ہے کہ اپنی غایت نیکی کے بدولت اپنی طرف سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ وہ بالفعل ندوہ کی طرف سے سو دو سو روپے قرض دے دیتے، پھر وصول کر لیتے۔ میں نے اُن کو لکھا ہے، آپ پرچہ لکھنے کو دے دیجئے، روپے مولوی کلیم احمد[۳] صاحب کی معرفت اس پہلی اشاعت کے لیئے بھجوا دیتا ہوں۔

---

[۱] یہ اور اس کے بعد کے خطوط زیادہ تر رسالہ 'الضیاء' سے متعلق ہیں۔ جو عربی زبان میں لکھنؤ سے جاری کیا گیا تھا۔ سید صاحب قبلہؒ اور اُستاذ محترم ڈاکٹر تقی الدین الہلالی مدظلہ اس کے نگراں تھے ادارت اس نو آموز کے سپرد کی گئی۔ رسالہ چار سال تک جاری رہا (۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء) اور عربی ممالک میں بھی مقبول ہوا۔

[۲] ڈاکٹر حکیم سید عبد العلی صاحب ایم بی۔ بی۔ ایس ناظم ندوۃ العلماء

[۳] مولوی سید کلیم احمد صاحب ندوی، مہتمم کتاب خانہ ندوۃ العلماء۔

خریداروں کے رجسٹر میں مولوی ضیاء الحسن صاحب علوی انسپکٹر مدارس عربیہ ، الٰہ آباد ، مولوی محمد شریف صاحب مدرس اوّل مدرسہ مصباح العلوم الٰہ آباد ، مولوی حکیم فخرالدین صاحب جعفری ناظم مدرسہ مصباح العلوم الٰہ آباد کے نام لکھیئے ۔

رسالہ کا خرچ ساٹھ روپے ماہوار ہوگا ، آپ اپنے لئے پندرہ روپے ماہوار رکھیئے تو پچھتر روپے ماہوار ہوئے ۔

عربی کتابوں کی ایک فہرست بقید فنون ترتیب دے دیجئے ، میں بھی اپنے ہاں کی کتابوں کا اشتہار بھجواتا ہوں ۔ ایک ایجنسی عربی کتابوں کی قائم کرنی چاہیئے ۔

والسلام ، سید سلیمان ۷ر مئی ۳۲ء

۱۲

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ۔ رسالہ 'الضیاء' ملا ٹائٹل اچھا ہے ۔ مجموعی طور سے مغتنم ہے ۔ مضامین کا خط ذرا جلی ہے ، اس کو اور خفی ہونا چاہیئے ۔ اشتہارات کتب عربی کا جو خط ہے ، وہ خط ہونا چاہیئے ۔ مضامین میں سیاسیات سے احتراز رہے ۔ علمی و تعلیمی و تاریخی و مذہبی مضامین پر لکھیئے ، موجودہ عربی مدارس کے اصلاحات پر لکھیئے ۔ بہار میں گورنمنٹ نے عربی تعلیم کے لئے جو کمیٹی بنائی تھی ، اس کی رپورٹ جو چھپی ہے اس پر ریمارک کیجئے ۔

الفاظ موجود ہیں، مگر اصل تو مطالب و معانی کی تلاش ہے۔ مجھ سے قلمی امداد کی امید فضول ہے، میں کوئی نئی محنت ذرا سی بھی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس وقت طبیعت کچھ ایسی ہی ہے کہ کثرت کار سے پریشان خاطر ہوں۔ اب آپ کا کام ہے کہ مضامین لکھیے اور چلائیے۔

مولوی سعید انصاری صاحب، مولوی محمد عزیز صاحب رفقائے دار المصنفین کے نام رسالہ جاری کر دیجیے، ان کی قیمت وصول ہو گئی ہے۔

عین اس وقت وطن دلسینہ جانے کے لیے پابہ رکاب ہوں، انصاری صاحب کا ایک مضمون اور اپنی ایک نظم بھیجتا ہوں۔

مولوی مبارک کریم صاحب کا خط آیا ہے۔ انھوں نے آپ کو بھی لکھا ہے۔ اس کے مطابق عمل کیجیے۔ اور مولوی مبارک کریم صاحب کے نام ایک رسالہ وی پی کیجیے۔ شرف الدین بمبئی کا خط آیا ہے کہ اشتہار کے بارہ میں پھر آپ کو وہ غور کر کے لکھیں گے۔ مولوی ہاشم صاحب ندوی کی تذکرۃ النوادر کتب خانہ ندوہ میں ہو گی، اس پر ریویو لکھیے۔

ہدایات

۱۔ کاتب کو ہدایت کی جائے کہ ہر فقرہ کے بعد کامہ بنایا جائے اور مضمون لکھنے والے بھی اس کا لحاظ رکھیں اور اڈیٹر مضمون کو دیکھتے وقت اس کا لحاظ رکھے۔

۲۔ مضامین میں صرف لفاظی مفید نہیں، اور معلومات چاہئیں۔

۳۔ آپ اپنے مقالہ[1] کو مسلسل مضمون کی صورت میں شائع کیجیے، مگر اس کا ہر نمبر یا پورا

---

[1] راقم کا مقالہ (THESIS) اسلام کے اثرات عربی شاعری پر (تاثیر الاسلام فی الشعر العربی) جو اس نے تکمیل ادب سے فراغت پر پیش کیا تھا۔ "الضیا" کی پہلی جلد میں مسلسل شائع ہوتا رہا۔

مضمون ایک ساتھ ہلالی صاحب دیکھ لیں۔

۴۔ دیکھیئے الہلال[1] وغیرہ کے تتبع میں اپنے کو اور رسالہ کو گمراہ نہ کیجئے۔ ادبیات لطیفہ اور خیالات فاسدہ کی زبان کاسد کی پیروی سخت گمراہ کن ہے۔

۵۔ عربی لکھنے کی مشق جاتی رہی ہے، اس لئے ہلالی صاحب کو ایک نظر دکھا لیجئے صرف اس لیے کہ شاید کہیں صلات کی غلطی ہو۔ اور کسی تغیر کی حاجت نہیں۔

۶۔ سیرت عائشہ کا ٹکڑا بیکار ہے، آپ حسب ذیل مضامین کے ترجمے شائع کیجئے: ہندوستان کی قدیم درسگاہیں۔ ابو الحسنات در معارف۔ 'ہندوستان کا نصاب تعلیم' مولانا عبد الحی مرحوم (الندوہ)۔ ہندوستان میں اشاعت اسلام کیونکر ہوئی؟ سید سلیمان (معارف)، مولانا شبلی کا مضمون، شعر العرب۔ در مقالات جدیدۃ جلد اوّل

۷۔ ایک سلسلۂ مضمون مشاہیر واکابر علمائے ہند کے تراجم کا شروع کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے آپ کو کوشش کرنا چاہیئے۔

۸۔ مولوی امین[2] صاحب سے مدرسہ سرائے میر سے مولانا حمید الدین صاحب کے بعض مسودوں کی نقل بغرض اشاعت مانگئے۔

۹۔ تمام عربی مدارس اور اساتذۂ عربی جوامع سرکاری اور علمائے مشاہیر کے نام ایک

---

[1] الہلال (مصر)، جرجی زیدان کا مشہور گمراہ کن رسالہ۔ الحمد للہ کہ عربی ممالک میں بھی اب اس کا شمار سطحی رسالوں میں ہوتا ہے۔ گو دار الہلال سے کم و بیش آٹھ رسالے اور اخبار شائع ہوتے ہیں، اور سب کا مقصد بداخلاقی اور فحاشی کی ترویج کے سوا کچھ نہیں۔

[2] مولانا امین احسن اصلاحی

رجسٹر میں لکھیے اور ان سے خریداری کی خواہش کیجیے اور پہلا پرچہ نمونۃً بھیجیے۔

۱۰۔ رسالہ کے متعلق کہ کتنی خریداری ہوئی، مجھے دلیتہ اطلاع دیں۔ ایک اشتہار بھیجتا ہوں، اس کو اخبارات میں دو۔

۱۱۔ اخبارات کو لکھو ریویو لکھیں اور خصوصاً انقلاب اور الجمعیۃ کو لکھو کہ اس پر زور دیں کہ مولوی فاضل کے امتحانات کے لیے تمام یونیورسٹیوں نے عربی انشاء ضروری قرار دیا ہے مگر اس کا کوئی علاج نہیں کیا، یہ رسالہ اس کا علاج ہے۔ اسی طرح مولوی ضیاء الحسن[1] صاحب علوی انسپکٹر مدارس عربیہ الہ آباد کو درخواست دو، وہ کاکوری میں ہوں تو ان سے جا کر ملو۔ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اس لئے پریشان حال ہیں۔ ملیبار میں خریداروں کی ابتدائی ہے، مگر وہاں آواز پہنچانا مشکل ہے۔

والسلام

سید سلیمان

۱۳

اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ کارڈ ملا، ثمرات الاوراق محاضرات کی کتاب ہے، تاریخ نہیں۔

---

[1] مولانا ضیاء الحسن علوی ندوی مرحوم ایم۔ اے۔ مکتوب نگار کے ہم درس اور دوست تھے، مگر میدان عمل میں راہیں بدلی ہوئی تھیں۔

سب سے پہلے تو ان مؤرخین کی خدمت میں یہ گذارش کیجیے کہ محاضرات اور تاریخ کا فرق سمجھیں، ورنہ آئندہ مقامات حریری اور الف لیلہ کے حوالے بھی آئیں گے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ ثمرات الاوراق بہت متاخر کتاب ہے۔ اس کا ماخذ کیا ہے۔ اس نے کہاں سے یہ لیا؟ قاضی یحییٰ ابن اکثم کے حالات قدیم ماخذوں میں تلاش کرو۔

ضرورت ہے کہ تمہارے سامنے مصر کے رسائل نہ ہوں، بلکہ اسلام اور علوم اسلامیہ کی خدمت ہو۔ الزہرا کا نمونہ تمہارے لئے اچھا ہے۔

مدارس عربیہ صوبہ متحدہ کی پوری فہرست بھیجتا ہوں ان سب کے نام نمونے اور خط جانے چاہئیں کچھ نام اس رقعہ کے پشت پر ہیں۔ مجھے خط لکھنے کی فرصت کم ملتی ہے۔ کچھ نظم ونثر آئندہ رسالہ کے لئے یہاں سے بھیجی جائے گی۔

بہتر یہ ہے کہ مضمون نگاروں کے ساتھ "بقلم" اور آداب والقاب کے بڑے بڑے تعظیمی الفاظ نکال دو۔ سادہ رہے۔ عربی اخبارات ورسائل کے نام مبادلہ کے لئے منتخب کرو: اردو اخبارات، رسائل کی بھی فہرست رہے۔ ابھی ۲۵ سے زیادہ مبادلہ نہ کرو، پندرہ ہندوستان میں اور ۱۰ باہر۔ مطبوعات جدیدہ کا باب قائم کرو۔ جس میں جدید عربی مطبوعات کا خاکہ ہو۔

اسماء مشترکین

وی پی ۱۔ مولانا حکیم حبیب الرحمن صاحب۔ حکیم حبیب الرحمن روڈ ڈھاکہ (ان کو ۵ پرچے بھیجے جائیں، ایک وی۔پی، چار نمونے)

وی پی ۲۔ ناظم تعلیمات جامعۂ دارالسلام، عمر آباد، شمالی آرکاٹ، مدراس۔

منی آرڈر ۳۔ محمد عزیز صاحب ایم اے، شبلی منزل، اعظم گڈھ۔

منی آرڈر ۴ - مولانا سعید انصاری صاحب۔ شبلی منزل، اعظم گڈھ۔

منی آرڈر ۵ - مولوی اقبال احمد صاحب وکیل، اعظم گڈھ۔

نمونہ بلا وی۔پی ۶ - پروفیسر شیخ عبدالقادر صاحب ایم اے، پاربتی، ویلاز، پونہ۔

نمونہ بلا وی۔پی ۷ - مولوی ریاض حسن خاں صاحب خیال بانکی پور، پٹنہ۔

مولانا مبارک کریم صاحب انسپکٹر اسلامک اسٹڈیز، پٹنہ کو خط لکھ کر درخواست کیجیے کہ وہ مدارس میں اس کا اجراء منظور کریں۔ اور آپ اپنی اور اپنے والد[1] کی ذاتی حیثیت سے لکھیے۔ میں لکھ چکا ہوں۔

سید سلیمان ۲۳ مئی ۱۹۳۲ء

۱۴

دلینہ، ضلع پٹنہ

عزیزم سلمہ اللہ تعالی

السلام علیکم۔ آپ کا خط ملا۔ الحمد للہ خیریت ہے۔ حسب ذیل صاحبوں کے نام

---

[1] والد ماجد مولانا حکیم ابو الشیخ محمد عبدالشکور مدظلہ (مولود ۱۲۹۰ھ) [2] خان بہادر مولانا مبارک کریم صاحب (سپرنٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز بہار و اڑیسہ) مشہور عالم مولانا سید وحید الحق استھانوی (ف ۱۳۱۶ھ) کے شاگرد اور ساختہ و پرداختہ تھے۔ اس لیے اختلاف مسلک و مشرب کے باوجود ہم لوگوں سے اچھے مراسم تھے۔ مولانا وحید الحق میری والدہ کے خالو تھے۔ نیز ان کی منجھلی صاحبزادی مخدومی مولانا محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ (جو میری نانی کے چچازاد بھائی تھے) سے منسوب تھیں۔

وی۔ پی بھیجئے اور امداد کی خواہش کیجیے:۔

(۱) مولانا یعقوب بخش صاحب راغبؔ، محلہ سوتھہ، بدایوں۔

(۲) مولانا قاضی احمد میاں اخترؔ، قاضی واڑہ، جوناگڈھ۔

ان لوگوں کے نام نمونہ بھیج کر خریداری کی درخواست کیجیے:۔

۱۔ ڈاکٹر داؤد پوٹا ایم اے پی۔ایچ۔ڈی، پروفیسر عربی، اسماعیل کالج، جوگیشوری بمبئی

۲۔ پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی ایم اے " " " "

۳۔ ڈاکٹر بذل الرحمٰن پرنسپال " " " "

۴۔ ڈاکٹر زبید احمد، الہ آباد یونیورسٹی۔

۵۔ ڈاکٹر عبد الستار صدیقی، صدر شعبہ عربی و فارسی، الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد۔

۶۔ ڈاکٹر عظیم الدین، صدر شعبۂ عربی، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ۔

۷۔ مولوی محمد محی الدین احمد صاحب بی اے بن مولانا عبد القادر صاحب، قصور ضلع لاہور۔

مولوی ضیاء الحسن صاحب نے پچاس روپے بھیج دیے ہیں، اعظم گڈھ میں ہیں؛ وہ بھیج دوں گا۔ "سیاسیات" میں میرے خیالات آپ لوگوں سے الگ نہیں، لیکن اگر رسالہ کو چلانا ہے تو اس کو شجر ممنوعہ قرار دینا پڑے گا۔ الخیر کلہ لیس فی السیاسۃ، انما ھو نوع من الخیر، فترکہ لیس ترک الخیر کلہ۔ ہم کو ان ہی لوگوں کی مالی امداد حاصل کرنا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔ علوم و فنون، ادبیات و دینیات، اصلاح معاشرت و اجتماع و اخلاق کچھ کم وسیع میدان نہیں۔ مدارس اسلامیہ سے امداد حاصل کرنا بھی اسی اصول پر مبنی ہے، البتہ غلط سیاست کی تبلیغ و اشاعت سے احتراز لازم ہے۔

مولوی عز الدین صاحب اپنے مضمون کے عدم اشاعت سے بیحد خفا ہیں۔ وہ بڑے

نازک مزاج ہیں، ان کو خفا نہ کیجئے، ان کا مضمون چھاپ دیجئے۔ تحقی[1] صاحب والا مضمون اشاعت کے قابل نہیں۔ ایک ضروری اور مفید سلسلہ یہ بھی ہے کہ رسالہ کے ساتھ عربی کے نوادر رسائل قلمی تصحیح و تحشیہ کے ساتھ چھاپے جائیں۔ مولانا یعقوب بخش بدایونی سے میں نے اس کی تحریک کی ہے، ان کے پاس ریاضیات کے قلمی رسائل بہت سے ہیں۔ آپ بھی ان سے خط و کتابت کیجئے اور ندوہ کے کتب خانہ میں بھی دیکھیئے کہ ایسا کوئی رسالہ ہے، یا نہیں، اس میں ٹائیٹل وغیرہ لگا کر، فہرست دے کر، رسالہ بنا کر ملحقاً ڈھائی جزء کے اندر کر کے شائع کرنا چاہیئے۔

مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی[2] نے جو مجھے ڈانٹ بتائی ہے وہ آپ نے دیکھا، یہ ہے انسانی شرافت! اس کی برداشت کے لئے بڑا ظرف درکار ہے۔

معارف میں معرّی پر جو مضمون نکلا ہے بقلم قاضی اختر جونا گڈھی، یا آئندہ نکلے گا، اس کا ترجمہ 'الضیاء' میں کر کے شائع کیجئے۔

شرف الدین والوں کو بھی لکھیئے کہ بمبئی میں وہ آپ کی ایجنسی قبول کر لیں۔

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، حبیب گنج ضلع علی گڈھ کے نام رسالہ بھیجئے اور امداد کی درخواست کیجئے۔ والسلام

سید سلیمان

۲۱ رجون ۳۲ء

---

[1] احسان سامی حقی، غالباً شام کے رہنے والے، مسلم یونی ورسٹی میں اُستاذ تھے۔

[2] عبدالرزاق صاحب پر تبدیلی ۲۶ء۔ ۲۷ء میں شروع ہو چکی تھی۔ ۱۹۲۹ء کے بعد تو وہ کُھل کھیلے

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ میں اب اعظم گڈھ واپس آگیا ہوں۔ آپ کے خطوط ملتے رہے، اور حالات کا پتہ چلتا رہا۔ لیکن کی دیہاتی زندگی میں مسلسل جوابات نہ دے سکا۔ الضیاء کی رفتار اچھی ہے۔ ضرورت اور تکمیل مضامین کی ہے۔ مولانا شروانی نے آپ کے رسالہ پر مفصل تبصرہ لکھ کر بھیجا ہے، جس میں سب سے زیادہ محققانہ مضامین کی کمی کی شکایت کی ہے۔ ضرورت ہے کہ معارف قرآنی، نکات احادیث اور دوسرے علوم پر مضامین ہوں۔ اسلام اور ہندوستان کا مضمون مکمل نہیں ہے، ہنوز محتاج تکمیل ہے۔ شاید تین نمبر نکلے ہیں۔ "ہندوستان میں علم حدیث" والا مقالہ بھی قابل ترجمہ ہے۔

شروانی صاحب نے بھی پچاس کی امداد منظور کی ہے۔

اب تک اردو اخباروں میں آپ کے رسالہ پر ریویو نہیں نکلا ہے، اختر صاحب نے جو رسالہ الضوء بھیجا ہے، پہلے آپ اس کو میرے پاس بھیجئے۔ اس قسم کے رسالوں کی اشاعت میں سب سے اہم کام اس کا اڈٹ کرنا ہے۔ مصنف کے حالات جمع کیجئے، تصحیح کیجئے۔

اپنی ایک نظم جلد بھیجتا ہوں۔ ریاض حسن خاں خریدار ہو چکے ہیں، ان سے روپیہ خط لکھ کر منگوا لیجئے۔ میمن عبدالعزیز[1] صاحب سے مضمون کا تقاضا کیجئے۔ سیر الحوادث کی سُرخی رہنے دیجئے، اور سیاسی خبریں بدستور لکھئے، اس میں ہرج نہیں۔

---

[1] مولانا عبدالعزیز میمن، مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ — عربی زبان و ادب کے مشہور محقق۔

موقع ملا تو آؤں گا، اور اپنی آنکھ سے آپ کے کاموں کو دیکھوں گا۔ مالیات کا انتظام ابھی بدستور رہنے دیجیے۔

سید سلیمان، ۲۷ جولائی ۳۲ء

۱۶

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام، خط ملا۔ بہرحال صحت و حسن طبع کا لحاظ ضروری ہے۔ مولوی ضیاءالحسن صاحب کا خط آیا ہے کہ انھوں نے مدارس کو ہدایت کر دی ہے، اُمید ہے کہ اس کا اچھا اثر پڑے گا۔

مشکل الفاظ پر اعراب لگوایا کیجیے اور خصوصاً صحت کا بڑا لحاظ رکھیے، ورنہ طبیعت مکدّر ہوتی ہے۔

ایک رسالہ اس پتہ پر وی۔پی کیجیے: مولوی محمد عظیم الدین صاحب میر مدرس مظہر العلوم ہائی سکول امبور AMBUR، شمالی آرکاٹ، احاطۂ مدراس۔

کتب خانہ میں کتاب الاوائل ابو ہلال عسکری، تاریخ میں ایک کتاب ہے، اس میں تاریخ شعر و سخن میں یہ عبارت جہاں ہو یا اس کے ہم معنی وہ نقل کر کے بھیجیے: "اوّل من نظم الشعر الفارسی ابوالعباس بن <u>مفوذ</u> المروزی" مخطوط لفظ کو صحیح نقل کیجیے گا۔

ایک نمونہ کا پرچہ اس پتہ سے بھیجئے۔ مولانا اسماعیل صاحب، جامع مسجد اہل
حدیث، گوجرانوالہ۔

نمونہ کا پرچہ بدرخواست خریداری اس پتہ سے بھیجئے اور مضمون کی بھی درخواست کیجئے
:- مولانا عبدالوہاب دہلوی تاجر السویقہ مکۃ المکرمۃ۔
مضمون مرسلہ کا بالائی حصہ اس وقت نہیں ملتا۔ البیان میں چھپا تھا۔

والسلام سلیمان ۱۰/اگست ۱۹۳۲ء

۱۷

اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم، کارڈ ملے، گذشتہ رسالہ ملا، سابق سے بہتر تھا۔ لوح پر لفظ الضیاء
کا خط پہلا سب سے بہتر تھا، وہی نمونہ رہے۔ یعنی پہلے نمبر کی لوح پر جو لکھا تھا۔
۲۔ غلطیوں کا تدارک نہ ہو سکا، صف۔ پر دیکھئے خمسۃ مشترک کس قدر مضحکہ خیز ہے
۳۔ مقالہ الضوء بھیجتا ہوں، صحیح چھپے، خط اچھا ہو۔
شروع میں مقدمہ ہو، جس میں ابن الہیثم کا حال، اس کی تصانیف کا ذکر، اور
پھر اس کے رسالہ کا حال ہو، اور ڈاکٹر صاحب اس پر جو کچھ لکھیں۔
امید ہے کہ ستمبر کے اواسط میں آئیں

تقریظ شروع کیجئے تو کتابیں ہند و بیرون ہند سے آئیں گی۔ رسالہ مستشرقین کے نام بھی جانا چاہیئے۔ والسلام

اب خریداری نمبر کیا ہے؟ الادیب[1] سے مناظرہ موقوف کیجئے۔

سلیمان ، ۳۰ر اگست ۱۹۳۲ء

۱۸

اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ السلام علیکم

میں نے اب تک جواب نہیں دیا کہ خود آنے کا قصد رکھتا تھا ، مگر ایک ضرورت سے آج وطن جانا پڑتا ہے۔ اب انشاء اللہ ۲۱ ماہ حال کو آؤں گا۔

آپ نے جو تجویز سوچی ہے کہ سال دس ماہ کا ہو اور دو ماہ کے بدلے کوئی کتاب دی جائے مجھے پسند ہے ، اس پر عمل کیجئے اور اس کا اعلان چند ماہ کیجئے۔

میرے پاس تاریخ ہند مولانا عبدالحی مرحوم کے ۵۰۰ صفحے ٹائپ میں چھپے ہوئے رکھے ہیں۔ صرف چند صفحوں کے لیئے ڈاکٹر عبدالعلی روتے ہیں۔ اگر وہ راضی ہوں[2] تو انہیں کو

---

[1] انھیں دنوں حضرات شیعہ (لکھنؤ) نے بھی عربی زبان میں ایک رسالہ (الادیب) نکالنا شروع کیا تھا

[2] وہ راضی نہ ہوئے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ غلطیوں سے بھرپور کتاب منظر عام پر آئے۔

پورا کر کے چھاپ دیا جائے ۔ اس میں کافی غلطیاں ہیں ، ان کا غلط نامہ لگا دیا جائے ، اس طرح آپ کو کچھ بچ رہے گا ۔ والسلام

سید سلیمان ۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء

۱۹

دارالمصنفین ، اعظم گڈھ

برادرم سلمہ

السلام علیکم ، کتابیں دارالمصنفین سے اپنی ذمہ داری پر بھجوا دیتا ہوں ، فروخت شدہ رقم آپ ہر یکم ماہ کو دفتر میں بھیجتے رہیئے ، کمیشن منہا کرنے کے بعد ، تفصیل ہمارے دفتر سے معلوم ہوگی ۔

ایک بات خیال میں آئی ہے ، آپ اس سال اگر کوئی نیا رسالہ شائع نہ کریں ، بلکہ 'امعان فی اقسام القرآن' ہمارے ہاں سے ڈیڑھ سو خرید کر خریداروں کو بھیج دیجئے ، آپ کو فی نسخہ ۸ ر کے حساب سے دیا جائے گا یعنی ، پچھتر روپے میں ڈیڑھ سو نسخے مل جائیں گے ، جو آپ کے خریداروں کے لئے کافی ہیں ۔ اگر کوئی دوسری کتاب آپ اس وقت چھپوائیں گے تو سو سوا سو لگ جائیں گے ۔ 'امعان' کی لوح کے آخری صفحہ پر ایک چٹ چھپوا کر لگا دیجیئے گا کہ یہ الضیاء کے دو ماہ کے مبادلہ میں شائع کیا جاتا ہے ۔

'امعان' ابھی ہندوستان میں شائع نہیں ہوئی ہے ۔ اپنی رائے سے جلد مطلع کیجئے ۔ سید سلیمان
۳ نومبر ۳۲ء

۲۰

اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ

السلام علیکم ۔ میں انشاء اللہ ۲۳ کی شام کو لکھنؤ پہنچوں گا اور ندوہ میں قیام کروں گا۔

طلبائے قدیم کے جلسہ کی وجہ سے لاہور کی انجمن خدام الدین میں شرکت سے باز رہا۔

مولانا سید علی صاحب زینبی کے پاس خیام کا ایک قلمی رسالہ اور ایک جلد رباعیات خیام ہے بشاید مولانا کے کالج میں تعطیل ہو جائے ۔ بنا بریں فوراً جا کر مولانا سے یہ دو نوں چیزیں لے لیجئے ، اور میری طرف سے کہیئے کہ اگر وہ لکھنؤ رہیں تو ۲۴ کو کسی وقت رسالہ پر ان سے گفتگو کر لوں ۔

والسلام

سید سلیمان ۲۱ دسمبر ۳۲ء

۲۱

شبلی اکیڈمی ۔ دار المصنفین ، اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ۔ دسواں رسالہ شائع کرنے کے بعد فنڈ میں کیا باقی رہتا ہے؟ اس سے مطلع کیجیئے ، یہ دو ماہ آپ علاوہ اور کاموں کے رسالہ کے پروپیگنڈے میں صرف کیجیے ، آپ کے پیچھے میں رسالہ کی ڈاک اور وی ۔ پی کا کام کون کرے گا؟ اس کا انتظام کر کے ہٹنا ہوگا۔

آئندہ سال کے لئے اشتہار ایسے اخباروں میں مبادلہ کے طور پر بھیجئے۔ بہار میں جاکر مولانا، مبارک کریم صاحب سے ملئے، اور اجرائے رسالہ کی کوشش کیجئے، کیونکہ آئندہ سال پھر امداد کا ملنا غیر متوقع ہے۔ اب خود دست و بازو کو حرکت دینا ہوگی۔

مولانا شروانی کا خط آیا ہے کہ "الفیلسوف الفارسی الکبیر" کا ایک نسخہ ان کے کتب خانہ کے لئے منگوا دیجئے۔

میں فروری کے بیس تک لکھنؤ کا قصد کرتا ہوں۔

ابھی تک مکان کا ارادہ نہیں۔ مارچ میں اعظم گڈھ رہوں گا، اواخر مارچ میں علی گڈھ و دہلی تک سفر کرنا ہے۔ آپ قرآن پاک کے سیاق و سباق پر غور کرتے رہیے اس سے مشکل حل ہوگی، انشاء اللہ۔ آپ آسکتے ہیں۔

والسلام سید سلیمان ۹ر فروری ۱۹۳۳ء

۲۲

دار المصنفین، اعظم گڈھ۔ یوپی

عزیز محترم بد اکم اللہ للخیر

اسلام علیکم۔ آپ کے خطوط آتے رہے۔ "الضیاء" کا حال معلوم ہوتا رہا۔ ہمت سے چلاتے رہو۔ ایک ڈی۔ پی مولوی ریاض حسن خاں صاحب اگزی بیشن روڈ، پٹنہ کے نام سے کردو، میں ان سے وعدہ لے چکا ہوں۔

علم الحدیث والا مضمون بھیجتا ہوں، یہ صاحب[1] الذی کو ہمیشہ اللذی لکھتے ہیں تنبیہ کیجیے۔ اس کے ساتھ مولانا شروانی کا ایک اردو مضمون بھیجتا ہے، اس کی عربی کر کے قاضی عبدالمجید صاحب قریشی دفتر سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور بجلد بھجوا دیجیے۔ عبارت صاف و رواں ہو۔ آپ لوگوں کے قلم میں مذہبی مضامین کی ادا میں احتیاط اور ادب نہیں ہوتا۔ رسول الوحدۃ[2] کے مضمون کا بھی یہی حال ہے۔ غلطیوں کے علاوہ انبیاء کرام کی نسبت لکھ دیا ہے کہ عصمت علیہم، کس درجہ گستاخی ہے۔

گرمی کے سبب کام سے اکتاتا ہوں، گذشتہ سال سے گرمی کو ماننے لگا ہوں، اور اب ان دنوں کام نہیں ہوتا۔ آخر تقاضائے عمر بھی کوئی چیز ہے۔

والسلام سید سلیمان

۲۴ مئی ۱۹۳۳ء

---

[1] اشارہ مولانا ابو اللیث ندوی اصلاحی کی طرف ہے، جو مقالہ 'علم الحدیث' کا ترجمہ کر رہے تھے اور اس وقت دارالعلوم کی آخری جماعت میں زیر تعلیم تھے۔

[2] 'رسول وحدت'، مکتوب نگار کا مشہور خطبہ ہے، جس کا ترجمہ محمد ناظم صاحب ندوی کے قلم سے 'الضیاء' میں شائع ہوا تھا۔ محمد ناظم صاحب غالباً اس وقت دارالعلوم کا آخری امتحان دے چکے تھے۔

۲۳

دارالمصنفین، اعظم گڈھ (یو۔پی)

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ رسالۃ الضوء لابن ھیثم موصول ہوا۔ قاضی صاحب[1] (مُرسِل) سے یہ دریافت کیجیے کہ اس کی اصل کہاں ہے اور کب کی لکھی ہوئی اور کس کی لکھی ہوئی، غرض یہ کہ اصل نسخہ کا حال و مقام ان سے منگوائیں تاکہ اس کا استناد ظاہر ہو۔

ایک اور سلسلۂ مضمون بھیجتا ہوں، یہ مضمون بھی نظم کی طرح بہت پُرانا ہے اور پوری کتاب ہے۔ پرچہ بہت غلط چھپتا ہے۔ اس کی بڑی شکایتیں ہیں، نیز مطبع میں اصلاح کی ٹھیک نہیں ہوتی، جابجا سیاہی اور داغ دھبے ہیں، صفائی نہیں، خط جلی نہ ہونے دیجیے۔ چند خط بھیجتا ہوں۔ ابھی ملیبار والوں کو خبر نہیں؛ اُدھر اشتہار و اعلان کی صورت پیدا کیجیے۔ اخبارات میں سے انقلاب اور ملت کو ریویو کے لئے باصرار لکھیے اور یوں کہیے کہ آپ ہی کی امداد سے یہ کام انجام پاسکتا ہے۔ مدینہ کو بھی لکھیے اور بہتر ہو کہ یوں کیجیے کہ خود کسی کی طرف سے ریویو مختصر لکھوا کر بھجوا دیجیے کہ شائع کر دیں۔ الجمعیۃ کو پُرزور طریقہ سے لکھیے، امارت پھلواری کو لکھیے۔

ایک رسالہ مولوی محمد علی صاحب گرہست مئو ضلع اعظم گڈھ کے نام ذاتی وی پی کیجیے۔ اسی طرح مولانا ابوبکر صاحب جونپوری کے نام پہلے ایک کارڈ لکھ کر جونپور کے پتہ سے روانہ کیجیے۔ میں اس ضمن میں ٹائپ کا ایک مطبع بھی چاہتا ہوں۔ لکھنؤ میں سکنڈ ہینڈ ٹائپ دستی

---

[1] قاضی احمد سجاد اختر جوناگڈھی

پریس تلاش کیجئے، شاید کہیں سستا مل جائے۔

آج نمبر خریداری کیا ہے؟ جب سو خریدار ہو جائیں تو آپ پانچ اور بڑھالیں۔

ہمارے طلبہ نے خریدا یا نہیں؟

سلیمان

۲۴

دفتر دارالمصنفین، اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

خط ملا، رسالہ کی ترقی کا حال سُن کر خوشی ہوئی۔ ضرورت ہے کہ دوسرے کے لکھے ہوئے مضامین پر آپ خود بھی نظر ثانی کریں۔ اس باب میں سہل نگاری درست نہیں۔

آپ نے پانچ روپیہ کا اضافہ کیا، مگر یہ ساٹھ روپے آپ کہاں سے لائیں گے؟

یہ سُن لیجئے کہ میں نے سالہا سال تک الندوہ کو اس طرح چلایا ہے کہ چپراسی کے کام سے لے کر اڈیٹری تک کا کام تنہا انجام دیا ہے، اور آپ ایک ہی سال میں معاون کی تلاش کرنے لگے۔ بہرحال آپ جو کر چکے اس کا علاج یہی ہے کہ خریداری کے لئے مزید کوششیں

۱ؔ الحمد للہ، کہ عاجز نے بھی مسلسل چار سال تک رسالہ "الضیاء" کے سارے کام تن تنہا انجام دیئے۔ خود ہی اڈیٹر اور خود ہی چپراسی اور کلرک بھی — اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس ابتدائی جفاکشی نے سیرت کی تعمیر میں بہت مدد دی۔

کیجئے۔ ابھی سے مصر و شام میں حصولِ نام کی سعی میں اپنے پرچہ کے کاموں میں تساہل، آپ کی اس غرض کو بھی نقصان پہنچائے گا۔

دنیا میں صرف پالیٹکس ہی کوئی چیز نہیں ہے، ابھی تک آپ نے خود الشعر الجاہلی کے علاوہ 'الضیاء' میں کوئی مضمون لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ابھی راستہ منزل کا دور ہے، ابھی سے کمر کھولنے کی تیاری ہلاکت ہے۔

خوشخبری یہ ہے کہ نواب سر مزمل اللہ خان بہادر نے سو روپیہ کا چک اور نواب صدر یار جنگ نے ۵۰ کا چک آپ کے رسالہ کے لئے بھیجا ہے۔ اس طرح تین مہینے کا یہ سامان اور ہو گیا۔ یاد رکھو لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔

الضیاء کا ایک پرچہ ذیل کے پتہ پر بطور نمونہ بھیج دیجئے۔

M.K. KUNHAMOO SAHEB

SUB REGISTRAR

TALI PARAMBA (N. MALABAR)

سلیمان، ۶ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ

؎ راقم نے 'العرب' (ہفتہ وار) فلسطین میں ہندوستانی سیاسیات پر ایک سلسلہ مضامین شروع کیا تھا۔ استاذ مرحوم طلب علم کے ابتدائی عہد میں چھپنے چھپانے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

دار المصنفین، اعظم گڈھ، یوپی

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ کچھ اپنی رباعیاں بھیجتا ہوں۔ نیمی[1] ضلع پٹنہ کے ٹائپ پریس کا نمونہ بھیجتا ہوں۔ یہ تو کچھ اچھا نہیں۔

۱۔ رسالہ کے مضمون کے لئے آپ اس پتہ سے خط وکتابت کیجئے۔

ڈاکٹر ہمدانی، پروفیسر اسماعیل کالج، آندھری، بمبئی۔

یہ نسلاً عرب ہیں اور مذہباً اسماعیلی ہیں۔ اور انگریزی کے گریجویٹ اور پی ایچ ڈی ہیں۔ ان سے ان کا وہ مضمون مانگو جو انھوں نے دائرہ معارف اسلامیہ لاہور میں پڑھا تھا، اور میرا حوالہ دو۔ کل کے کارڈ میں ایک خریدار کا پتہ بھیجا گیا ہے۔

۲۔ صحت کی پوری کوشش کیجئے، غلط چھپتا ہے، اس کا علاج یہی ہے کہ دو تین بار دیکھا جائے۔

۳۔ مولانا حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی تبرک مولوی امین صاحب سے مانگو اور تقاضا کرو۔

۴۔ ہر ماہ میں عالم اسلامی پر ویسا تبصرہ ہو جیسا جامعہ میں ہوتا ہے، اور دوسرے باب میں ہندوستان پر۔ نمونہ جامعہ کے ابواب کا ہے۔ کاشغر وچین پر اس مضمون کا ترجمہ کردو

---

[1] مشہور عالم وادیب شوق نیموی عظیم آبادی کا وطن۔ غالباً ان کے صاحبزادے عربی ٹائپ پریس لائے تھے۔ مرحوم کا نایاب کتب خانہ ۱۹۴۶ء تک محفوظ تھا۔ نومبر ۱۹۴۶ء کے کشت وخون میں یہ انمول موتی بھی لٹ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جو جامعہ میں بدرالدین چینی نے لکھا ہے ۔ یا چینی اسلام پر ان سے مضمون لکھواکر ترجمہ کراؤ ۔ کاشغری[1] تو اس باب میں لاشئ محض ہیں ۔ والسلام

سید سلیمان یکم اگست ۱۹۳۳ء

۲۶

دارالمصنفین ، اعظم گڈھ (یو۔پی)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ۔ آپ اپنے مختصر سفر سے واپس آگئے ہوں گے ۔ حسب الطلب مولانا شبلی مرحوم پر ایک مقالہ محررہ مولوی عبدالسلام صاحب جاتا ہے ۔ عربی کے لحاظ سے اس میں الفاظ اور فقروں اور مطالب کا ردّ و بدل یا غیر ضروری امور کا حذف کیا جاسکتا ہے ، اور تعریب کے بعد یہ اصل اُردو مجھے واپس کر دیا جائے ۔

آپ گھبراتے ہیں السّعی منّی والاتمام من اللہ پر عمل کیجیے ۔ اس سال کے خریداروں کے پاس دو ماہ کے معاوضہ میں " زیادات متنبّی " والا رسالہ تقسیم کر دیجیے گا ۔

خریداروں سے سہل زبان میں دوسرے لوگوں کو خریدار بنانے کی تحریک رسالہ میں کیجیے ، بلکہ اُردو میں لکھ دیجیے تاکہ ہر شخص سمجھ سکے ، کہیں حاشیہ میں جہاں جگہ ملے ۔ اور اس کو

---

[1] محب مکرم مولانا عبدالرحمٰن کاشغری ندوی (سابق ادیب دارالعلوم ندوہ)

چند مہینے متواتر جاری رکھیے۔

حدیث والا مضمون شبیر محمد[1] صاحب کے پاس بذریعہ ڈاک بھیج چکا ہوں، انھوں نے لکھا تھا کہ نہیں پہنچا۔ دریافت کیجئے کہ اب بھی پہنچا یا نہیں؟ یہاں سے بھیجے دو ہفتے ہو گئے۔

اب اس وقت رسالہ کی تحویل میں کس قدر رقم ہے؟ والسلام

سید سلیمان ۲۱ر ستمبر ۱۹۳۳ء

۲۷

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

افسوس ہے کہ شبیر محمد صاحب کا مضمون ڈاک میں ضائع گیا، میں نے بتایا تھا اس میں اغلاط کافی تھے۔ ایک غلطی ضروری الاصلاح یہ ہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا نام تلامذہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے کاٹ کر، شاہ ولی اللہ صاحب کے تلامذہ میں داخل کیا جائے۔

عربی عبارت پر آپ خود نظرِ اصلاحی ڈالیے، اور چھپنے کو دے دیجئے، مولانا شبلی والے مضمون کو بحیثیت مواد اپنے سامنے رکھیے اور آپ خود لکھیے اور ان کی شان کے مطابق

---

[1] مولانا ابوالللیث اصلاحی ندوی۔ ان کا اصلی نام شبیر محمد تھا۔ "الضیاء" کے زمانے میں نام کی تبدیلی ہوئی۔ عربی رسالے میں اردو نام نہیں کھپتا تھا۔

لکھیے :۔ الضیاء کے قبضہ میں ماسہ روپلے ہیں تو گویا دوماہ کا سامان ہے۔ سوا سو
کی ضرورت اور پڑے گی۔ خدا کرے کہ ۵۰؍۱ روپلے بھی خریداروں سے آپ کو اور مل جا
رسالہ متنبی[1] ممکن ہے کہ آپ کو کم قیمت پر مل جائے یا یوں ہی مل جائے۔

والسلام

سید سلیمان ۲۶ ستمبر ۳۳ء

مولوی مسعود علی[2] صاحب اس دفعہ تمہارے اور ناظم کے بہت مداح ہیں۔ میں اکثر
کہا کرتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ محمود بننا مشکل نہیں، ایاز بننا مشکل ہے۔ اپنی "ایازی" صفت
کو قائم رکھیے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۶ ستمبر ۳۳ء

۲۸

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

مولوی مسعود عالم صاحب ندوی

وعلیکم السلام، خط ملا۔ آپ کے لیے نظم کا ایک صفحہ بھیجتا ہوں۔ مضمون مطلوب پر

---

[1] زیادات فی دیوان المتنبی' کے نام سے ایک مختصر سا رسالہ عبدالعزیز میمن صاحب کا دارالمصنفین کے اہتمام سے مصر میں چھپا تھا۔

[2] مولانا مسعود علی ندوی، مینیجر دارالمصنفین۔ اس وقت ندوہ کی مسجد تعمیر کرا رہے تھے اور وہیں قیام تھا۔

نظر ثانی کی اس وقت فرصت نہیں، آپ لاہور مولوی احمد علی صاحب کے پاس جا سکتے ہیں۔
میں قیاس کرتا ہوں کہ ان کا قرآن سیاسی ہے۔ آپ مولوی علی صاحب سے دریافت کر لیجیے۔
اگر آپ جاتے تو اچھا ہوتا کہ علاوہ درس کے لوگوں سے آپ کی ملاقاتوں کا دائرہ وسیع ہوتا۔
جی ہاں یہ دو نجاشی تھے، دیکھو صحیح مسلم جلد دوم باب کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الملوک،
پھر بھی یہ واقعہ قابلِ تحقیق ہے۔

لقد تأملت الطرق الکلامیۃ الخ یہ عبارت ابن تیمیہ نے اپنی تصنیفات میں کئی جگہ نقل کی ہے، مثلاً کتاب العقل والنقل لابن تیمیۃ (المسمی بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول) برھامش منہاج السنۃ لہٗ، جلد اول ص ۹۰۔ یہ امام رازی کا قول ہے اور ان کی کتاب اقسام اللذات سے مقتبس ہے۔ علامہ موصوف نے رازی کی اس عبارت کو اپنے رسائل اور کتاب الرد علی المنطقیین میں بھی نقل کیا ہے۔

میرے ہاں آپ جب چاہیں آ سکتے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۷ شعبان ۱۳۵۲ھ

---

[۲۵] علی میاں (مولانا ابوالحسن ندوی) لاہور ہو آئے تھے اور انھیں کی زبانی تعریف سن کر راقم کو خیال پیدا ہوا تھا، لیکن یہ عملی جامہ نہ پہن سکا۔

۲۹

دار المصنفین، اعظم گڈھ یوپی

برادر عزیز سلّمکم اللہ تعالیٰ

خطوط ملتے رہے، یہ رقم غالباً جمال الغزی[1] کی تحریک پر بھیجی گئی ہوگی۔ وہ حج کے مبلغ و داعی ہیں۔ بہرحال اس سے موجودہ ضرورت عین وقت پر پوری ہوئی۔ وللہ الحمد۔ الضیاء کے ساتھ کچھ اللہ تعالیٰ کی امداد شامل معلوم ہوتی ہے۔ شکریہ کے جواب میں کوئی وعدہ نہ کیجیے گا، بجز اس کے کہ الضیاء حق کی خدمت اور صدق کی تائید کے لیے ہمہ وقت تیار ہے اور رہے گا۔ حج کے لیے اب آپ کیا کر سکتے ہیں، دو ماہ تو آپ کی چھٹی کے ہیں۔ اب آئندہ سال حج کا اعلان دو چار پرچوں میں نکال دیجیے گا۔

میں ۲۱ کو دہلی جا رہا ہوں۔ جامعہ میں ڈاکٹر ذہبی کی ایک تقریر ۲۲ والی میں صدارت ہوگی ۲۰ کی شام کی گاڑی سے کانپور ہو کر جاؤں گا۔ جاتے ہوئے ٹھہرنے کا موقع نہیں۔ اسٹیشن اگر آ سکتے ہوں تو ملاقات ہوگی۔

ہلالی[2] صاحب کے استعفے کا افسوس ہے، اب آپ ہی لوگوں کو کرنا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء

---

[1] ایک ترکی فوجی افسر انور پاشا مرحوم کے رفیق خاص ہونے کے مدعی تھے۔ ان دنوں سعودی حکومت کی طرف سے دعوت حج پر مامور تھے۔ لکھنؤ بھی تشریف لائے تھے اور بار بار ملنا ہوا تھا۔ غالباً ان کی تحریک پر الضیاء کو سعودی حکومت کی طرف سے سو روپے سالانہ چندہ بھیجا گیا تھا، جو دوسرے ہی سال ایک سخت تنقید لکھنے پر بند بھی ہو گیا

[2] استاذ محترم ڈاکٹر محمد تقی الدین الہلالی، جو ۱۹۳۰ء کے اواسط سے ۱۹۳۳ء کے آخر تک دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عربی

۳۰

اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام۔ مجھے آپ کی تجویزوں سے اختلاف نہیں۔ عراق[1] کا خیال مجھے بھی آیا کرتا ہے۔ انشاءاللہ : زندگی ہے تو فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا۔

'الضیاء' کے لیے اس وقت کوئی مضمون پیش نظر نہیں۔ آپ جب جائیں تو میرا مضمون جہازرانی اور عرب مجھے رجسٹرڈ واپس بھیجتے جائیں۔

'الضیاء' کے لئے سر مزمل اللہ خاں اور نواب صدر یار جنگ سے اشارۃً تحریک کی ہے۔ کیا مولوی ضیاءالحسن صاحب نے موعودہ چندہ ادا کیا؟

شیر محمد صاحب سے کہیئے کہ اس وقت کسی طویل جواب کی زحمت اٹھانے سے معذور ہوں۔ مئی اور جون میں وطن جاکر آرام اٹھانے کا خیال ہے۔ بیمار ہو گیا تھا، اب اچھا ہوں۔

مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی کی بیماری کے متعلق کچھ علم ہو تو اطلاع دو۔ والسلام

سید سلیمان ۲۱ر اپریل ۱۹۳۴ء

---

[1] راقم اُن دنوں عراق جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ استاذ محترم ہلالی صاحب وہیں مقیم تھے۔ مگر پاسپورٹ نہ مل سکا۔

۳۱

دفتر دار المصنفین ، اعظم گڈھ

نمبر ۵۱۳۶ مورخہ ۲ر اگست ۱۹۳۷ء

برادرم سلمہ السلام علیکم

آپ کا خط پہلے آیا تھا اور رسالہ آج پہنچا ، رسالہ کی چھپائی بالکل ناصاف ہے ، مطبع پر تاکید کرنی چاہیئے ۔

یہ سُن کر خوشی ہوئی کہ علی میاں[۱] آ گئے ۔ الضیاء کے سنو روپے یہاں رکھے ہیں ۔ نواب مزمل اللہ خاں صاحب کا عطیہ ہے ۔ مولوی کلیم احمد صاحب کے نام کل چیک بھجوا دوں گا ، اُن سے لے لیجیئے گا ۔

میں گو ۱۶ جولائی کو یہاں پہنچ گیا تھا لیکن بچہ کی علالت کی وجہ سے پریشان تھا ۔ اب اچھا ہے ۔ والسلام

سید سلیمان

---

[۱] پروگرام یہ تھا کہ میرے قیام عراق کے دوران میں علی میاں 'الضیاء' کے انچارج رہیں گے اور دار العلوم میں بھی تدریس کا کام سنبھال لیں گے ۔ میرا تو جانا نہیں ہوا ، لیکن علی میاں مستقل طور پر ندوہ آ گئے اور اب تو انھیں کے دم سے اس کی بہار ہے ۔

۳۲

اعظم گڈھ

عزیزم سلّمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام۔ آپ کے خطوط ملے۔ میں انشاءاللہ ۱۶ کی شام کو لکھنؤ پہنچوں گا اور دو روز ندوہ میں رہوں گا۔ ایک روز کے لئے ۱۹ کو بجنور جانا ہے اور پھر واپس آنا ہے۔ آپ کے سوالات کا جواب بالمشافہ دوں گا۔

نواب صدر یار جنگ کو انفیاء کے لئے پھر یاددہانی کی ہے۔ پھر وعدہ کیا ہے۔

۴ار نومبر کو الٰہ آباد جاؤں گا تو ضیاءالحسن صاحب کو بھی پکڑوں گا۔

مولوی حافظ عمران خاں صاحب[1] سے میری آمد کا ذکر کر دیجئے، اور ناظم صاحب کو بھی خبر ہو جائے۔ والسلام سید سلیمان ۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۶ء

حافظ عمران خاں صاحب سے کہہ کر حسب ذیل پتہ سے ایک دستور العمل و نصاب دارالعلوم بھجوا دیجئے:۔

منشی حمید اللہ صاحب قدوائی، سب رجسٹرار تحصیل ایتھی راج، ضلع سیتاپور۔

---

[1] حافظ عمران خاں صاحب ندوی ازہری بھوپالی، اس وقت دفتر دارالعلوم کے منصرم تھے۔

۴۳

اعظم گڈھ

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم۔ خط ملا، حالات معلوم ہوئے۔ مولانا شروانی صاحب سے پھر تقا
کیا ہے۔ مولوی ضیاء الحسن صاحب نے ہر دو سال گذشتہ وموجودہ کا چندہ ۳۵ء میں جنور
سے مارچ تک دینے کو کہا ہے۔ غرض ڈیڑھ سو کا وعدہ میرے پاس ہے۔

ضرورت یہ ہے کہ آپ اپنے آئندہ رسالہ میں حج کی ضرورت واہمیت مذہبی دسیا
وبین الملّی پر ایک مضمون الضیاء میں چھاپیں، شاید اُدھر سے امداد ملے۔

مطبع والے کیا دو تین ماہ صبر نہ کر سکیں گے، آپ کا ابھی اتنا بھی اعتماد نہیں؟

۲۵ کو علی گڈھ میں کورٹ کا پھر اجلاس ہے۔ مولوی مسعود علی صاحب اور میں بھی شر
ہوں گا۔ شاید ۲۲ کو لکھنؤ پہنچوں۔

کاشغری صاحب اگر اپنے رسالہ کی چھپائی میں نصف کی شرکت کریں تو اُس کو چھاپئے
آپ کے پاس سرمایہ ہوتا تو آپ ہی کو کہتا کہ اپنا اطروحہ[1] چھاپ دیجیے۔

والسلام

سید سلیمان ۹ر نومبر ۳۴ء

---

[1] اطروحہ عربی میں (THESIS) کو کہتے ہیں۔ اشارہ مکتوب الیہ کے مقالہ "تاثیر الاسلام فی الشعر
العربی" کی طرف ہے، جو اس نے تکمیل ادب کے امتحان میں پیش کیا تھا اور جس کا ذکر اوپر آچکا ہے

۳۴

دارالمصنفین ، اعظم گڈھ یوپی

برادرم سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ، خط ملا - پچاس روپے کا چک انشاء اللہ شروانی صاحب کے یہاں سے اس مہینہ وصول ہوگا ، وہ بھیجا جائے گا۔

مولانا حمیدالدین صاحب کی تفسیر فیل کا مسودہ میرے پاس ہے جس کا حجم ۵۰ صفحوں کا ہے اگر مناسب ہو تو اس کو شائع کیا جائے۔

دو خط بھیجتا ہوں ، ان دونوں پر الگ الگ لفافے لکھ کر بدرالدین[1] صاحب کو دے دیجیے اور اگر چلے گئے ہوں تو ان کے پاس بھجوا دیجیے۔

رسالہ اچھا تھا مگر اغلاط بہت تھے۔

حج والے مضمون کی تلخیص کے بجائے پرزور ترجمہ ہوتا تو [اچھا ہوتا]، شاید جگہ کم رہی ہو۔ والسلام

سید سلیمان ۲ رمضان ۵۳ھ

---

[1] بدرالدین چینی ندوی بی اے (جامعہ) مزید طلب علم کے لیے مصر جارہے تھے۔ استاذ مرحوم نے سید رشید رضا مرحوم اور محب الدین الخطیب کے نام تعارفی خطوط دیے تھے۔

۳۵

اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم. چند روز ہوئے کہ "امرِ معلوم" بخیر و خوبی انجام پا گیا۔ اب سب لوگوں کی خواہش یہ ہے کہ آپ اس بقرعید میں گھر آئیں. مولوی مسعود علی صاحب کہتے ہیں کہ آئیے اور دو ایک روز یہاں بھی ٹھہریئے۔

مولوی مسعود علی صاحب کے ایک عزیز سخت بیمار ہیں، نمونیا ہے۔ مولوی صاحب پر اس کا بے حد اثر ہے۔ دو چار روز ہوئے کہ مولوی صاحب کو غش بھی آگیا تھا۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔

اگر مدرسہ کے اور رسالہ کے کام میں کوئی حرج نہ ہو تو آپ کے سفر سے اختلاف نہیں ضیاءالحسن صاحب کو خط لکھتا ہوں۔ باقی باتیں زبانی ہوں گی۔ والسلام

سلیمان ۲۷ فروری ۱۹۳۹ء

۳۶

اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم. خیریت ہے۔ رواداری میں یہ کہنا بھول گیا کہ نواب مزمل اللہ

خاں بہادر کے بخیریت سفرِ حج سے واپسی پر 'الضیاء' کی طرف سے مبارکباد دیجئے اور ساتھ ہی حسن تلمیح کے ساتھ یہ بھی لکھیے کہ محرم سے نیا سال شروع ہوگیا۔ 'الضیاء' کی روشنی صرف آپ کے انوارِ کرم سے ہے۔ اُمید ہے کہ اس کی سالانہ امداد جلد عنایت ہوگی تاکہ اوائل سال کی دقتیں رفع ہوں، شاید سید سلیمان نے آپ کو یاد دہانی کی ہو۔

والسلام

سید سلیمان ۲۵ / اپریل ۱۹۳۵ء

۳۷

دار المصنفین، اعظم گڈھ (یوپی)

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام، میری مصروفیت اور آج کل گرمی کے سبب سے اوقات کار کی تحدید نے بہت سے کاموں سے معذور کر رکھا ہے۔ آپ کے لئے روپیہ کی فراہمی کی درخواستیں دو دو جگہ کر رکھی ہیں، نواب مزمل اللہ خاں کو میں نے خود بھی لکھا ہے۔ جواب کا انتظار ہے۔ دیر یا سویر روپیہ ضرور ملے گا، البتہ آپ کی تکلیف کا خیال ہے۔ آپ نے "تھوڑی بہت رقم" کی تعدادی تصریح کر دی ہوتی، تو میں ہی ہمت کر جاتا۔

سید صاحب کی شہادت کے بعد ۵۷ء کے غدر تک دلی میں مناظروں کی گرم

بازاری رہی، جس سے اہل حدیث اور احناف دو ٹولیوں میں بٹ گئے اور احناف میں پھر خیرآبادی و بدایونی ایک طرف اور علمائے حق دوسری طرف تھے۔ تفویۃ الایمان اور مولانا اسماعیل صاحب کی تکفیر مابہ البحث رہی۔

سید صاحبؒ کے خلفاء میں سے ایک مشہور بزرگ مولانا ولایت علی صاحب صادق پور پٹنہ میں تھے۔ وہابیوں نے حجاز میں آکر لوگوں کے خلاف جو لڑائیاں لڑیں اور ترکوں کی طرف سے محمد علی پاشا خدیو مصر نے جس میں انگریز افسر بھی شامل تھے، وہابیوں کا قلع قمع کیا، اس وقت یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ وہابی کے معنی یہ ہیں کہ جو حکومت کے خلاف بغاوت پھیلائے۔ چنانچہ غدر کے سلسلہ میں وہابیوں کی دھر پکڑ شروع ہوئی۔ اس کا کچھ ذکر آپ کو حیات جاوید حالی میں ملے گا۔

سیّد صاحب کے اہل قافلہ شکست کے بعد کچھ اسلامی ریاستوں ٹونک اور بھوپال میں واپس آگئے اور زیادہ تر سرحد پار علاقہ آزاد میں رہ گئے اور اب تک ہیں۔ ان کو مجاہدین کہتے ہیں۔ اور چمرقند ان کا مرکز ہے۔ مجاہدین کی مدد کے لئے وہابی گروہ ہند نے جابجا مرکزی شہروں میں امام و امیر بنائے، ان کے پاس زکوٰۃ کے روپے جمع ہوتے، مجاہدین کے نقیب نمائندے پھر پھر کر ان رقوم کو دست بدست مرکز امامت تک پہنچاتے۔ اس کا سلسلہ مولانا عبدالعزیز[1] صاحب رحیم آبادی تک باقی رہا، پھر جاتا رہا۔ اب اس کی کوئی منظم شکل نہیں۔

---

[1] مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (ف سنہ) دور آخر میں بڑی منتظم ہستی تھی۔ آپ کی موت سے تحریک تجدید و جہاد کی بساط الٹ گئی۔ پھر ویسا منظم کام نہ ہو سکا۔ رحیم آباد ضلع دربھنگہ (بہار) میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

گو مجاہدین کا گروہ اب بھی سرحد پر موجود ہے اور کچھ کرتا رہتا ہے۔ اور چندے بھی پاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک جو جہانگیر کے عہد میں تھے، ہندوستان میں یا خشک فقاہت یا تر دامن مشرکانہ تصوف کا رواج تھا۔ ہمایوں کے ایرانی داخلہ اور صفویہ کی محبت نے شیعیت کا رنگ پیدا کر دیا۔ اکبر نے ہندویت کو آمیز کر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے ان سب بدعات کا مقابلہ کیا۔

مجدد صاحب سے پہلے بعض اور مصلحین، اکبر سے پہلے پیدا ہوئے جن میں مشہور نام سید محمد جونپوری مدعی مہدویت کا ہے۔ اس سے بھی پہلے سلطان محمد تغلق کے سامنے بھی تصوف باطل کے انسداد کا مسئلہ تھا۔ اس کے تعلقات ابن تیمیہ کے خلفاء و تلامذہ سے تھے۔ چونکہ اس کے نزدیک امام وقت کی اجازت کے بغیر کسی اسلامی بادشاہ کی حکومت جائز نہیں اور اس وقت امامت کا برائے نام بھی، مرکز مصر تھا، جہاں ایک خلافت عباسیہ کا ڈھانچہ تھا۔ اس لئے اس نے خلفائے عباسیہ مصر سے تعلقات قائم کیے، سفراء گئے آئے۔ خلعت اور ہدایا آئے اور اسی تقریب سے اس نے بعض مذہبی مراسم میں تغیر کیا۔

میں مضمون بھیجوں گا۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ مئی ۳۵ء

۳۸

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ مضمون بعد نظر ثانی واپس ہے۔ رشید رضا کی وفات پر پر زور ماتم کیجئے۔

پچاس روپے کا چیک ؟ نواب مزمل خاں کا ناظم صاحب ندوہ کے نام بھیج دیا ہے ان
لے لیجئے۔

دارالمصنفین کا حساب ایک اور مد سے ادا کر دیا جائے گا۔ سَو کی رسید نواب مزمل
خاں ظفر منزل، بھیکم پور علی گڈھ بھیج دی جائے۔

آخر ماہ میں ایک عزیز کی تقریب میں دسنہ جا رہا ہوں اور شاید دوسرے رفقاء بھی
جائیں۔ والسلام

سلیمان ۷، ستمبر ۳۵ء

۳۹

اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم، آپ کا خط ملا، حالات بھی معلوم ہوتے رہے۔ میں اس صورت حال پر
انا للہ کے سوا اور کیا پڑھ سکتا ہوں۔ ندوۃ العلماء کی بدقسمتی کا یہ مسلسل تجربہ ہے کہ جب ذرا حالت

لے یہ طویل مکتوب دارالعلوم ندوہ کے اندرونی حالات سے متعلق ہے۔ ستمبر ۳۵ء کے آغاز میں طلبہ اور
مولوی عبدالسلام صاحب قدوائی ندوی نگراں دارالاقامہ کے درمیان کچھ اختلاف رونما ہوا۔ تین طالب علم (ریٹ
حسن مثنی پھلواروی، ضیاء اللہ فاروقی جون پوری، عبداللطیف اعظمی) خارج کیے گئے (باقی صفحہ ۶۵ پر)

سدھرنے لگی، اس کو ایک ایسا دھچکا لگا کہ پرانی کوششیں سب رائگاں گئیں۔ انہیں مسلسل دھچکوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو تمام تر غیر متوقع ہے۔ دارالعلوم اب گویا سارا ندویوں کے ہاتھ میں ہے اس پر بھی باہم خلفشار اور اختلاف بصورت مخالفت ہو، تو پھر اس کا اللہ مالک ہے۔

کام چلنے کی تدبیر صرف ایک ہے، قوت عمل تمام شرکائے عمل میں نہیں ہوتی ہے، جب ایک میں ہو اس کا ساتھ دے کر بقیہ شرکاء اس کے ساتھ چلیں۔ جہاں کام ہوگا اسی اصول پر ہوگا فتنوں اور ہنگاموں سے نہ ہوگا۔ یہ تو عمومی بات تھی۔ اب خاص آپ سے متعلق کچھ کہتا ہوں۔

(۱) میرا ایک مشہور فقرہ ہے، شاید آپ سے بھی کہا ہو، کہ محمود بننا مشکل نہیں، ایاز بننا مشکل ہے۔ اپنی طبیعت کے خلاف اور نفس پر جبر کر کے کسی ایک کے تابع ہو کر چلنا کتنا مشکل کام ہے۔ مگر سلامتی سے منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ یہی ہے، وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے۔

(۲) میں آپ کی طبیعت کی سلامتی اور نیکی کو جانتا ہوں، لیکن آپ کی کمزوری طبع کو بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴) ایک طوفان برپا ہوا، جس کی لپیٹ میں تین مدرس (مسعود عالم، مفتی محمد سعید، ابواللیث) بھی آ گئے۔ ان میں راقم پیش پیش تھا۔ اُدھر عبدالسلام صاحب کی حمایت میں ایک ایسی شخصیت آگئی، جو ندوہ کی سیاسیات میں دخیل اور اُسے خراب کر رہی تھی۔ طلبہ تو خیر سے لیے گئے لیکن ان کے حامی مدرسین معتوب ہوئے۔ 'نزلہ بر عضو ضعیف'۔ ابواللیث صاحب الگ کر دیئے گئے۔ مسعود عالم اور مفتی محمد سعید کو دارالعلوم کے احاطے سے باہر رہنے کا حکم ہوا۔ سید صاحب قبلہؒ کے مخبر اور معلومات بہم پہنچانے والے ہماری پوزیشن کے متعلق صحیح اطلاع نہیں دیتے تھے۔ ہماری طبیعت خوشامد اور چاپلوسی سے ہمیشہ متنفر اور بے نیاز رہی والحمد للہ۔

جانتا ہوں۔ آپ نے دونوں[1] فریق کے ساتھ چلنا چاہا اور دونوں کو خوش کرنا چاہا۔ یہی آپ کی غلطی تھی، اس کو آخیر تک آپ نباہ نہیں سکتے تھے اور اس سے مولوی مسعود علی صاحب کو آپ نے آزردہ اور ملول کیا، جو اس حادثہ کا سب سے غمناک[2] منظر ہے۔

(۳) آپ سے یہ مخلصانہ کہنا ہے، اگر آپ کو میرے کہنے پر چلنا ہے، کہ آپ ہمارے یہاں کا رنج "اپنے جگر" سے نکال دیجئے اور اصلاح عالم کی فکر میں نہ پڑیئے۔ آپ اپنی اصلاح کیجئے اور اپنے دائرہ کا کام کیجئے۔ ہر شخص کُلی ندوہ کی اصلاح میں ایسا گرفتار ہے کہ اپنے جزئی فرض سے بے خبر ہے۔ ہر سپاہی کا فرض یہ ہے کہ اپنی جگہ کی حفاظت کرے، نہ یہ کہ اپنے مفوضہ فرائض کو چھوڑ کر مرکز عمومی کی طرف جھپٹنے لگے۔

(۴) آپ کیا تھے، اور ندوہ میں آکر آپ کیا بنے؟ اور خدا جانے کہ آپ کو آئندہ کیا بننا ہے؟ انتشار فکر سے کام نہ لیجئے اور اپنی جگہ پر جمے رہیئے اور عمومی پالیٹکس سے باز آیئے۔

(۵) جو خوش آیند خواب آپ کو گھر بیٹھ کر کام کرنے کا نظر آتا ہے۔ وہ "نظریہ" ہے جو ہر نوجوان کو اپنے خیال کے ہوائی قلعہ میں نظر آتا ہے۔ اس کی تعبیر بھی اسی قدر خوش آیند نکلنا مستقبل کے ہاتھ میں ہے، جو نہایت مشکوک ہے۔

(۶) ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کے متعلق آپ کے خیالات تمامتر غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ نہ وہ خوشامد چاہتے ہیں۔ نہ آپ کا دوڑ دوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔ اُن میں کمی زیادہ مروت اور نیکی کی ہے۔ ان دونوں اوصاف میں ان کے اعتدال ہو تو لاجواب ہیں۔ چیک ان کے پاس ہے، اب آپ کو روپیہ مل جائے یا مل چکا ہو۔ آپ کو بنک سے ملنے میں دشواری ہوتی۔ اس لیئے ان کے

---

[1] یہ صحیح نہیں۔ راقم تو طلبہ کی حمایت میں سب سے آگے تھا۔

[2] یہ صحیح ہے کہ اس واقعہ تک عاجز بھی مولانا مسعود علی ندوی کے نیاز مندوں میں شمار ہوتا تھا۔

نام بھیجا۔

میں کل مع اہل وعیال دلیسہ جا رہا ہوں۔ ۱۴ر اکتوبر کو واپس آؤں گا۔ اور شاید ۱۵ / ۱۶ر کو لکھنؤ پہنچوں گا تو زبانی گفتگو ہوگی۔

کیا ۲۷ر اگست کا پیغام صلح جس میں آپ کے نوٹ بابت احمدیہ لاہور کا جواب دیا گیا ہے، آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ انہوں نے میرے پاس بھیجا ہے، جواب کی ضرورت نہیں۔

والسلام

سلیمان ۲۳ ستمبر ۳۵ء

۴۰

اعظم گڈھ

عزیزی سلمکم اللہ تعالیٰ

تمہارے کئی خطوط آئے۔ جواب نہ دیا سکا کہ ہنوز ایک تو دل کام کی طرف مائل نہیں، دوسرے طبی اجازت نہیں[2]

---

[1] راقم نے "الضیاء" میں لاہوری قادیانیوں کی بُری طرح خبر لی تھی۔ اس پر پیغام صلح بڑا برافروختہ ہوا اور میرے حملے کی طرف سید صاحب کی توجہ مبذول کرائی۔

[2] ندوہ کے حادثہ (ستمبر ۳۵ء) کے تھوڑے ہی دنوں بعد استاذ مرحوم پر امراض قلب پر شدید حملہ ہوا اور وہ تقریباً پانچ ماہ موت وحیات کی کشمکش میں رہے۔ اس کے بعد ان کی صحت نہیں سنبھلی۔

الحمد للہ اچھا ہوں، کاشغری[1] صاحب کو جواب دے چکا ہوں۔ انھوں نے مجھے بہت سراہا ہے، جس سے شرمندہ ہوں۔

لا خیل عندک تھدیھا ولا مال

فلیسعد النطق ان لم یسعد الحال

(تیرے پاس نہ گھوڑے ہیں اور نہ مال، جسے تو ہدیہ کرے۔ تو نطق ہی یاوری کرے، اگر حالات ساز گار نہیں)

مگر افسوس کہ یہاں 'نطق' بھی نہیں۔

'الضیاء[2]' کی تعویق سے تکلیف ہے، اب نئے سال سے ہمت کرو، اللہ مددگار رہے۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ آپ کے سسرال کے کچھ برتن ہمارے ہاں رہ گئے ہیں۔ وہ آپ تک کس طرح پہنچیں؟

مولوی مسعود علی صاحب تین ماہ کے لیے مکان گئے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ مارچ ۱۹۳۶ء

---

[1] مولانا عبدالرحمٰن کاشغری ندوی (جو ان دنوں ندوہ میں عربی زبان و ادب کے استاذ تھے) نے سید صاحب قبلہؒ کی شان میں محبت و عقیدت کی بناء پر مدحیہ قصائد لکھے تھے، جو انہیں دنوں ان کے عربی دیوان (الزہرات) میں راقم کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئے تھے۔

[2] الضیاء بھی استاذ ممدوح کی علالت کے زمانے میں ارباب ندوہ کی نگاہ عتاب کا شکار ہو گیا۔ سید صاحب قبلہؒ علیل تھے۔ مالی امداد مل نہ سکی۔ اہل ندوہ نے رائے قائم کی کہ اس کی (یعنی مدیر الضیاء کی) تنخواہیں اسی رسالے کے بل پر ہیں۔ کیوں نہ اسے مرنے دیا جائے: ان دانش مندوں کو یہ خیال نہ آیا کہ ذاتی بر خاستگی میں وہ اپنا آرگن خود ہی ختم کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے، تو مجھے الگ کر کے کسی دوسرے کو اڈیٹر بنا سکتے تھے۔

۴۱

ڈیرہ دون

عزیزی سلمکم اللہ تعالیٰ

خط ملا، آپ کے عزائم اور مساعی کا حال سن کر خوشی ہوئی۔ میں آج یک بیک بضرورت سیدھے اعظم گڈھ واپس جارہا ہوں۔ اتنا وقت نہ تھا کہ پہلے سے اطلاع دے سکتا۔

نواب مزمل اللہ خاں کو میں لکھوں گا۔ انشاء اللہ۔

حافظ عمران خاں اور ڈاکٹر صاحب کو میری واپسی کی اطلاع دے دیجیے گا۔

اعظم گڈھ میں ہفتہ عشرہ رہ کر وطن کا قصد ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ر جولائی ۳۶ء

۴۲

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ

السلام علیکم۔ آپ کا خط ملا۔ الضیاء[1] کی خیریت معلوم ہوئی، اچھا ہے ندوی لوگ چندے کریں، ایک حصہ میرا بھی۔

---

[1] سرکار ندوہ کے عتاب کے بعد ہم لوگ بطور خود "الضیاء" کو جاری رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

لغاتِ جدیدہ کے ضمیمہ کا شکریہ، مسودہ میرے پاس بھیج دیجیے، اور یہ بتائیے کہ
آپ اپنی محنت کا کیا معاوضہ چاہتے ہیں۔ نام[1] یا دام؟
الحمدللہ، خیریت ہے، جواب میں تاخیر ہوئی ہے جس کے لیے کسلِ خدمت
کے سوا اور کیا عذر کروں۔ والسلام

سلیمان ۵ ج ۲ ۱۳۵۵ھ

۴۳

دفتر دار المصنفین، اعظم گڑھ

برادرِ عزیز۔ السلام علیکم

وفدِ مصری[2] معلوم نہیں لکھنؤ کس تاریخ کو پہنچ رہا ہے۔ وہ ۱۲ سے پہلے نہ پہنچے تو

---

[1] یہ ضمیمہ اور اضافہ ۱۹۳۷ء میں لغاتِ جدیدہ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔ راقم نے جواب میں عرض کیا تھا کہ "خادم صرف مخدوم کی خوشنودی چاہتا ہے"۔ اس پر کتاب کے ٹائٹل پر "مع اضافہ جدید از مسعود عالم ندوی" کا اضافہ ہوا اور کتاب کے ۶ نسخے عنایت ہوئے، جسے ہیچ‌میرز خادم نے شکریہ اور فخر کے ساتھ قبول کیا۔ [2] وفد ازہر جو ۱۹۳۶ء میں اچھوتوں کے متعلق تحقیق کرنے کے لیے ہندوستان آیا تھا۔ اس کے پانچ رکن تھے۔ تین طبقہ علماء سے (ابراہیم الجبالی۔ عبدالوہاب النجار۔ محمد احمد العدوی) اور دو جدید طبقہ سے (محمد حبیب احمد۔ صلاح الدین النجار)۔

اچھا ہے۔ بمبئی سے اور مصر سے ڈاکٹر عبدالحمید[1] سعید بے کا خط آیا ہے کہ ان کی پذیرائی
کی جائے۔ معلوم نہیں ٹھہرے گا کہاں ، شاید ہوٹل میں۔

میں ۱۲ ر کی شام کو لکھنؤ پہنچوں گا ، اور تعزیت کے خیال سے بھوپال ہاؤس ٹھہروں گا۔

یہ خط حافظ عمران خاں کو دکھا دیجیے۔ دارالعلوم کی صفائی اور طلبہ اور مدرسین کرام بھی
اہتمام کریں۔

عمران خان ، اگر وفد ۱۲ ر سے پہلے آئے ، تو مجھے تار دے دیں۔

سید سلیمان

۸ جنوری ۱۹۳۷ء

۴۴

دارالمصنفین : اعظم گڈھ

عزیزی سلمکم اللہ تعالیٰ ووفقکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ، آپ کے خطوط پہنچے۔ عزیزہ[2] مرحومہ کی وفات پر آپ کا
تعزیت نامہ ملا ، خدا اُس ناشاد و نامراد کو اپنی رحمتوں سے شاد اور اپنی مغفرتوں سے

---

[1] ڈاکٹر عبدالحمید بک سعید ، مشہور سیاسی کارکن اور اتحاد اسلام کے علمبردار۔ صدر جمعیۃ الشبان المسلمین مصر۔

[2] حضرۃ الاستاذ رح کی بڑی صاحبزادی مرحومہ۔

بامراد کرے۔ اس کی ساری زندگی حسرات و آلام کی خاموش داستان ہے۔ غفر اللہ لہا۔

آپ کے آخیر خط سے (پہلے) آپ کی موجودہ صورت حال معلوم نہ تھی۔ مجھے خیال نہ تھا کہ میرے مشورے کے بغیر ایسا اہم اقدام کریں[1] گے۔ شاید بحالت اضطرار آپ نے ایسا کیا ہے، اور جب آپ ایسا کر چکے ہیں تو پھر آپ کو واپسی کا مشورہ دینا بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔

دار العلوم کی نسبت آپ کے خیالات، اور آپ کی ضرورتوں کا حال معلوم ہوا۔ دیوبندیت[2] کا واضح مفہوم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر مقصود شدت دینداری اور عصبیت دینی اور صورت و سیرت میں اسلام اور مسلمانوں کی خصوصیات کا اظہار ہے تو یہ تو عین مطلوب ہے۔ اور اگر کچھ اور قبائح کی طرف اشارہ ہے تو وہ کنایات و اشارات سے میری سمجھ میں نہیں آیا

---

[1] دو برس پہلے ارباب ندوہ کا معتوب ہونے کے بعد راقم وہاں سے نکل بھاگنا چاہتا تھا۔ جون ۳۷ء میں اس کا موقع ملا اور اخبار "مدینہ" بجنور کے اسٹاف میں شامل ہو گیا۔ گذشتہ دس سالوں (۲۸ء – ۳۷ء) میں یہ پہلا اقدام تھا، جو عاجز نے مکتوب نگار رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے کے بغیر کیا۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے صدمے کی گھڑی میں ذاتی مسائل کا بار نہیں دینا چاہتا تھا۔

[2] ندوہ کی تباہی کی بڑی لمبی داستان ہے۔ یہاں اس کا چھیڑنا مقصود نہیں۔ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ ہم ندوہ میں دین داری اور دینی عصبیت کے مخالف نہیں تھے۔ ہمارے سامنے ندوہ کا نصب العین اور اعتدال کی راہ تھی۔ اگر دار العلوم ندوہ میں بھی وہی پود اٹھے، جو دیوبند سے اٹھتی ہے، تو پھر اتنا بڑا کارخانہ الگ قائم کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ —— پر اب یہ اختلاف رائے بھی داستان ماضی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

تفصیل و تشریح کی ضرورت ہے۔

آپ "مدینہ" میں اگر رہنا چاہتے ہیں، تو میں آپ کو روک نہیں سکتا۔ المرء اعرف بنفسہٖ، لیکن اگر میری خواہش کا سوال ہے جس کی پیروی آپ پر ضروری نہیں ہے، تو وہ یہ ہے کہ آپ مدینہ کی جگہ عزیزی ابو اللیث سلمہ اللہ کو ایثار کر کے دیں، ان کی بالفعل کوئی جگہ نہیں اور وہ وہاں سے نکلنے کے بعد بیکار ہو جائیں گے اور آپ کے لیے ندوہ میں خواہ بقدر سد رمق ہی، مگر جگہ ہے۔ اور اگر دونوں صاحبوں کو مدینہ میں جگہ ملے، تو اختیار باقی ہے۔

اگر آپ ندوہ واپس جائیں، تو میں بحالت موجودہ اس کی ذمہ داری تو نہیں لے سکتا

ابو اللیث صاحب ندوی اصلاحی ان دنوں رسالہ "فاران" کے اڈیٹر تھے، جو "مدینہ" ہی کے دفتر سے نکلتا تھا۔ ایک دن میری موجودگی میں، اس کے مالک نے ابو اللیث صاحب کو رسالہ بند کرنے کی نوٹس دے دی۔ اس پر میں نے تجویز پیش کی کہ میں ندوہ لوٹ جاتا ہوں، جہاں سے تین ماہ کی رخصت لے کر آیا تھا اور وہ میری جگہ "مدینہ" میں رہ جائیں۔ مالک اخبار کو اس سے اختلاف نہیں تھا۔ ابو سعید بزمی مرحوم (جو اس وقت چیف اڈیٹر تھے) سے مشورہ ہوا۔ ان کی رائے میں راقم اخبار کے لیے زیادہ مفید تھا، مگر وہ شخصی طور پر ابو اللیث صاحب سے زیادہ مانوس اور گھلے ملے تھے۔ ان سب کے باوجود اپنی فطری مروت اور سادہ طبیعت کی بناء پر ابو اللیث صاحب راضی نہیں ہوتے تھے۔ آخر ہم دونوں نے سید الطائفہ حضرت سید صاحب قبلہ کو حکم بنایا اور اس فیصلہ کے مطابق پھر ندوہ واپس آگیا۔

کہ آپ کی تنخواہ میں اضافہ[1] کرادوں کہ یہ میرے ہاتھ میں نہیں، البتہ اس کی کوشش کروں گا کہ آپ کو کوئی ایسا کام مل سکے، جس سے آمدنی میں اضافہ ہو، شاید کہ اس میں کامیابی ہو۔ مقصود کی سمتِ سفر میں ایک منزل یہ بھی آتی ہے جس میں اس وقت آپ ہیں، اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۳۰ جون ۱۹۳۰ء

۴۵

اعظم گڈھ

عزیزی سلمکم اللہ تعالیٰ

میں پرسوں نرسوں واپس آگیا۔ آپ کے خطوط ملے، ڈاکٹر[2] صاحب کو میں نے لکھ دیا ہے۔ لغات جدیدہ کے نئے ایڈیشن کا ایک نسخہ جاتا ہے۔ رسید لکھیے گا، ہو سکے تو اخبار میں کسی سے ریویو کرادیجیے گا۔ والسلام

سید سلیمان ۲۴ جولائی ۱۹۳۰ء

---

[1] ندوہ سے بیزاری کی وجہ دراصل ارباب اقتدار کا عتاب تھا اور وہ اچھوت کی زندگی تھی، جو بعض دوسرے احباب کی طرح میں بھی دو سال سے بسر کر رہا تھا۔ لیکن حضرۃ الاستاذؒ کو ان گندگیوں کی بابار خبر دے کر پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا، دوسرے یہ کہ اشخاص اور واقعات کے متعلق وہ میری رائے بالکل صحیح بھی نہیں سمجھتے تھے۔ [2] راقم نے لکھا تھا کہ آپ ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء کو لکھ دیں کہ مسعود عالم میرے حکم سے ندوہ واپس آرہا ہے تاکہ میری ساکھ قائم رہے۔

۴۶

اعظم گڑھ

عزیزم مولوی مسعود عالم صاحب ندوی

السلام علیکم، الحمدللہ کہ آپ واپس آگئے۔

لغات جدیدہ کے ۴ نسخے جاتے ہیں۔

ایک صاحب کو دارالعلوم میں اپنے لڑکے کو جو میرے خاص تعلق کے آدمی ہیں، پڑھوانا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو آپ اپنی اتالیقی[1] میں لیں، اس کا کچھ معاوضہ بھی شاید ملے۔ اگر آپ کا ذاتی انتظام مکان و طعام کا اچھا ہو تو شاید وہ آپ کے ساتھ ہی رہے۔ شاہ حمید الدین صاحب رئیس اسلام پور[2] کا لڑکا ہے۔ ابھی بات طے شدہ نہیں، مگر آپ کے کان میں ڈال دیتا ہوں، اگر کوئی عذر نہ ہو تو جواب سے شاد فرمائیے۔

ابھی راز رکھیے گا۔ والسلام

سید سلیمان ۱۰/اگست ۱۹۳۷ء

---

[1] راقم نے اتالیقی قبول کرنا پسند نہیں کیا۔ یوں وہ صاحبزادے آئے اور کچھ دنوں دارالعلوم میں پڑھتے رہے۔

[2] اسلام پور، ضلع پٹنہ (بہار) میں شرفا کا مشہور قصبہ ہے۔ مکتوب نگار کے والد ماجد مولانا حکیم ابوالحسن صاحب مرحوم وہیں رہا کرتے تھے۔

۴۷

دار المصنفین اعظم گڈھ

۶۰ عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ آج کل آپ کے یہاں کیا حالات ہیں، معلوم نہیں۔ میں خود ادھر خانگی مصائب میں مبتلا رہا۔ شاید ۲۱ ستمبر کو رام پور بغرض جانا پڑے تو ملاقات ہو سکے گی۔
آپ کتب خانوں کی کیٹیلاگ نویسی کا کام کر سکتے ہیں۔ تھوڑے مطالعہ اور توجہ کی ضرورت ہے۔ قدیم نسخوں کو جاننا، مختلف مکاتب عالم پر نظر، کتابوں کے نامعلوم مصنفوں کا پتہ لگانا، یا ان کا زمانہ متعین کرنا۔ نوادر کتب پر اطلاع۔ یورپ، مصر، قسطنطنیہ، شام، ایران اور ہندوستان کے کتب خانوں سے واقفیت، یورپ اور مصر و قسطنطنیہ کی فہرستوں پر کامل عبور، خط کی پہچان، کاغذوں کی شناخت، علم الخطوط سے آگاہی، یورپ کے مشہور کیٹیلاگوں کا مطالعہ اور ان کے طرز تحقیق و تلاش کا اتباع اور ان کی صحت و خطا کا نقد، نادر نسخوں کی وجہ نادرت کی تمیز، مصنفین کے حالات کا سراغ لگانا، تھوڑی مہارت میں یہ کام انجام پانے لگ سکتا ہے۔ کشف الظنون، فہرست ابن ندیم، مدینۃ العلوم، ابو البقی۔ مفتاح السعادہ کا شکیری زادہ، اور یورپ کی فہرستوں کو دیکھنا مشکل کو حل کر دیتا ہے۔ یہ باتیں میں نے آپ کی توجہ کو ادھر ملتفت کرنے کے لئے لکھی ہے۔ ایک دو ماہ بھی مداولت نظر کیجیے تو کافی ہے۔ ہمارے یہاں اس کا سارا مواد موجود ہے۔ ایک آدھ ماہ بھی میرے پاس رہیئے تو راہ معلوم ہو جائے۔ ایک جگہ اس قسم کی خالی ہوئی ہے، کیا آپ کا میلان ادھر ہو سکتا ہے؟ علم الکتب آج کل استشراق کا بڑا فن سمجھا جاتا ہے۔ عربی و فارسی دونو کی کتابیں۔

ابھی بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ فلسطین[1] کی قدیم وجدید تاریخ سیاسی مع احوال جنگ، ومعاہدات اور نقشے آپ سے اردو میں لکھوائی جائے۔ آج کل اس کی ضرورت ہے۔ دو مہینوں میں لکھ دیجئے۔ دارالمصنفین سے شائع ہو جائے۔ ڈیڑھ دو سو صفحوں سے زیادہ نہ ہو، ضرورت کا اندازہ مرسلہ کارڈ سے ہوگا۔ جدید فلسطین پر مواد میرے پاس بھی ہے۔

جلد جواب دیجئے۔

عبدالسلام قدوائی صاحب سے کہئے کہ تاریخ ہند[2] کا مسودہ وہ کب بھیجیں گے؟ ضرورت سخت ہے۔

شاہ حمید الدین کے لڑکے کا کیا ہوا؟ اور آپ سے کیا بات طے پائی۔ والسلام

سید سلیمان ۹ ستمبر ۱۹۳۷ء

۱؎ استاذ مرحوم کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ مجھے معاشی تکلیف ہے۔ اس لئے وہ بار بار سوچتے تھے کہ مجھے کوئی ایسا کام مل جائے جس سے کچھ مزید آمدنی ہو۔ عاجز ٹالتا تھا اور ندوہ سے بیزاری کی اصل وجہ زبان پر نہیں لاتا تھا۔ فلسطین کی تاریخ بھی اسی لئے مرتب نہیں ہوئی۔ شاہ حمید الدین صاحب کی پیش کش بھی اسی لئے مسترد کر دی۔ بالآخر پٹنہ لائبریری کی جگہ ہر لحاظ سے مغتنم معلوم ہوئی۔

۲؎ عبدالسلام صاحب نے آسان زبان میں ہندوستان کی مختصر تاریخ لکھی ہے۔ غالباً (ہندوستان کی کہانی) نام ہے۔

۴۸

دفتر دار المصنفین، اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ خط ملا، حالات معلوم ہوئے، بہتر ہے آپ ۱۵ شعبان تک اپنی تاریخ ہند ختم کر لیجئے۔ پھر تاریخ فلسطین کا کام شروع کیجئے۔ تاریخ ہند پر تعارف نامہ خوشی سے لکھوں گا۔

میرا رام پور کا سفر ملتوی ہو گیا۔ اب وسط اکتوبر میں شاید ندوہ کا جلسہ ہو، اس وقت آنا ہو گا۔

آپ اس اثناء میں کتاب الفہرست ابن ندیم، کتاب الفہرست طوسی، معجم مطبوعات، اکتفاء القنوع، فہارس آستانہ وخدیویہ اور کتاب النوادر سید ہاشم ندوی پر ایک نظر ڈالتے رہیئے۔ یورپ کی فہرستیں تو ندوہ ہوں گی نہیں، مگر آصفیہ اور رام پور اور پٹنہ کی ہوں گی۔ مقصود پٹنہ، بانکی پور لائبریری کی خدمت ہے۔ اگر کوئی بات نہ ہو تو یہ محنت ضائع تو جائے گی نہیں۔

آپ انگریزی میں ایک درخواست لکھئے اور ٹائپ کرا کر بھیجئے بنام سکریٹری اورینٹل لائبریری پٹنہ۔ سنا ہے کہ اورینٹل لائبریری میں ایک کیٹلاگر کی جگہ خالی ہے جو عربی اور

لہ حاضر مسلمی الہند وغابرہم۔ عربی زبان میں اسلامی ہند کی تاریخ اڈیٹر "الفتح" (مصر) کی فرمائش پر لکھی تھی اور اس کا معتدبہ حصہ "الفتح" میں مسلسل شائع ہوتا رہا، مگر اڈیٹر کی بے پایاں عنایات کے باعث کتاب اب تک نہ شائع ہو سکی۔ گذشتہ سال (۱۹۵۲ء) پھر جلد از جلد اشاعت کا وعدہ ہوا مگر اب تک یہ وعدہ بھی عملی قالب نہ اختیار کر سکا۔

انگریزی دونوں جانتا ہو، اور کتب خانہ میں فہرست نویسی کا کام کر سکتا ہو، میں اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کرتا ہوں۔ میں نے عربی علوم کی تکمیل کے بعد انگریزی پڑھی ہے اور انٹرنس پاس کیا ہے اور انگریزی لکھنے پڑھنے پر قدرت رکھتا ہوں۔ فراغت کے بعد سے آج تک میرا تمام وقت علمی کاموں میں گذرا ہے۔ میرے مضامین ہندوستان اور مصر و شام کے عربی رسائل میں چھپتے رہے ہیں اور ادب عربی و تاریخ سے متعلق کئی کتابیں میرے قلم سے نکلی ہیں۔ بالفعل میں مدرسہ دارالعلوم ندوہ میں ادب عربی کا استاذ ہوں۔ نوادر کتب اور عربی کتب خانوں پر میری نظر ہے۔ میری تعلیم و تربیت تمامتر سید سلیمان ندوی کی نگرانی میں ہوئی ہے اور موصوف میری اہلیت و استعداد سے اچھی طرح واقف ہیں۔ میرا وطن بہار ضلع پٹنہ کے اطراف میں ہے۔ اسناد حاضر کئے جا سکتے ہیں۔

اگر ہو سکے تو لکھنؤ یونیورسٹی کے عربی پروفیسروں سے ایک ایک سند لے لو، اور اس کو بھی ساتھ کر دو۔ حاجی معین الدین اور ڈاکٹر عظیم الدین کی سفارش بھی مفید ہوگی۔

اگر تمہاری خواہش ہو تو اس کام میں میں پڑوں، تنخواہ سو تک ہو سکتی ہے۔ پٹنہ لائبریری کے کیٹلاگر مولوی عبدالحمید کا انتقال ہو گیا ہے۔

موجودہ سیکرٹری شہاب الدین[1] خدا بخش نے مجھ سے آدمی (کے لئے) کہا تھا۔ مولوی

---

[1] یہ بانی کتاب خانہ خدا بخش خاں مرحوم کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ اس وقت ان کے چھوٹے بھائی ولی الدین خدا بخش مرحوم سیکرٹری تھے۔ شہاب الدین صاحب بعد میں سیکرٹری ہوئے پھر ان کا بھی جلدی ہی انتقال ہو گیا۔

ریاض[1] حسن خاں صاحب پٹنہ لائبریری کمیٹی کے ممبر ہیں۔ ان کو میں نے لکھا ہے۔ مگر آپ گورنمنٹ سرونٹ ہو جائیں گے، اور عملی پالیٹکس میں نہ آسکیں گے۔ ابھی اس کو بالکل راز رکھیئے۔

لوگوں نے اس جگہ کے لئے دوڑ دھوپ شروع کر دی ہے۔ میرے پاس سفارش کے لئے خط آنے لگے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۱۴ ستمبر ۱۹۳۵ء[2]

۴۹

دار المصنفین اعظم گڈھ

برادرم سلمکم اللہ

مسودہ[3] پہنچا، دیکھا، ماشاء اللہ استقصاء اچھا کیا ہے۔ اچھی چیز ہوگی، میری نسبت

---

[1] مولانا ریاض حسن خاں خیالؔ (ساکن رسولپور ضلع مظفر پور۔ بہار) مولانا شبلی مرحوم کے ہم نشیں اور بڑے عالم و ادیب۔ سید صاحب قبلہؒ ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ راقم بھی اپنے زمانہ قیام پٹنہ میں، ہفتہ وار ان کے ہاں حاضری دیا کرتا تھا اور وہ عزیزوں کی طرح مانتے تھے۔ ہم تمام نیاز مندان سیدؒ و شبلیؒ کے ساتھ ان کا یہی سلوک تھا۔ [2] یہ خط ستمبر ۳۷ء کا ہے۔ غالباً سنہ لکھنے میں سہو ہوگیا۔ ۱۶ دسمبر ۳۷ء سے راقم نے پٹنہ لائبریری میں کام شروع کیا۔ یہ اچھی طرح یاد ہے۔

[3] مسلمانِ ہند کی تاریخ (حاضر مسکی الہند و غابرہم) مسلمانانِ ہند کا ماضی و حال۔

جو کچھ لکھا ہے، اس کو آپ کی محبت پر قیاس کرتا ہوں۔ من آنم کہ من دانم۔

تعارف لکھوں گا، کب تک کی مہلت ہے؟ مجھے ادھر خلاف توقع وسط شعبان میں مدراس جانا پڑ رہا ہے۔ عمر آباد کے دار السلام میں دستار بندی کا جلسہ ہے۔

امر معلوم میں یہ اطلاع آئی ہے کہ لائبریری نے گورنمنٹ میں اطلاع دی ہے۔ گورنمنٹ نے پرنسپل آرمر[1] پٹنہ کالج کو لکھا اور اس نے ڈاکٹر عظیم الدین[2] صاحب سے پوچھا ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو لکھا ہے۔ ڈاکٹر محمود[3] صاحب سے بھی تحریک کرنی ہوگی۔ وہ ۱۲ کو دلیسنہ کتب خانہ میں جا رہے ہیں، مجھے بھی بلایا ہے۔ پٹنہ سے ساتھ ہوگا، میں براہ راست کہنے میں ذرا تامل کروں گا، مگر اپنا منشاء ظاہر کر دوں گا۔

مولوی سجاد[4] صاحب کو ڈاکٹر صاحب کے لئے اور مولوی تمنا[5] صاحب کو لائبریری کے ممبروں میں کام کے لئے آمادہ کیجئے، کچھ اور امیدوار بھی نکل آئے ہیں۔ درخواست تو گئی ہوگی، کچھ جواب آیا؟ رمضان میں ایک ہفتہ کے لئے میرے پاس آئیے کہ میں اس کے کچھ گر بتاؤں۔

والسلام

سید سلیمان ۲۲ رجب ۱۳۵۶ھ

---

[1] پٹنہ یونیورسٹی کالج کے پرنسپل ہی عام طور پر لائبریری کی فہرست سازی (CATALOGUING) کے کام کے نگراں ہوا کرتے تھے۔ آرمر صاحب غالباً آخری انگریز پرنسپل تھے۔ [2] ڈاکٹر عظیم الدین صاحب یونیورسٹی میں عربی و فارسی و اردو کے شعبوں کے صدر تھے۔ [3] ڈاکٹر سید محمود صاحب وزیر تعلیم بہار [4] مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ، نائب امیر شریعت بہار (ف نومبر ۱۹۴۰ء) ہیچمدان راقم الحروف کے انتہائی قریبی عزیز تھے اور اس نالائق پر خاص شفقت بھی فرماتے تھے۔ [5] مولانا تمنا الدین تمنا عمادی پھلواروی، مشہور اہل قرآن صاحب قلم۔ وہ لائبریری کمیٹی کے ممبر تھے اور اختلاف رائے و فکر کے باوجود ان سے ہمارے گہرے مراسم تھے۔

۵۰

اعظم گڈھ

عزیزی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ۔ میں ہوں، آپ آئیے ۔ والسلام

سید سلیمان ۱۷ر اکتوبر ۳۷ء

۵۱

دار المصنفین، اعظم گڈھ

عزیزم مسعود عالم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم[1] ۔ آپ کے کارڈ پہنچتے رہے، جواب چنداں ضروری نہ تھا، اس لئے نہیں دیا گیا ۔ شیخ ابراہیم حمدی[2] مدیر کتب خانہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ پٹنہ جا رہے ہیں ۔ اگر سید ہاشم[3] صاحب سلمہ اللہ نہ ہوں تو آپ ان کی خدمت کیجئے اور اپنے کتب خانے کی سیر

---

[1] یہاں سے زمانہ قیام پٹنہ کے مکاتیب شروع ہوتے ہیں ۔ [2] شیخ ابراہیم حمدی (جو مدینہ منورہ میں شیخ الاسلام عارف حکمت کے مشہور کتاب خانہ کے مہتمم ہیں) [3] مکتوب نگار کے قریبی عزیز مولانا سید ہاشم ندوی (مہتمم دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن) جو 'دائرہ' کے کام سے پٹنہ آئے ہوئے تھے ۔

ان کو کرائیے۔

اُمید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام

سیّد سلیمان ۸ ؍ جنوری ۱۹۳۸ء

۵۲

دار المصنفین، اعظم گڈھ

عزیزم وفقکم اللہ

السلام علیکم۔ خیال تھا کہ حیدر آباد[1] میں ملاقات ہوگی، مگر آپ اپنے ذاتی معاملۂ استقلال کے سبب نہ جا سکے۔ پر لطف اجتماع رہا۔ بہرحال آپ کو ایک سال کی اور مہلت مل گئی۔

مسلمان نوجوان صرف سطحی سوشلزم میں مبتلا ہیں۔ بیروزگاری اس کا سبب ہے۔ نئی تعلیم حوصلہ (اسباب زلیست کا) بڑھا رہی ہے اور اس کی تسکین کی صورت نہیں، نتیجہ غلط سوشلزم۔ اتفاق دیکھیے کہ آپ کے خوش گو شاعر[2] کا ایک خط آیا۔ میں نے جواب میں یہ بھی لکھا کہ آپ ہندوستانی کس کو سمجھے ہیں؟

---

[1] حیدر آباد دکن میں دائرۃ المعارف نے ایک علمی کانفرنس منعقد کی تھی۔ مکتوب الیہ بھی مدعو تھا، مگر کتاب خانہ کی ملازمت کا مسئلہ حائل ہوا۔ [2] رضی عظیم آبادی۔ بڑے غالی سوشلسٹ تھے، اللہ جانے اب کیا حال ہے؟

ندوہ کی امداد کا معاملہ طے ہو جائے گا۔ ندوہ اور مولوی ضیاء الحسن[1] صاحب کی باہمی چپقلش کا یہ نتیجہ ہے، سدھر جائے گا۔ جمیل مظہری[2] سے ملاقات نہیں۔ ان کے باپ سے ہے۔

امیر شکیب ارسلان[3] کی کتاب میرے پاس نہیں آئی ہے۔ آپ کا مضمون آئے تو پڑھوں۔ آپ کے اس ارادہ کا ذکر الشباب[4] میں پڑھا۔

فلسطین کے مظالم کا لٹریچر، پمفلٹ اور اعلانات برابر آ رہے ہیں۔ کیا کروں۔ تشتتِ افکار ملت نے کسی کام کا نہیں رکھا۔

ہاں یاد آیا، مولوی عظمت صاحب (جمعیۃ العلماء دہلی) ۱۸۵۷ء کے علمائے قید و بند اور علمائے صادق پور وغیرہ کے نام اور احوال پوچھتے ہیں۔ میں نے آپ کا نام لکھ دیا ہے۔ جو مدد اُن کو دے سکو دو۔

کاشغری[5] صاحب کی جگہ ابھی خالی ہے۔

---

[1] مولانا ضیاء الحسن علوی کاکوروی ندوی ام۔ اے (علیگ)، مدارس عربیہ صوبجات متحدہ کے انسپکٹر تھے اور حکومت کی امداد مدرسوں کو انھیں کی سفارش سے ملتی تھی۔ ندوہ کے در و لبست پر اس وقت بعض ایسے ندوی چھا گئے تھے، جن سے وہ خوش نہیں تھے۔

[2] مشرقی ہند کے مشہور ترقی پسند شاعر۔

[3] السید رشید رضا و اِخاء اربعین سنۃ۔ اس کی تلخیص اور تبصرہ معارف (نومبر و دسمبر ۳۸ء) میں راقم کے قلم سے شائع ہوا تھا۔

[4] محمد علی الطاہر کا مشہور ہفتہ وار "الشباب" (قاہرہ)

[5] میرے کچھ ہی عرصہ بعد مولانا عبد الرحمٰن کاشغری بھی ندوہ سے مستعفی ہو کر کلکتہ، مدرسہ عالیہ چلے گئے تھے۔

کل علی گڑھ دو روز کے لئے جارہا ہوں۔ اسلامی سیاست پر تقریر ہوگی۔

والسلام

سید سلیمان ۶ اگست ۱۹۳۸ء

۵۳

دفتر دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ اب سرما میں سفر، وہ بھی رات کا کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی لئے کہیں نہیں گیا۔ پٹنہ بھی نہیں گیا۔ ارادہ پورا تھا، مگر کچھ اعصابی تکلیف نے سفر سے روک دیا آپ جو مضمون دنیا میں[1] اسلام لکھ رہے ہیں، وہ بھیج دیجیے۔ امید ہے کہ وہ دلچسپ اور پر معلومات ہوگا۔

مولوی ریاض حسن خاں صاحب کی دوبارہ علالت کی خبر سے تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

سید ہاشم صاحب اب تک نہیں پہنچے، اور پتہ بھی نہیں معلوم، ان کی ڈاک البتہ

---

[1] ڈاکٹر زکی علی مصری کی کتاب (ISLAM IN THE WORLD) پر تلخیص و تحشیہ و اضافہ کے ساتھ ایک طویل مقالہ "دنیا میں اسلام" کے عنوان سے معارف (جولائی ۱۹۳۹ء) میں شائع ہوا تھا۔ یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

آئی ہے۔

"طلبائے قدیم" کے لئے کوششوں کا حال اخباروں میں پڑھ رہا ہوں[1]۔ خدا کرے سعی مشکور ہو۔ رکن الدین[2] دانا صاحب چند روز ہوئے یہاں بھی تشریف لائے تھے۔

ایک ایسے ندوی کا نام بتاؤ جس کی درسی اور ادبی قابلیت قابل اطمینان ہو، اور اخلاقی تربیت درست ہو، مزاج میں عُجب اور ناشنوائی نہ ہو۔ انگریزی بقدر معقول جانتا ہو۔ علم کا شائق اور صلاحیت واستعداد رکھتا ہو۔ مجھے[3] اپنے لئے چاہیئے۔

اُردو لائبریری کے لئے کتابیں خریدی گئیں یا نہیں؟ والسلام

سید سلیمان ۲۰ جنوری ۱۹۳۹ء

---

[1] راقم نے بہار میں طلبہ قدیم ندوہ کے سالانہ اجلاس منعقد کرنے کی تحریک اور کوشش کی، جو الحمد للہ کامیاب رہی اور پھلواری شریف (پٹنہ) میں کامیاب اجلاس ہوا۔

[2] مولانا رکن الدین دانا سہسرامی ندوی، استاذ مرحوم کے ہم درس تھے (غالباً)۔ یوں مولانا خود اپنے کو "حوائے ندوہ کا شیث علیہ السلام" کہا کرتے تھے۔ بڑے خوب آدمی تھے۔ بڑھاپے میں بھی باغ و بہار! پھلواری والے اجلاس میں یہی صدر استقبالیہ تھے۔

[3] حضرۃ الاستاذ اپنا ذاتی علمی معاون (لٹریری اسسٹنٹ) چاہتے تھے۔

۵۴

اعظم گڈھ

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم - خط ملا ، حالات معلوم ہوئے - کیا یٰسین[1] صاحب اصلاح پذیر نہیں؟ ہمارے نوجوان عزیز اگر مسلمانوں سے سبق نہیں لیتے تو ہندو نوجوانوں سے سبق حاصل کریں، سکھوں سے سبق لیں۔

اس وقت باعث تحریر یہ ہے کہ میرے افغان دوست سرور[2] خاں گویا جو انجمن ادبی کابل کے نمائندہ ہیں۔ یہاں سے بنارس ہو کر ۳۰ جنوری کی شام کو پٹنہ اسٹیشن ۷ بجے دلی ایکسپریس سے پہنچیں گے - آپ ان کو اسٹیشن پر جا کر لیں اور مولوی اعجاز[3] حسن خان صاحب کے یہاں پہنچا دیں - اس وقت گو علالت کے سبب سے ان کو زحمت دینا مناسب نہ تھا، مگر پھر کس کو زحمت دوں - ڈاکٹر محمود کے یہاں ممکن تھا - خواجہ حسن نظامی کا خط ان کے پاس محمود صاحب کے نام ہے مگر معلوم نہیں کہ وہ ہوں یا نہ ہوں ، میرے عزیز دوستوں میں ہیں - چاہتا ہوں کہ ان کے لائق ان کی خاطر مدارات ہو - بے تکلف

---

[1] محمد یاسین ندوی ، ایک ہونہار نوجوان ، جو زمانہ " الضیاء " میں میرے پاس آیا جایا کرتے تھے .

[2] سرور خاں گویا ، پٹنہ تشریف لائے اور راقم دو دن ان کی خدمت میں رہا . خوب صحبتیں رہیں - وہ فارسی بولتے تھے اور میں عربی ، کبھی کبھی مشترک انگریزی سے بھی کام چلتا تھا - [3] مولانا اعجاز حسن خاں ، (رسولپوری مظفر پوری) ؛ مولانا ریاض حسن خیالؔ کے بڑے بھائی تھے - یہ دونوں بھائی پٹنہ میں عہد ماضی کی یادگار رہتے - مولانا شبلی کی دوستی اور ہم نشینی کے باعث ، ہم نیازمندان شبلی پر خاص شفقت فرماتے تھے -

نوجوان ہیں، فارسی بولتے ہیں، انگریزی جانتے ہیں، عربی سے آشنا ہیں۔

آپ کے معاملۂ ذاتی کی نسبت پھر لکھوں گا۔

یہ کتب خانہ دیکھنا چاہتے ہیں، شروانی صاحب نے آپ کے نام خط لکھ کر ان کو دیا ہے۔

پٹنہ سے یہ کلکتہ جائیں گے۔ مہربانی فرماکر ان کو ریل تک پہنچا دیجیئے گا اور مجھے ایک خط سے حالات سے مطلع کر دیجیئے گا۔

مولوی اعجاز حسن خاں صاحب سے یہ خط پاکر مل لیجیئے گا۔ والسلام

سید سلیمان ۲۷ر جنوری ۱۹۳۹ء

۵۵

دفتر دارالمصنفین اعظم گڈھ

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم، مضمون[1] پہنچا، دلچسپ اور پُر معلومات ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس کو ایک ہی نمبر میں دے دوں۔

آپ نے خط لکھا تو مخدومی ریاض حسن خاں اور اعجاز حسن خاں صاحب کی

---

[1] دنیا میں اسلام (معارف، جولائی ۳۹ء)

خیریت نہیں لکھی، خود ان کو لکھنا زحمت دینا ہے۔ مہربانی کر کے اُن کے ہاں جاکر اور دیکھ کر مطلع کیجئے۔ ممکن ہے کہ ۱۹ر کو مجھے بانکی پور ہندوستانی کمیٹی کے سلسلہ میں آنا پڑے

ندوی طلبائے بہار کو اگر آپ ایک مرکز پر لاکر ان سے کوئی مفید کام لے سکیں، تو آپ بڑا کام کریں۔ چند نام یاد آتے ہیں، لکھتا ہوں۔

۱۔ حکیم محمد یعسوب حسین آباد، مونگیر۔

۲۔ حکیم عثمان پاشا اسلام پور، ڈاکخانہ معاسرائے، ضلع پٹنہ۔

۳۔ مولوی نورالحسن انسپکٹنگ مولوی، حسین آباد، ضلع مونگیر۔

۴۔ حکیم حبیب الحق ڈومرانواں، بہار۔

۵۔ مولوی نصیح الحق، نگرنہسہ، پٹنہ۔

۶۔ مولوی سدید الدین رئیس، نگرنہسہ، پٹنہ۔

۷۔ مولوی شرف الدین صاحب ہڈ مولوی، بلدیو اکاڈمی، داناپور، پٹنہ۔

۸۔ مولوی محمد قاسم صاحب مدرس اوّل مدرسہ اسلامیہ استھاواں، بہار۔

مولوی سید احمد اور سید محمد اور پروفیسر مظفر الدین اور ان کے بھائی ظہیر الدین بی۔اے اور مصطفی کریم بی ایس سی وغیرہ کے نام تو آپ کو معلوم ہوں گے۔

آج ریاست علی صاحب یہاں سے کتابیں لے کر گئے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۵ر فروری ۱۹۳۹ء

۵۶

دلینہ، پٹنہ

عزیزم سلکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، خط[1] جاتا ہے، اگر ملاقات نہ ہو سکے تو ڈاک میں ڈال دیجئے اور اگر اپنے ہاتھ سے بھی دیجئے تو لفافہ بند کر کے دیجئے۔ اور ملاقات کے بعد ملاقات کے حالات سے مطلع کیجئے۔

خیریت ہے، مولوی ریاض حسن خاں کے حالات سے آگاہ کرتے رہیئے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۸ مئی سنہ ۳۹ء

۵۷

دارالمصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم السلام علیکم

خطوط ملے، آج کل سات آٹھ اشخاص کی سفارشوں کے تقاضے ہیں۔ آپ ہی بتلائیے کہ ان سب کے پورا کرنے کی کیا صورت ہے؟ بہر حال مصطفیٰ[2] کریم کی مدد

---

[1] ڈاکٹر سید محمود صاحب، وزیر تعلیم بہار کے نام۔ [2] مصطفیٰ کریم ندوی ایم ایس۔سی (علیگ) غالباً پورے ملک میں ایک فرد ہیں، جس نے علوم عربیہ کی باضابطہ تحصیل کے بعد، سائنس (نباتات) کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی

(باقی صفحہ ۹۱ پر)

بہت ضروری ہے۔ میں ان کے حالات سے واقف ہوں، لکھوں گا اور نتیجہ سے
آگاہ کروں گا، مگر ضرورت یہ ہے کہ مصطفیٰ کریم صحیح راستہ سے اپنی درخواست آگے
بڑھائیں، ساتھ ہی اپنی درخواست مع کاغذات کی ایک نقل میرے پاس بھیج دیں۔
بروکلمین[1] کی کوئی جلد میرے پاس نہیں، تینوں جلدیں کہاں سے ملیں گی اور کس
قیمت کو۔ خوشی ہوئی کہ آپ نے جرمن کی شدید کرلی (اس لفظ کی اصلیت کیا ہے، شد
بد مخفف فارسی شد اور بُود یا سُدھ بُدھ ہندی بمعنی فہم و تمیز؟)
جب تک معاملہ[2] آپ کا یکسو نہ ہو، رخصت کیوں لیں؟
وہابیت کی تاریخ سے آپ کی مراد کیا ہے؟ مولانا اسماعیل شہید کی تحریک،
عبدالوہاب سے متاثر نہیں، یہ تو شاہ صاحب کے خاندان کا بڑھتا ہوا سیلاب تجدید ہے
جو دفعۃً سکون سے حرکت میں آگیا۔ ابن تیمیہ کی تالیفات سے محمد بن عبدالوہاب کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰) اور وہ بھی امتیاز کے ساتھ۔ مزید یہ کہ کالج اور یونیورسٹی میں مذہب اور اسلامیات
کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ یہ استاذ مرحوم کے ہم وطن بھی ہیں۔

[1] مشہور جرمن مستشرق کارل بروکلمن (C. BROCKELMANN) کی 'تاریخ ادب عربی'
(GESCHICHTE DER ARABISCHEN LITTERATUR) اس کی پہلی دو
جلدیں ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی تھیں۔ پھر ۱۹۳۷ء اور اس کے بعد ذیل (SUPPLEMENT)
کی ضخیم جلدیں شائع ہوئیں۔ اس وقت تک تین جلدیں شائع ہو چکی تھیں۔

[2] اشارہ، لائبریری کی ملازمت کے استقلال کی طرف ہے۔

واقفیت[1] نہ ہوگی۔

ہندوستان کی تحریک توحید و جہاد میں کبھی محمد بن عبدالوہاب کا نام نہیں آیا ہے۔ غالباً ۲۵ء کے معارف میں تحریک نجد پر میرا ایک مضمون ہے، جس میں میں نے یہ دکھایا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور محمد بن عبدالوہاب کو ایک ہی درسگاہ سے یہ فیض پہنچا ہے۔

مشکور ہوں کہ محبی و مخدومی ریاض حسن خاں کی خیریت سے آپ مطلع کرتے رہتے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۵ راگست ۳۹ء

۵۸

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

برادرم مولوی مسعود عالم صاحب ندوی دام لطفہ!

السلام علیکم، آپ کا خط ملا تھا، آنے کی جلدی میں جواب نہ دے سکا۔

---

[1] پہلے ہمارا بھی یہی خیال تھا، لیکن سیرت محمد بن عبدالوہاب کی تالیف کے زمانے میں چھان بین سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ کی متعدد کتابیں اُن کے پاس تھیں۔ خود کتاب التوحید میں بار بار قال ابوالعباس آتا ہے۔ 'ابوالعباس' ابن تیمیہ ہی ہیں۔

میری اس ذمہ داری[1] کے قبول سے آپ کو یقیناً خوشی ہوئی ہوگی ۔ اور آپ کی اور آپ کے رفقاء کی آمادگی اور ایثار کی ہمت کا حال سن کر اور بھی خوشی ہوئی ۔ انشاءاللہ جب اس کا موقع ہوگا تو اس سے بھی کام لیا جائے گا ۔ اس وقت تو ہم کو سب سے زیادہ مالی امداد کی ضرورت ہے ۔ اس کے بغیر ہر تدبیر بیکار اور ہر مشورہ ناقابل التفات ہے ۔ پٹنہ سے اگر دو سو روپے سال کا بھی انتظام ہو جائے تو بڑی بات ہے ۔ پٹنہ اور اطراف پٹنہ اور بہار سے اتنا ہو جانا کچھ زیادہ مشکل نہیں ، میں نے تو اپنے فرض کے ادا کرنے کا ارادہ کیا ہے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے احباب اور اعزہ کیا کرتے ہیں اور ندوہ برادری کی عملی ہمت کا پیمانہ کیا ہے ۔ ممکن ہے کہ آپ کی تجویز کے مطابق ناظم صاحب یا کوئی اور صاحب اس کام کے لیے آپ کے پاس پہنچیں ۔ میں شاید اصلاح نصاب کے سلسلہ میں وسط اکتوبر کو پہنچوں ۔ ۷ کی تاریخ تو غلط تھی کیونکہ اس دن مجھے نگینہ جانا ہے ۔ ندوہ کا کام شروع کر دیجئے ۔ اس کی تبلیغ اپنے حلقہ میں کیجیے ۔ والسلام

سید سلیمان ۱۴ ر شعبان ۳۹ء

---

[1] ندوہ کے حالات سے تنگ آکر ، سید صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ، دار العلوم کی ساری ذمہ داری تن تنہا اپنے سر لے لی تھی —— اس کا ہم نیازمندوں نے گرم جوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا ۔

۵۹

ندوہ لکھنؤ

برادرم السلام علیکم

خط ملا، آپ کی اس مستعدی سے خوش ہوں، خدا کرے کہ ہمارے نوجوان کچھ کر دکھائیں، ہندو نوجوانوں کو دیکھ کر حسرت ہوتی ہے، کہ کاش ہمارے نوجوانوں کے سینوں میں بھی جوش اور دست و بازو میں قوت عمل ہو۔

اخبار ہلال[1] کا طلوع مبارک! مگر ضرورت ہے کہ صرف قوم و ملک کا سیاسی جذبہ کار فرما نہ ہو۔ کچھ اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت ہمارے دلوں کے اندر ہو اور اس کی رضا اور رجا کا بھی دل میں خطرہ ہو۔ افسوس ہے کہ جو ہم میں نظری طور سے ملحد نہیں وہ عملی طور سے بھی ملحد ہوتے جا رہے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کا درد ہندوستانی قومیت کے منافی نہیں۔

بہر حال ندوہ کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں، یا کیا جا سکتا ہے۔ ایک دفعہ آزما کر دیکھیے اس کے بعد فیصلہ کر لینا ہے کہ ہم اس خیال خام سے باز آجائیں۔ ندوہ کے مقاصد و مطالب کو نئی روشنی میں پھر سے دیکھنا ہے، کہ اب کیا ہونا اور کیا کرنا ہے۔

یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ اس وقت اس کی مالی حالت کی درستی فرض ہے، اور

---

[1] مخدومی مولانا محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی انڈی پنڈنٹ پارٹی کا ہفتہ وار آرگن دوبارہ جاری ہو رہا تھا۔ نئے نظم میں شعبہ ادارت کی خفیہ نگرانی راقم کے سپرد تھی۔ محمد یاسین ندوی اور زکریا فاطمی ندوی اس کے ذمہ دار کارکن تھے۔ مالیات کا بار مولانا سید عفت اللہ رحمانی ام ال۔ اے (خلف مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء) کے کندھوں پر تھا۔

شوال تک دو تین ہزار جمع کر لینا ہے ۔ مولوی ناظم صاحب آپ کی مدد کے لئے جائیں گے۔
ان کا خط الگ ہے ۔

وزیر صاحب تعلیم کا ایک خط آیا ہے ، خلیل جبران[1] کے صحیح املا کے لئے کہ عربی میں
جبران ہے یا گبران ؟ میں نے لکھ دیا کہ عربی میں جبران ہے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ان معلومات
کی اتھارٹی میں نے آپ کے پاس بھیج دی ہے ۔ آپ اس کی قدر نہیں کرتے ، یا مستقل[2] نہیں
کرتے ۔ اب بھی موقع ہے ۔ بہرحال بانکی پور لائبریری کے کیٹلاگر سے پوچھئے"۔

کیا انھوں نے تم سے کچھ پوچھوایا ؟ والسلام

سید سلیمان ۷ راکتوبر ۱۹۳۹ء

---

[1] خلیل جبران ، لبنان کا مشہور عیسائی ادیب — راجستھان کی ایک ہندی اکاڈمی ، اس کی کتابوں کا ترجمہ (انگریزی سے) کر رہی تھی ۔ اس کے سربراہ نے ڈاکٹر سید محمود صاحب سے استفسار کیا تھا ۔ ڈاکٹر صاحب نے وہ خط سید صاحب قبلہ رح کی خدمت میں بھیج دیا ۔ استاذ مرحوم موقع کی تلاش میں تھے ۔ انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو میرے متعلق ایک زوردار خط لکھا ۔ لطف یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے پورا فائل میرے پاس بھیج دیا اور استاذ مرحوم کا وہ خط میری نظر سے بھی گذر گیا ، جس میں انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو سخت ملامت کی تھی ۔

[2] کانگریسی وزارت کے باوجود ، صوبائی سکریٹریٹ ، میرا سخت مخالف تھا ۔ سی ۔ آئی ۔ ڈی کی رپورٹ شروع سے میرے خلاف تھی ۔ ڈاکٹر سید محمود صاحب مستقل کرنا چاہتے تھے ۔ مگر مناسب وقت کے انتظار میں تھے ۔ ذاتی طور پر بھی میرے اُن سے اچھے مراسم تھے ۔

۶۰

اعظم گڈھ

عزیزی السلام علیکم

آپ کا خط ملا تھا، میں ان دنوں حیاتِ شبلی میں ایسا مصروف ہوں کہ سر اُٹھانے کی مہلت نہیں، چاہتا ہوں کہ دسمبر تک ایک حصّہ ختم ہو جائے۔

آپ نے بڑی کمزوری[1] کو راہ دی، ہمارے نوجوان عزم سے محروم ہیں۔ العلماء البعد عن السیاسۃ کی جگہ العلماء البعد عن العمل کا طعنہ اب بھی صحیح ہے۔

دسمبر کے شروع میں ہندوستانی کمیٹی کا جلسہ ہے، آنا ہوگا۔ اصلاح نصاب کی کمیٹی کے لئے ان کو لکھا تھا کہ ۷ دسمبر کو رکھیں، ہنوز جواب نہیں، آپ ان سے مل کر کہہ سکیں تو جواب سے مطلع کیجئے۔

دمشق[2] کے متعلق اصلاح چھپ جائے گی۔

ندوہ کے معاملات کچھ راہ پر آ رہے ہیں، گورنمنٹ نے ۲۳۰ ماہوار اب دینا شروع کیا ہے، جائداد کی آمدنی بھی وصول ہو رہی ہے۔ کچھ ادھر اُدھر سے آمد کا سلسلہ بھی ہو رہا ہے۔ پھر بھی ابھی اصلاح دُور ہے۔

الندوۃ کا دوبارہ اجراء چاہتا ہوں۔

---

[1] یاد نہیں پڑتا، کیا کمزوری صادر ہوئی؟ ایسا خیال آتا ہے کہ حسب وعدہ ندوہ کے لئے کچھ چندہ جمع نہ کر سکا۔

[2] معارف کے کسی مضمون میں سامحت ہو گئی تھی، راقم نے اس کی طرف توجہ دلائی تھی۔

مکرمی مولوی ریاض حسن خاں کی حالت سے آپ مطلع کرتے رہتے ہیں۔ اس کا شکریہ۔ ملاقات ہو تو سلام کہیئے۔ گورنمنٹ کی تبدیلی[1] سے آپ پر کیا اثر ہوا یا ہوگا؟ والسلام

سید سلیمان۔ ۲۰ر نومبر ۳۹ء

۶۱

دفتر دار المصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم السلام علیکم

میں آج پشاور جارہا ہوں، اور وہاں سے بہاولپور۔ ۱۸ر تک واپسی ہوگی۔ میں نے اس پر کوئی مضمون نہیں لکھا، اگر مضمون[2] آپ کے نام سے چھپے تو آپ کے خیالات کے خلاف نہ ہو۔

---

[1] کانگریسی وزارت کا استعفاء

[2] ڈاکٹر سید محمود صاحب کی فرمائش اور اصرار پر راقم "ہندو مسلم تہذیب اور اس کے بنیادی خط و خال" کے عنوان سے ایک مقالہ تیار کر رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اکبری دین اور مخلوط تہذیب کے شروع سے حامی ہیں۔ مجھ سے وہ اسی ڈھب پر کچھ لکھوانا چاہتے تھے، پر یہ میرے بس کی بات نہیں تھی۔ آخر سمجھوتہ کے طور پر ایک بین بین مضمون تیار ہوا، جو "الہلال" (پٹنہ) میں "ابن خلدون" کے نام سے اور "نئی زندگی" (الٰہ آباد) میں مضمون نگار کے نام کی تصریح کے ساتھ شائع ہوا اور موافق و مخالف دونوں حلقوں میں پسند کیا گیا۔

شرر کا مضمون "لکھنؤ کی آخری مشرقی تہذیب" دیکھ لیجئے۔

والسلام

سید سلیمان - ۶ مارچ ۱۹۴۰ء

۶۲

دفتر دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم اسعدکم اللہ تعالیٰ

مراجعت تو کامیاب ہوئی۔ مگر ریاست کی الجھنوں سے کافی ڈر ہے۔ اور روپیہ تو جیب تنگ ہاتھ میں نہ آجائے مجھے یقین نہیں آتا۔

الندوۃ کے خریدار کم ازکم دس آپ پٹنہ اور پھلواری میں پیدا کیجیے۔ اس دفعہ آپ نے خلاف معمول مولوی ریاض حسن خاں صاحب کا حال نہیں لکھا۔

دور اکبری و داراشکوہی کا خواب[1] جو دیکھا جارہا ہے، تو اورنگ زیب کی تلوار اور مجدد الف ثانی کا قلم اب بھی حاضر ہے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ وطنی سیاست پر اتحاد کی خاطر مذہب و تمدن کو تکلیف کیوں دی جاتی ہے۔ عیسیٰ بدین خویش و موسیٰ بدین خویش۔

ڈاکٹر سید محمود صاحب کا ذخیرۂ[2] ادب بہت قیمتی ہوگا۔ شاید یہ ندیم[3] میں شائع ہو،

---

[1] ڈاکٹر سید محمود کی رائے کا راقم نے ذکر کیا تھا۔ [2] ڈاکٹر صاحب کے پاس مشاہیر مشرق و مغرب کے

میں ۱۹ تک یہاں ہوں ۔ گو ڈھاکہ اور جاورہ سے بلاوا تھا، مگر اب تک ندوہ کے بغیر سفر کو جی نہیں چاہتا ۔ ۱۹ کی شام کو لکھنؤ کا قصد ہے ۔

شبلی کالج کی خبر سنی ہو گی ؛ یہاں کا اسکول اب انٹر کالج بن رہا ہے ۔ مولوی مسعود علی صاحب چندہ اور تعمیر کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں ۔ والسلام

سید سلیمان ۸ اپریل ۱۹۴۷ء

۶۳

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیزی سلمہ اللہ

السلام علیکم ، الحمدللہ خیریت ہے

پٹنہ کی دلچسپیاں ریاض حسن خاں صاحب کے انتقال مکانی سے بہت کم رہ گئی تھیں، کہ آپ نے ڈاکٹر ناظم[1] کے تبادلہ کی خبر سنائی ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۸) خطوط کا بے مثال مجموعہ تھا ۔ سید ریاست علی صاحب ندوی، اڈیٹر "ندیم گیا" (حال پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ) اس کا بڑا حصہ اشاعت کے لیے لے گئے تھے، لیکن ان کے وسائل و ذرائع اس کے لیے کافی نہیں تھے ۔ خدا کرے، وہ ذخیرہ ضائع نہ ہوا ہو ۔ ۳ بعض اردو خطوط "ندیم" (گیا) میں شائع ہوئے

[1] ڈاکٹر محمد ناظم (لاہوری) سابق سپرنٹنڈنٹ محکمہ آثار قدیمہ، ہند۔

وہابیت کی پہلی جلد آپ نے ختم کرلی، خدا کرے کہ تاریخ کے علاوہ کچھ اور فوائد بھی اس سے مرتب ہوں، میرے دل پر اس کا بڑا اثر ہے کہ دلوں سے نور چھن رہا ہے۔ اللّٰہم احفظنا

آپ نے الندوہ کے لئے کچھ نہیں لکھا، حالانکہ اس کے لئے چند صفحے کافی تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی مختصر ترین سیرت) چھپ گئی ہے، آپ نے اس کے سو نسخوں کی فروخت کی ذمہ داری لی تھی، آپ کا پتہ بھی ملنے والے مقامات میں لکھ دیا ہے۔ خطیب سے کتاب[2] نہ ملی، نہ کتاب چھپی، تمہاری محنت رائگاں جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

ندوہ کا حال خوب بن گیا ہے۔ کتب خانہ کا موقع بہت عمدہ ہوگیا۔ عمارت کی مغربی جانب پلاسٹر کا کام ہو رہا ہے۔ نوجوانوں سے جو مدد کی توقع تھی، نہیں مل رہی ہے امسال لجنۃ[3] عربیہ کا جلسہ غیر معمولی کامیابی سے ہوا مگر سو روپے اخراجات پڑے ان کا دینے والا کوئی نہیں۔

کل شاہ عزّ الدین صاحب آتے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۴ ستمبر ۱۹۴۰ء

---

[1] محمد بن عبد الوہاب: ایک مظلوم اور بدنام مصلح۔

[2] حاضر مسلمی الہند وغابرہم (عربی تاریخ ہند)

[3] عربی خطابت کا سالانہ جلسہ، جس میں دوسرے مدارس کے طلبہ کو بھی مقابلہ کی دعوت دی گئی تھی۔

۶۴

دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیزی مولوی مسعود عالم صاحب ندوی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ الحمدللہ خیریت ہے۔ ہندوستانی کمیٹی کے جلسہ میں نہ آسکا کہ ملاقات کا موقع ملتا۔ آپ سن کر خوش ہوں گے کہ دارالعلوم کا رنگ بدل رہا ہے۔ طلبا ڈسپلن سے آشنا ہو رہے ہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر تیار ہوگئی۔ آپ کی فرمائش پر اس کے سو نسخے جاتے ہیں۔ قیمت تو ۸ ہے فی نسخہ، مگر آپ چونکہ منگوا رہے ہیں، اس لئے ۸ فی نسخہ اپنا کمیشن حوالہ خدا کیجئے اور ۸ میں لوگوں کو دیجئے، یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تاجروں کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ اب جس قدر جلد یہ نسخے فروخت ہوسکیں بہتر ہے۔ حیدرآباد نے ۸۰۰ نسخے خریدے ہیں اور اور مقامات پر بھی مانگ ہورہی ہے۔ خدا کرے کہ ایک سال میں چار پانچ ہزار ہاتھ آجائیں اور کچھ بورڈنگ بن جائے۔[1]

اِن اجری اِلّا علی اللہ

اخراجات آپ اس رقم سے وصول کرسکتے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۵ رمضان ۱۳۵۹ھ ۸ اکتوبر ۱۹۴۰ء

---

[1] مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے "رحمت عالم" کی آمدنی ندوہ میں چھوٹے بچوں کے دارالاقامہ کے لئے وقف کی تھی، اس لئے ہم لوگوں نے اس کی اشاعت میں سرگرم حصہ لیا تھا۔ عاجز نے وعدہ تو صرف ۱۰۰ نسخوں کا کیا تھا لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل سے فروخت بہت زیادہ ہوئی۔

۶۵

دار المصنفین اعظم گڈھ

برادر عزیز متعکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ۔ مسرت ہوئی کہ آپ نے رحمت عالم کا کام مستعدی سے شروع کردیا بارک اللہ! دوسو لکھنؤ نے منگوایا ہے، اور ۱۰ - ۲۰ - ۲۵ - ۵۰ دوسرے شہروں میں گئے۔ کل اب تک سب کو ملاکر ۵۰۰ بھیجے گئے اور ۷۰۰ حیدر آباد۔

مولانا شروانی نے کتاب پڑھ کر بڑی قدردانی فرمائی، یعنی صہ فی نسخہ کے حساب سے ایک سو نسخے خریدے۔ وللہ الحمد۔

اسلم صاحب نے تاریخ نجد، کسی عربی تاریخ نجد کا ترجمہ کیا ہوگا[1]۔ وہ خود کیا اس بارہ میں جانتے ہیں۔

ریحانی[2] کی تاریخ نجد الحدیث اور حافظ وہبہ[3] کی جزیرۃ العرب فی القرن العشرین،

---

[1] حضرۃ الاستاذؒ کی بات صحیح نکلی۔ اسلم صاحب نے محمود شکری آلوسی (ف ۱۳۴۳ھ) کی تاریخ نجد کا ترجمہ کردیا ہے۔ یہ ان کی پرانی عادت ہے۔ خضری کی "محاضرات الامم الاسلامیہ" کا ترجمہ "تاریخ الامت" کے نام سے اپنی تالیف بنا کر پیش کرچکے ہیں۔ اور پھر ڈھٹائی یہ کہ ٹوکنے پر فرمایا جاتا ہے "ہاں! تصنیف کے وقت زیادہ تر خضری کی کتاب پیش نظر رہی ہے"۔ گویا ان کے خیال میں محمد بک الخضری کی محاضرات ہندوپاکستان میں کسی کے پاس موجود ہی نہیں۔ جن لوگوں کی اپنی تصنیفی دیانت کا یہ عالم ہو، وہ ائمہ حدیث کی دیانت پر منہ آتے ہیں۔ اللہ کی شان ہے!! فاعتبروا یا اولی الابصار

[2] امین الریحانی۔ لبنان کا مشہور عیسائی ادیب وصاحب قلم۔ [3] حافظ وہبہ، سابق سفیر سعودی عرب مقیم لندن

ہمارے ہاں نہیں ۔ والسلام

سید سلیمان ۲۸ ر رمضان ۱۳۵۹ھ

۷۶

دارالمصنفین اعظم گڈھ

عزیزی اطال اللہ عمرک

السلام علیکم ، خطوط ملے ، میں پھلواری جاتا لیکن عین اُسی دن مولانا شبلی مرحوم کی پوتی کا عقد تھا اور مجھے بحیثیت قاضی شریک ہونا تھا ، مجبوری رہی ۔

ہاں بھائی ! تمہارے دونو خطوں میں مولانا سجاد مرحوم کے تاثرات کا عکس تھا ۔

اک تیر تھا جو ہائے کلیجہ کے پار تھا

۲۲ دسمبر کو خط سے اطلاع ملی ، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ کوئی رات ان کی یاد اور تصور ذہنی سے خالی نہیں ۔ معارف میں ماتم لکھنے بیٹھا ، تو زبان قلم نے ساتھ دینے سے انکار کیا ۔ مجبوراً دو چار سطریں لکھ کر چھوڑ دیں ۔ ہمارا صوبہ خالی ہوگیا اور کیا کہوں ،

ع ایک عالی دماغ تھا نہ رہا ۔

اصرار و ابرام کی ضرورت نہیں ، لکھ[1] کر بھیجوں گا ۔

آپ کے دونو لائبریرین[2] وفات پا گئے ، مجھے خبر نہیں ہوئی ۔ اب ایسے تعلیم یافتہ

---

[1] راقم نے مولانا سجاد مرحوم پر ایک مضمون کی فرمائش کی تھی ۔ [2] ولی الدین خدابخش اور شہاب الدین خدابخش

بھی نہیں ملیں گے۔ سوچنا ہے کہ ہماری قوم روز بروز ترقی کر رہی ہے یا پیچھے ہٹ رہی ہے۔
بہرحال آپ کے سامنے کیا ہے؟

رحمت عالم کی رقم یہاں بھیج دیجئے۔

۹ر کو لکھنؤ ہو کر علی گڈھ اور دہلی جا رہا ہوں، جلد واپس آؤں گا۔

مولانا سجادؒ[1] مرحوم کے متعلق جو کچھ لکھا اور کہا گیا ہے اُس کو یکجا کر دیا جائے۔ والسلام

سید سلیمان ۷ دسمبر ۱۹۴۰ء

۶۷

دارالمصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم السلام علیکم

خط ملا، آپ کو معلوم نہ ہو کہ یہ پورا مہینہ سفروں کے چکر اور آمد و رفت میں گذرا، پھر مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء پر یہاں کی عدالت میں دو ماہ سے مقدمہ ہے، اور مولانا مقیم ہیں۔ آج فیصلہ کی تاریخ ہے۔ اسی ادھیڑ بن میں کچھ نہ ہو سکا۔ تاہم عزم مصمم ہے کہ ماتم سجاد میں حصہ لوں۔ ان کے سوانح میں یہ کہاں سے داخل ہو گیا کہ وہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہندؒ[2] کے حلقہ میں شریک ہوئے تھے، اس کی تحقیق کر کے مطلع کیجئے۔ میں نے

---

[1] "محاسن سجادؒ" کے نام سے مجموعہ مقالات جلدی ہی شائع ہو گیا تھا۔ [2] یہ بالکل غلط ہے۔ محاسن سجاد میں اس کی تردید کر دی گئی تھی۔

اُن سے یہ کبھی نہیں سنا، مفتی کفایت اللہ صاحب بھی لاعلم ہیں۔ مولوی عبدالصمد رحمانی[1] شاید بتا سکیں۔

"رحمت عالم" کے پچاس نسخے حسب طلب جاتے ہیں۔

طلبائے قدیم کا جلسہ کامیاب رہا۔ ندوہ آپ سب صاحبوں کی توجہ سے پھر زندہ ہو رہا ہے۔ کل پھر چند روز کے لئے لکھنؤ جا رہا ہوں۔ اسلام کے اقتصادی و اجتماعی نظام[2] پر ایک مجلس کتب خانہ ندوہ میں بصدارت نواب صاحب چھتاری بیٹھ رہی تھی [ہے] میرے ساتھ ڈاکٹر ذاکر حسین اور مولوی ابوالاعلیٰ بھی ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲ر جنوری ۱۹۴۱ء

۶۸

دارالمصنفین اعظم گڈھ

برادر عزیز اعزکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، آپ کے کئی خط آئے، جواب نہیں گیا۔ اسباب تو اتر سفر

---

[1] مولانا مرحوم کے شاگرد خاص۔

[2] نواب چھتاری کی تحریک پر اس مجلس کی تشکیل ہوئی تھی اور آگے چل کر اس کام کے مصارف کا ذمہ بھی انہیں نے اپنے سر لیا تھا۔

اور کثرت اشغال کے سوا کچھ اور نہیں، مولانا مرحوم پر کچھ سطریں لکھی گئی ہیں، وہ مرسل ہیں، معارف میں ابھی نہیں دیا ہے۔ آپ کا مجموعہ کب تک نکلے گا؟

رحمت عالم کا کام ہو رہا ہے۔ اس وقت کلکتہ پر حملہ ہے، ڈھائی تین سو نسخے جاچکے ہیں۔ ایک ہزار کا عزم برادرم کاشغری صاحب اور مولوی عتیق احمد صاحب رکھتے ہیں، چاہتا ہوں کہ مارچ تک سب ہو جائے۔ حیدرآباد سے ۵۰۰ وصول ہو رہے ہیں۔

نظام[1] اسلامی کا کام مجبوراً میں نے لے لیا ہے، ابھی تک کام کا سرا نہیں ملا؛ آپ بھی کچھ مدد دے سکتے ہیں۔ نظام اسلامی سے مقصود اصول سیاسی و اقتصادی کی تدوین ہے۔

سنا ہے کہ مدرسہ شمس الہدیٰ میں نگار کی بڑی اشاعت ہے۔ مولوی عبدالماجد صاحب نے مجھے طعنہ لکھ کر بھیجا ہے، کہ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ کیا آپ حاجی[2] صاحب سے

---

[1] نواب چھتاری کی دعوت پر مجلس ندوہ میں منعقد ہوئی اور اس نے فیصلہ کیا کہ "سید صاحب قبلہ کی نگرانی میں یہ کام ہو اور مسعود عالم اس کام کو کرے"۔ مولانا عبدالماجد دریابادی (جو اس مجلس کے رکن تھے) نے مجھے اطلاع دی۔ راقم نے حضرۃ الاستاذؒ سے استفسار کیا۔ ان کی رائے نہیں ہوئی کہ اس منزل میں ملازمت سے استعفیٰ دوں۔ آخر وہ کام ہی نہیں ہوا۔ نواب صاحب (جنہوں نے مصارف کا ذمہ لیا تھا) غالباً مکر گئے۔

[2] حاجی معین الدین صاحب ندوی مرحوم (پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ) اس خط کے حاشیے پر ان کے قلم سے یہ سطریں درج ہیں:-

"مدرسہ میں نگار نہیں آتا ہے۔ بعض طلبہ نے خواہش ظاہر کی تھی، مگر میں نے منظور نہیں کیا ہے۔ سید صاحب کو مطلع فرما دیں۔"

غالباً میں نے ان کی خدمت میں مندرجہ بالا مکتوب بھیجا ہوگا۔

مل کر انہیں متوجہ کر سکتے ہیں۔

شاید ۳۱ر کو پٹنہ آؤں۔ مولوی نجم الہدیٰ کے یہاں قیام ہوگا۔

مولانا عبدالکافی صاحب کے پوتے مولوی شاہد صاحب الٰہ آبادی ندوی نے جو لکھ کر بھیجا ہے وہ آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔

سید سلیمان ۲۵۔جنوری سنہ ۱۹۴۱ء

۶۹

دفتر دارالمصنفین اعظم گڈھ

عزیزم السلام علیکم

محاسن سجاد کا مضمون ابھی تک معارف میں نہیں دیا گیا ہے۔ شروع میں ایک جگہ "چپکی لگ گئی" لکھا گیا ہے۔ مہربانی سے اس کو "چپ لگ گئی" بنا دیجئے۔

رحمت عالم فنڈ میں ڈھائی ہزار نقد ہوگئے۔ سات آٹھ سو باقی ہیں، ان کو بھی ادا ہونا چاہیئے۔ فروری تک پورا ہوجائے تو مارچ میں ہاتھ لگ جائے۔

نظام اسلامی کی ترتیب میں کوئی ہاتھ نہیں لگا رہا ہے، دیوبند تمام تر خاموش ہے۔ مولوی ابوالاعلیٰ کسی اور کے جھنڈے کے نیچے شاید آنا پسند نہیں کرتے۔ مجھے تو سیرت ہفتم میں یہ پاپڑ بیڑنے [کذا] ہی ہیں۔ مولوی امین احسن صاحب کو ادھر بلا رہا ہوں۔ آپ کا نام[1]

---

[1] مولانا عبدالماجد دریا بادی کی روایت کے مطابق، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے میرا نام پیش کیا تھا۔ اس وقت تک میرا اُن سے بالکل تعارف نہیں تھا۔

اس کے لیئے لیا گیا تھا، مگر ظاہر ہے کہ موجودہ صورت میں آپ نہیں آسکتے۔ والسلام

سید سلیمان ۔ ۱۰ ر فروری ۱۹۴۱ء

۷۰

دارالمصنفین اعظم گڈھ

برادرم مولوی مسعود عالم صاحب ندوی زادکم اللہ علماً وعملاً

السلام علیکم ۔ حامل خط مولوی غلام محمد صاحب ہاشمی متعلم مدرسہ شمس الہدیٰ ضرورت مند ہیں، ساتھ ہی خوددار بھی ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ اپنی مشکل اپنے ہاتھوں سے حل کریں، اس کی صورت یہ ہے کہ لائبریری میں لکھنے پڑھنے کا جو کام بمعاوضہ آپ دوسروں کو دیتے ہیں، اُس میں آپ اُنھیں بھی شریک کریں۔

اُمید ہے کہ آپ ان کی درخواست پر اگر ممکن ہو تو توجہ کریں گے۔ وطن کے لائق نوجوانوں کی سرپرستی اور تربیت کرنی چاہیئے۔

والسلام

سیّد سلیمان ۱۵۔ فروری ۱۹۴۱ء

۷۱

دار المصنفین اعظم گڈھ

برادرم السلام علیکم

مضمونؓ پہنچا، پڑھا، کافی تحقیق اور احتیاط ہے، مگر ابھی تک تو قلم مؤرخ کا ہے شاید آئندہ مذہبی اصلاح کی رُوح بھی ہو۔ آپ کی تمہید بھی لگادی جائے گی۔ مارچ کا پرچہ تیار ہے، اس میں یہ شامل نہ ہو سکے گا، یہ اپریل میں جائے گا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ مارچ کے شذرات میں آپ کی کتاب اور مضمون کی اطلاع شائع کردی جائے۔

آپ کی کتابؓ کب تک پُوری ہوگی، چھپوانے کا کیا سامان ہے، کیا دار المصنفین کے سلسلہ میں آپ چھپوائیں گے؟

رحمتِ عالم کی خدمت کی توفیق زیادہ تر مشرق کو نصیب ہوئی، یعنی پٹنہ اور کلکتہ کو، کلکتہ میں برادرم کاشغری اور مولوی عتیق احمد صاحب پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ادھر پٹنہ میں آپ لوگ ہیں۔ آج کل یہاں دیوبند کے سفیر بھی خواہان دیوبند آئے ہوئے ہیں۔ پچھلے سال انہوں نے اس طرح پندرہ ہزار جمع کیا، اور جامعہ نے پچیس ہزار، اور ہم نے شاید ایک ہزار۔

الحمدللہ خیریت ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۹ فروری ۱۹۴۱ء

ؓ سیرت محمد بن عبدالوہاب کا ایک باب۔

ؓ محمد بن عبدالوہاب، ایک مظلوم اور بدنام مصلح۔

۷۲

دار المصنفین، اعظم گڈھ

برادرم اعزّ اللہ شانکم

السلام علیکم۔ الفرقان[1] میں آپ کا مضمون دیکھا، دین کی حمیت کی شان دیکھ کر خوشی ہوئی۔ میری امیدوں کے مرجع اب آپ ہی جیسے چند عزیز ہیں، وفقہم اللہ تعالیٰ۔ ایک بات کہنا ہے۔ تحریر میں دل کے اجزاء بھی کچھ شامل کیجئے۔

آپ کی کتاب پر لکھنا اس دفعہ بھول گیا، دوسری بات پھیل گئی۔ بہرحال اب بھی، کچھ ہرج نہیں۔ رام پور گیا تھا۔ رضا اکاڈمی بنائی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں امید قوی ہے کہ ندوہ کو ریاست سے ۰۰۰۰ سالانہ جو پہلے ملتے تھے پھر بند ہو گئے تھے، اب پھر ملنے لگیں۔ چیف منسٹر صاحب نے وعدہ کیا ہے۔ نواب صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔

میرے پاس ان[2] صاحب کا کوئی خط نہیں آیا۔ اور طلب معافی کے کیا معنی؟ البتہ دو خط میرے پاس بہار سے دو نوجوانوں کے آئے تھے، ایک تو کسی اور صاحب[3] کا تھا۔

---

[1] الفرقان: ولی اللہ نمبر۔

[2] مختار الدین آرزو عظیم آبادی خلف مولانا ظفر الدین قادری رضوی (شاگرد خاص مولانا احمد رضا خاں بریلوی)۔ آرزو صاحب نے "نقوش سلیمانی پر سید سلیمان ندوی کی غلطیاں" کے عنوان سے ایک دل آزار تنقید "نگار" میں چھپوائی تھی۔ اس وقت یہ بہت نوعمر تھے اور پس پردہ کوئی اور ہاتھ کام کر رہا تھا۔

[3] ایک فرضی نام سے آرزو صاحب یا ان کے کسی دوست نے ہمدردانہ خط لکھ کر حضرت الاستاذ کو ٹٹولنے کی کوشش کی تھی۔ نکر برکس بقدر ہمت اوست۔

جو جواب لکھنا چاہتے تھے، یہ خط ملفوف ہے۔ دوسرے ان صاحب کا جو آپ کے پاس خط لے کر گئے تھے۔ مجھے ان صاحبوں کی نیاز مندی اور بے نیازی سے کیا سروکار۔ اتنا افسوس البتہ ہے کہ دو[1] صاحبوں نے مجھ سے بدتمیزی کی اور دونو کو خاک پاک بہار سے نسبت ہے اور شاید ہمارے وطن کی یہ سنت دیرینہ ہے ع

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

یہ صاحب پچھلے سال مجھے دسنہ آکر ملے تھے، اُردو پر کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ ان کے والد میرے دیرینہ ملاقاتی ہیں۔ اس تعلق سے میں نے انہیں نصیحت کی تھی کہ وہ اس سطح سے آگے بڑھ کر علوم کی خدمت کو اپنے والد کی طرح اپنا مطمح نظر بنائیں۔ شاید یہ اسی نصیحت کا ردّ عمل ہے بہت خوب! بہرحال ان کا تو کوئی خط میرے پاس نہیں آیا۔

میں نے گو اعتراضات کو ملا کر نہیں دیکھا، مگر بظاہر نہایت سرسری معلوم ہوئے۔ بہرحال اعتراضات و تنقیدات تو ہمیشہ سے اہل علم کا شیوہ ہے، مگر بیہودہ نگاری تو صحیح علم کی شان نہیں۔

میں ۱۳ کی صبح کو ہندوستانی کمیٹی میں آرہا ہوں۔

مولوی نجم الہدیٰ صاحب کے یہاں قیام رہے گا۔ والسلام

سید سلیمان

۱۰ مارچ ۱۹۴۱ء

---

[1] دوسرے صاحب عبدالمالک آروی۔ یہ بھی صاحب "نگار" کے ساختہ پرداختہ تھے۔ دین دحمایت دین کا یہ بدلہ تھا: جو بہار کے "دو" دینار گھرانوں کے سپوت نیاز کی سرپرستی میں دے رہے تھے۔

ہاں ہاشمی[1] صاحب نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ علامہ ظفر الدین صاحب کے کتب خانہ میں جن نوادر کا ذکر انھوں نے کیا ہے، ان کا وجود اس فرضی کتب خانہ میں نہیں۔

۷۳

دار المصنفین، اعظم گڑھ

برادر عزیز زادک اللہ علماً نافعاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، میں بھی سفروں میں رہا اور اب پھر ۲۲ تک سفر ہی سفر ہے میں ان سفروں سے گھبراتا ہوں، مگر ان کے قبول پر [اپنے کو] مجبور پاتا ہوں۔

صاحبزادہ تو خیر، مگر آپ نے مولانا ظفر الدین صاحب[2] اور ان کی جماعت کو کیوں چھیڑا، مقصود یہ ہے کہ کیا مسامحت اور درگذر کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ ندوہ کی سند[3] کے

---

[1] یہ ہاشمی صاحب بھی ان دنوں مشتبہ پارٹ ادا کر رہے تھے۔ البتہ نوادر کے باب میں انھوں نے جو کچھ اطلاع دی تھی غالباً وہ صحیح ہو۔

[2] مولانا ریاست علی صاحب ندوی (سابق رفیق دار المصنفین) نے اپنے رسالہ ندیم (گیا) میں آرزو صاحب پر لکھتے ہوئے ان کے والد ماجد مولانا ظفر الدین صاحب کو بھی تنبیہ کی تھی، جس پر پٹنہ میں ندوہ اور ندویوں کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہوا اور بات بڑھ گئی۔

[3] مدرسہ اگزمینیشن بورڈ (بہار) میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی سند کا مسئلہ درپیش تھا۔ بعض دوستوں کا خیال تھا کہ سند مان لی جائے۔ تو بہار میں ندوی نوجوانوں کے لیے کچھ آسانیاں پیدا ہو جائیں۔

ماننے یا نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے، اس کی اہمیت ہی کیا ہے؟

معین[1] الندوہ کی بات کو میں پوری طرح نہیں سمجھ سکا۔ لکھنؤ میں حامد صاحب نے آپ کا خط اور اپنی مجلس کا فیصلہ دکھایا تھا۔ مولوی عمران خاں صاحب نے بھی اپنے نام کے خط کا ذکر کیا تھا۔ میں نے سب کو کہہ دیا اور سمجھا دیا کہ یہ ایک نئے عہد کا آغاز ہے۔ گذشتہ را صلوات و آئندہ را احتیاط اس کا اصول ہے۔ محبت اعتماد اور مسامحت ہمارا دستور العمل ہے۔ چنانچہ اس وقت تک اس میں کامیابی ہوئی ہے۔ جس دن یہ بات نہیں رہے گی۔ میں نہیں رہوں گا کسی شخصیت سے اختلاف ہو یا نہ ہو، اس کا کوئی تعلق معین الندوہ سے نہیں۔ کونوا یاعباد اللہ اخوانا۔

ابھی معین الندوہ میں ہے ہی کیا، جس کے لیئے کوئی ضابطہ و قانون ہو۔ اگر حسن نیت اور اخلاص ہے تو سارے ضابطے غیر ضروری۔ اور اگر نہیں تو کوئی ضابطہ اس کو درست نہیں کر سکتا میرے نزدیک اگر آپ نے نصف[2] نصف کا پہلو اگر رکھا ہے، تو کوئی مصلحت

---

[1] ندوۃ العلماء کی امداد کے لئے ہمدردان ندوہ کا حلقہ معین الندوہ کے نام سے مدتوں سے قائم تھا۔ اب پھر اس کی تجدید ہو رہی تھی۔ بہار میں راقم اس کا انچارج تھا اور اسی کی نگرانی میں سارا کام ہوتا تھا۔ اس کے مرکزی ناظم حامد علی صاحب ندوی (ناظم انجمن طلبہ قدیم ندوہ) تھے۔ حافظ عمران خاں ندوی دارالعلوم کے پرنسپل تھے۔ یاد نہیں پڑتا کہ ہمارا ان کا اختلاف کس بات پر تھا؟

[2] ہم نے طے کیا تھا کہ جمع شدہ رقم کا نصف صوبائی مصارف کے لیئے رہے اور نصف مرکز کو بھیجا جائے ہم دراصل ایک مستقل ادارہ قائم کرنا چاہتے تھے، جہاں سے ندوہ کے افکار و خیالات کی اشاعت ہو۔ صرف چندہ جمع کرنے کی ایجنسی ہمارے ذہن میں نہیں تھی۔

ہوگی۔ اس وقت تو خیر کچھ نہیں ہے، لیکن اگر آئندہ آمدنی آپ لوگوں کی کوشش سے بفضل خدا بڑھے تو تنصیف کی بات ذرا لوگوں کے نزدیک نامناسب معلوم ہوگی، الا یہ کہ صوبہ میں کوئی اور کام کرنا ہو۔

صاف صورت تو یہ ہے کہ مصارف جو کچھ ہوں وہ مرکز اٹھائے اور آمدنی بھی پائے آپ لوگ کیوں زیر بار ہوں۔ اس وقت گو آمد و صرف نصف ہو یا کم و بیش ہو لیکن آئندہ کوشش کی جائے کہ آمدنی اتنی بڑھے کہ خرچ ایک ربع ہو جائے۔ میں دونو صورتوں میں سے ہر صورت کو پسند کروں گا۔

بے شبہ ایسے ہی آدمی[1] کی ضرورت ہے جس کو آپ نے پسند کیا ہے۔ معاوضہ ماہانہ بھی ٹھیک ہے۔

آپ ان باتوں[2] سے الجھن میں نہ پڑیئے اور نہ اس کو کسی شخصی کشمکش کا نتیجہ خیال کیجیے۔ ان بعض الظن اثم" یاد رہے۔

ڈاکٹر صاحب کی یہی خوبی کیا کم ہے کہ وہ کسی بات میں ضد کرتے ہیں اور نہ رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ قحط الرجال یہ ہے کہ ایسا آدمی بھی لکھنؤ میں نہیں مل سکتا۔ الکمال للہ وحدہٗ

سر سلیمان کی وفات سے اس دفعہ آپ کا مضمون رکھ کر الگ کر دیا گیا اور ان کا خطبہ رکھا گیا کہ تازہ یادگار ہو۔ شذرات میں آپ کے مضمون کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

وہابیت میں غلو اور تشدد نہ چاہیے۔ تصلب اور تعصب حکم دین میں چاہیے، نہ کہ

---

[1] ہم نے اس کام کے لئے پیشہ ور سیفروں کے بدلے ایک باصلاحیت ندوی نوجوان کا انتخاب کیا تھا۔

[2] اچھی طرح یاد نہیں پڑتا کہ اختلاف کی بنیاد کیا تھی؟

اشخاص اور ان کے مسالک میں، خواہ وہ حنفیت ہو یا وہابیت بل ملۃ ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین۔

آپ کے روپے پہنچے - آپ کی اس مستعدی سے بڑی خوشی ہوئی : ابھی ۱۷ اسو نسخے پڑے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۹ اپریل ۱۹۴۱ء

۷۴

اعظم گڈھ

برادر عزیز مولوی مسعود عالم صاحب ندوی زاد اللہ قدرکم

السلام علیکم، میں چند ہفتوں سے پریشان حال ہوں، اور ان حالات میں بھی سفروں سے نجات نہیں ملی، لاہور سے واپس آیا، تو میری ایک ۴ سالہ بچی بیمار تھی جو دوسرے دن چل بسی۔ یکم مئی کو وطن کا قصد تھا کہ گھر سے تار آیا کہ روانگی ملتوی کرو۔ چند روز کے بعد بہار اور اس کے اطراف کے بلوہ اور فساد کی اطلاع ملی - التوائے سفر کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ میں یکم مئی کی نصف شب سے سخت دوران سر میں مبتلا ہوا اور چند روز تک سر نہ اٹھا سکا اس التوا میں یہ مصلحت الٰہی تھی، ورنہ عین ریل پر یہ مرحلہ پیش آتا فالحمد للہ! اب وطن کا سفر آخر مئی تک ملتوی ہو گیا۔

آپ کا خط ملا، حاجی صاحب[1] کے سانحہ کی خبر نے دل پر کاری ضرب لگائی۔

---

[1] حاجی معین الدین ندوی گیلانی عظیم آبادی (سابق رفیق دار المصنفین و مولف 'خلفائے راشدین' وغیرہ) پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی، پٹنہ کی وفات۔

ابوالحسنات[1] مرحوم اور عبدالرحمٰن[2] نگرامی مرحوم سے لے کر حاجی صاحب تک جو واقعے پیش آئے اس سے دل کو یہ وسوسہ ہے کہ میری محبت خود زہر کا پیالہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔

ع میرا سینہ ہے الٰہی یہ چراغاں تو نہیں

نگار کے ہفوات میں نے نہیں پڑھے۔ ماجد میاں نے اطلاع دی، کل اتفاقاً نگار کے پہلے صفحہ پر نظر پڑ گئی اور ان کی معافی طلبی[3] کا مضمون پڑھا۔ مولوی عبدالماجد صاحب بھی کچھ لکھ

---

[1] ابوالحسنات ندوی نگرنہسوی عظیم آبادی (رفیق دارالمصنفین) متوفی ۱۹۲۶ء

[2] مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)، متوفی ۱۹۲۶ء

یہ دونوں حضرات چمنستان ندوہ کے گل سرسبد تھے، مگر آہ! کہ عین شباب میں موت کے بے پناہ ہاتھوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ سیّد صاحبؒ قبلہ پر ان دونوں ندویوں کی جواں مرگی کا آخر دم تک اثر رہا۔ خاص طور پر نگرامی مرحوم کا جب بھی ذکر آتا، آبدیدہ ہو جاتے۔ خود ان کی زبان میں وہ ندوہ کا "متخیلہ" تھے۔

[3] پٹنہ میں نگار اور آرزو صاحب کا مسئلہ اس طرح بڑھا کہ ایک صاحب نے (جو اپنے کو ندوی کہتے ہیں، حالانکہ ندوہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا) اپنے مقامی (دو ورقہ) اخبار میں آرزو صاحب اور ان کے والد ماجد کو مغلظ گالیاں دیں۔ ایسی گالیاں کہ شرافت اور صحافت دونوں پانی پانی۔ آرزو صاحب یا ان کے کسی دوست نے وہ اخبار صاحب نگار کی خدمت میں بھیج دیا۔ جناب نیاز نے وہ تمام گالیاں صفحہ ادارت کے آغاز میں من وعن چھاپ کے یہ نوٹ تحریر فرما دیا: "یہ ہے سید سلیمان کے شاگرد رشید مسعود عالم ندوی کا اخلاق!!" — ایک عجیب سنسنی پھیل گئی۔ دوستوں نے ازالہ حیثیت عرفی (DEFAMATION) کے نوٹس کی رائے دی۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی اور حافظ عمران خاں سے رائے لی گئی۔ ماجد میاں نے جانے کس لہجے میں اور کس ڈھب سے نیاز کو خط لکھا اور مسئلے کی نزاکت کی طرف توجہ دلائی کہ انہوں نے فوراً معذرت کا وعدہ کر لیا اور دوسرے ہی نمبر میں، سرنامہ ہی پر معذرت شائع ہو گئی اور ایک بلا سے جان چھوٹی۔

رہے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کے اعتراضات کے رد میں سید صباح الدین صاحب[1] کچھ لکھ رہے ہیں۔

معین الندوہ کے کام کے متعلق میرا وہی فیصلہ ہے جو تمہارا ہے۔ میں قانون کے مقابلہ میں اخلاق زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بہرحال اگر وہ تجویز پسند ہے کہ اخراجات اور آمدنی دونوں کی ذمہ داری مرکز ہی پر ہو، تو میں اسے بھی پسند کرتا ہوں، مگر اس کے لیئے ضروری ہے کہ کوشش کچھ بڑھائی جائے۔ مولوی حامد صاحب بہار کا قصد کر رہے تھے، مگر ان ہنگاموں کے سبب سے ابھی کیا جائیں گے۔

حامل خط مولوی محمد اسحاق صاحب ایم اے ریسرچ سکالر (ڈھاکہ یونیورسٹی) چھ ماہ سے میرے پاس تھے۔ عربی کے عالم ہیں، علم الحدیث فی الہند پر کام کر رہے ہیں۔ خاصہ مسالہ جمع کرلیا ہے۔ اب پٹنہ ہو کر واپس جا رہے ہیں۔ چند روز آپ کے ساتھ ٹھہریں گے۔ آپ اپنے کتب خانہ سے ان کے کام کی چیزیں دکھائیے، اور ممنون کیجئے۔

دوسرا خط مدرسہ بورڈ میں بھجوا دیجئے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ

مئی سنہ ۴۱ء

---

[1] سید صباح الدین عبدالرحمن دسنوی، رفیق دارالمصنفین۔

۷۵

دار المصنفین ۔ اعظم گڈھ

برادرم   السلام علیکم۔

خط ملا ۔ معین الندوہ پٹنہ و بہار کے متعلق یہی کیجیئے کہ سارے مصارف معین الندوۃ پر ڈال لیجئے ، اور پوری آمدنی بھی مصارف کے بعد جو بچے وہ مرکز کو بھیج دیجئے ؛ مگر کوشش کیجیئے کہ آمدنی بڑھے ۔ مولوی حامد صاحب شاید پنجاب جائیں ۔ اس وقت تو بہار کا سفر بے سود ہوگا ۔   سید صباح الدین صاحب کا پتہ یہ ہے :   ۱۰ ہیمی روڈ ، ڈیرہ دون ۔

آپ درخواست دے سکتے ہیں ۔ معلوم نہیں آج کل کس کا اثر ہے ۔ میری نسبت کیا پوچھنا ۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ میں اپنے عزیزوں کے لیئے کیا چاہتا ہوں ۔

کشمیر گورنمنٹ نے ۵ وظیفے کشمیری طالب علموں کے لیے ندوہ میں منظور کیئے ہیں ۔

والسلام

سید سلیمان   ۱۳ مئی ۱۹۴۱ء

۷۶

دلسینہ

برادر عزیز   اعزکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ۔ اعظم گڈھ میں آپ کا لفافہ عین روانگی کے وقت ملا تھا ، اور حالات سے

۱؎ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ، پٹنہ کی پرنسپلی کے لئے ۔ جو حاجی معین الدین ندوی مرحوم کی وفات سے ابھی ابھی خالی ہوئی تھی ۔

اطلاع ملی تھی۔ کل آپ کا کارڈ بھی ملا، جس علمی اعزاز[1] پر آپ نے مسرت ظاہر کی ہے، وہ اس لحاظ سے، کہ اہل علم کی ایک جماعت کا اعتراف ہے، مستحق تشکر و امتنان ہے، اور اسی لیئے میں اس مبارکباد پر آپ کا تشکریہ ادا کرتا ہوں۔

محاسن سجاد[2] نہ معارف میں بھیجی گئی اور نہ مجھے دیکھنے کو ملی۔

دیکھنا ہے کہ جمعہ کے روز آپ آتے ہیں یا نہیں۔ جمعہ کے دن ۱۲ بجے تک انتظار رہے گا۔

والسلام

سید سلیمان ۔ ۲ جون ۱۹۴۱ء

۷۷

دلیسنہ

برادر عزیز السلام علیکم

آپ کے دو خط ملے، میرا ارادہ ۲۰ جولائی کو واپسی کا تھا، مگر پرسوں علی گڈھ سے

---

[1] مسلم یونیورسٹی نے حضرت الاستاذ کی خدمت میں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری پیش کی تھی۔ ہماری جدید تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ جدید علم و تعلیم کے ایک مرکز نے قدیم تعلیم و ثقافت کے ایک نمائندے کی علمی حیثیت کا باضابطہ اعتراف کیا ــــ اسی لحاظ سے خادم نے مبارکباد پیش کی تھی اور نہ سید صاحب قبلہ کی شان اس سے بہت ارفع تھی۔

[2] مولانا محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور خدمات سے متعلق منتخب مضامین کا مجموعہ، مرتبہ مسعود عالم۔

خط آیا ہے کہ ایک دینیات کے لیکچرر کی جگہ کا انتخاب درپیش ہے، جس کے لیے ۱۶ کو علی گڑھ پہنچنا ہے، اس لیے اب ۱۵ کو روانگی کا قصد ہے۔

عزیزم عبدالباری کے دو لڑکے اب پٹنہ میں میرے مشورہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ بڑا تو انجینئرنگ کالج کے بورڈنگ میں رہے گا اور دوسرا بالفعل آپ کے ساتھ۔ آپ کا نام میں نے اس لیے لیا کہ وہ آپ کا بھی عزیز ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ بلند مقصد یہ ہے کہ پٹنہ کی مسموم آب و ہوا میں آپ اس کی جسمانی و اخلاقی نگرانی رکھیں گے۔ اور آپ کے زیر نظر رہ کر بری صحبتوں سے محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے مصارف برابر آتے رہیں گے

معین الندوہ کی توسیع کا کام بہت ضروری ہے۔ آپ کی طلب کے مطابق دو خط بھیج رہا ہوں، خدا کامیاب فرمائے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء

۷۸

اعظم گڈھ

برادر عزیز وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، دو خط آئے، کیفیت معلوم ہوئی۔ مصطفیٰ کریم صاحب کے لیے

سید عبدالباری صاحب ندوی دسنوی (جو عرصہ تک ملتان میں اودر سیر رہے)۔ سید صاحب قبلہ کے عزیزوں میں

جن کو لکھنا تھا لکھ دیا گیا۔ خدا کرے نتیجہ نکلے میری کشمکش کا آپ احساس کر سکتے ہوں گے۔
رائے عدل و صداقت کے ساتھ دی جائے۔ دو کان ذا قربیٰ، لیکن ہر شخص کو کوشش
کا حق حاصل ہے، کُلٌّ یَّعمل علیٰ شاکلتہٖ، اگر ساعین کے نام معلوم ہو سکتے تو بہتر تھا۔ نیز
مقامی حق ترجیح یا رائے عامہ کا جھکاؤ کس کی طرف ہے۔

معین الندوہ کے کام میں سستی نہ آئے۔

کل پرسوں لکھنؤ کا قصد ہے، رحمت عالم کے روپے بھجواتے رہیئے۔ بورڈنگ
کا نقشہ بن چکا ہے۔

سات ہزار کا تخمینہ ہے اور ابھی اس فنڈ میں چار ہی ہزار آئے ہیں۔ باقی کا اللہ مالک ہے۔

والسلام

سید سلیمان ۹ نومبر ۱۹۲۱ء

۷۹

دفتر دار المصنفین، اعظم گڑھ

برادر عزیز اعزکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ آپ کے دو کارڈ ملے اور پھر مولوی ریاست علی صاحب کے ہاتھ
آپ کا لفافہ ملا۔ جواب میں تعویق و تاخیر ہوئی، ایسے وقت میں ڈرتا ہوں کہ میرے عزیز خفا
نہ ہوں، یا میری کسی وہمی آزردگی کا خیال نہ کریں۔ بھائی ان میں سے کوئی بات نہیں ہوتی، بلکہ
سبب یا کثرت مشغولی یا تواتر سفر، یا کوئی اور مانع طبعی ہوتا ہے۔ یہ تفصیل اس لیے کی کہ ہمارے

ایک عزیز مولوی سعید صاحب[1] انصاری اسی کے باعث کئی سال سے خفا ہیں، کہ میں ان سے خفا ہوگیا ہوں۔ استغفر اللہ۔

معین الندوہ کے لیے اس حالت میں آپ نے جو کچھ انتظام کیا ہے، ٹھیک ہے آپ نے تو اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں کی۔ السعی منکم والاتمام من اللہ تعالیٰ جدہٗ انشاء اللہ اس میں بھی کچھ بہتری ہوگی۔

اچھا ہوا کہ آپ مطمئن ہو کر اپنے کام میں لگ گئے۔ آپ جہاں[2] جا رہے تھے، میری تمنائیں آپ کے ساتھ تھیں، مگر میں دل سے اس کو آپ کی ترقی کا میدان نہیں سمجھ رہا تھا۔ وہ مقام کام کرنے والوں کے لئے موزوں نہیں۔ ہر روز کے اس میں خرخشے اور جھگڑے ہیں اور خدا جانے کیوں سرکاری مدارس میں علم کی خیر و برکت نہیں۔ اور تجربے سے بڑھ کر اس کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟ ولاینبئک مثل خبیر۔

ہمارے علماء کا ظرف[3] ذرا چھوٹا ہوگیا ہے۔ اسی کی سب خرابیاں ہیں۔ دوسرے

---

[1] سابق رفیق دار المصنفین وحال مقیم لاہور

[2] مدرسہ شمس الہدیٰ کی پرنسپلی، جس میں چار پانچ ماہ کی جدو جہد کے بعد راقم ناکام رہا۔ حضرت الاستاذؒ کو پبلک سروس کمیشن نے "علمی مشیر" (EXPERT) نامزد کیا تھا۔ اس لیے راقم نے بہ نظر احتیاط پورے پانچ ماہ خط و کتابت بند رکھی۔ حکومت کے فیصلے کے بعد عاجز نے پھر سلسلہ شروع کیا۔

[3] یہ اشارہ ہے، ان گندگوں کی طرف جو ان دنوں پٹنہ کے اخبارات میں اچھالی گئیں۔ حد یہ ہے کہ دو آدمیوں کے مقابلے کو دو برادریوں کے جنگ کی حیثیت دے دی گئی اور میری وجہ سے حضرت الاستاذؒ، ندوہ اور پوری سادات کی برادری کو گالیاں سننا پڑیں۔ اس ناکامی میں یقیناً کچھ بہتری ہی منظور تھی۔ فالحمد للہ۔

لفظوں میں یوں کہیئے کہ حبِّ جاہ وحبِّ دنیا نے ہم کو حق کی طرف سے پھیر دیا ہے۔ زخ
دنیا پر ہم مٹتے رہے ہیں اور اسی کو اپنا کعبۂ مقصود بنا لیا ہے۔ کلّا بل تحبّون العاجلۃ
تذرون الآخرۃ، اس معیار سے ہم سب کو اپنے اپنے نفس کو جانچنا چاہیئے۔ اور اگر نہ
تو اس کے علاج کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ مارچ کی ۱۶ کو طلبائے قدیم کا جلسہ لکھنؤ میں ہوگا اور اسی
ساتھ ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ کو ادارۂ معارف اسلامیہ کا جلسہ بھی وہیں ہے اور عربی مجلس کا مق
تقریری بھی انہیں دنوں میں ہے۔ موسم اچھا ہوگا، آپ بھی شریک ہوں اور کوئی مقالہ تیار
کیونکہ ادارہ کی دعوت طلبائے قدیم اور دار المصنفین کی طرف سے ہے۔ اس لیئے طلبائے ق
کی نمائندگی ضروری ہے۔

خیریت ہے۔

ہاں یاد آیا، جس طالب العلم کے لیئے آپ نے لکھا ہے، اس کو مولوی عمران خا
صاحب کے نام خط دے کر لکھنؤ بھیج دیجیئے۔ سردست کچھ انتظام کر دیا جائے گا۔
ان کو لکھ دوں گا۔ والسلام

سید سلیمان ۲ محرم ۱۳۶۱ھ

۸۰

دار المصنفین اعظم گڈھ

برادرم سلّمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم، میں سفر سے کل شام واپس آیا۔ آپ کے دو نو خط ملے۔ سیرت اما

کے لئے بالفعل کاغذ کی مشکل ہے۔ ہمارے ہاں ذخیرہ میں اس وقت اتنا ہی ہے کہ جو کام شروع ہیں وہ ختم ہو جائیں، تاہم انکار نہیں کیا جاتا، مشکل پیش کی جاتی ہے۔ کتاب کی ضخامت کیا ہوگی؟

آپ کے مجدد صاحب[1] کے رسالہ میں میرے متعلق جس طرح لکھوایا گیا ہے، ملاحظہ سے گذرا ہوگا۔ میری بات اگر ابنائے زمانہ کے دل میں نہیں اترتی تو خموشی بہتر ہے۔ باقی میری ذات پر ھمزولمز وکانوا یستفتحون، اور انجیل وغیرہ کا جو نیا ادب پیش کیا جارہا ہے، وہ ہمارے دوستوں کے لئے امید ہے کہ باعث ابتلاء نہ ہوگا۔

معین الندوہ کے لئے آپ جو کچھ کر رہے ہیں، وہ بھی اس زمانہ میں غنیمت ہے۔

والسلام

سید سلیمان یکم اپریل ۱۹۴۲ء

---

[1] رسالہ ترجمان القرآن میں قمرالدین خاں صاحب (جو اس وقت شعبۂ تنظیم کے انچارج تھے) نے ایک تلخ مضمون لکھا تھا۔

یہاں سے خطوط میں کہیں کہیں جماعت اسلامی کا ذکر آئے گا۔ میری زندگی میں اب تک اس سے بڑی اور کوئی آزمائش نہیں آئی۔ ایک طرف اپنا عقیدہ اور مسلک جسے پورے انشراح اور اطمینان قلب کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ دوسری طرف استاذ مرحوم کے تعلقات۔ میں نے گذشتہ بارہ سالوں میں جس طرح ان دونوں کے نباہنے کی کوشش کی ہے اور اس کے لئے جو جو جتن کرنا پڑے ہیں انہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بہرحال خوشی کی بات یہ ہے کہ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ آہستہ آہستہ جماعت سے بہت قریب آگئے تھے اور ان کی بدگمانیاں بڑی حد تک دور ہو گئی تھیں اور اس سے زیادہ مجھے ذاتی خوشی اس بات کی ہے کہ "اس خادم کی وفاشعاری کا ان پر آخر وقت تک اثر رہا"۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ فالشکر للہ الواحد الاحد

۸۱

دلسنہ، ضلع پٹنہ[1]

برادرِ عزیز السلام علیکم

آپ کا آنا مبارک، مگر آج کل دن کو بہار لائٹ ریلوے سے سفر عذاب الیم ہے جس سے ہر مومن کو پناہ مانگنی چاہیئے۔ کوئی چھینٹا پڑے تو قصد کیجیئے، یا رات کو سفر کیجیے، اور رات بہار میں گذار کر صبح کو دلسنہ کا ارادہ کیجیے۔

ہمارے ہاں کی تقریب کی تاریخ گو اوائل جون مقرر ہوئی ہے، مگر وہی لڑکی بلیا میں میعادی تپ میں مبتلا ہے۔ دیکھیے بخار کب اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں۔

آج کل وہ لُو اور گرم ہوا چلتی ہے کہ گویا آگ برستی ہے۔

آپ کی کتاب وقت پر دیکھوں گا۔

مولوی ریاض حسن خاں صاحب[2] کا عنایت نامہ آیا ہے۔ بھائی! اس دفعہ مظفر پور چلو، میرا دل بار بار چاہتا ہے، مگر مکروہات زمانہ موقع نہیں دیتے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۹ مئی ۱۹۴۲ء

---

[1] قصبہ بہار شریف ضلع پٹنہ جس کے مضافات میں دلسنہ (حضرۃ الاستاذؒ کا وطن)، گیلانی (مولانا مناظر احسن کا مزرِبوم) پنہسہ (مولانا محمد سجادؒ کی جائے پیدائش) واقع ہیں۔ دلسنہ ہی سے قریب اس کج مج رقم کی آبائی بستی (اوگانواں) بھی آباد ہے۔

[2] مولانا ریاض حسن خان، اپنے بڑے بھائی مولانا اعجاز حسن خاں کے انتقال کے بعد اپنے وطن مالوف مظفر پور منتقل ہو گئے تھے۔

دارالمصنفین اعظم گڈھ

۲۴ نومبر ۱۹۴۲ء

عزیز مکرم السلام علیکم۔

الحمدللہ خیریت ہے۔ ایک ماہ سے لکھنؤ اور دوسرے مقامات میں تھا۔ ۱۷ار

واپس آیا ہوں۔ آپ بلیا[1] آکر واپس آئے۔ آپ کی اطلاع کے بموجب آپ کا انتظار رہا۔

آپ کی کتاب منشی صاحب مطبع کے حوالہ کی، اور کاغذ کی فرمائش کے لئے

کہہ دیا تھا۔ تقطیع چھوٹی سیرت سیّد احمد شہید کی رکھنی تھی۔ اُسی تقطیع کا کاغذ ڈھونڈوایا،

مگر نہیں ملا، اتنا ہی ملا جس پر رحمت عالم کا ہندی اڈیشن زیر طبع ہے۔

معین الندوہ کو کسی نہ کسی طرح جاری رکھئے۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پشت کے پھوڑے سے شفا بخشی۔

والسلام سید سلیمان

---

[1] راقم نے رمضان المبارک کے ایام ضلع بلیا (یو پی) کے ایک گاؤں میں اپنے سسرالی عزیزوں کے ہاں بسر کئے۔ بلیا، اعظم گڈھ سے بہت قریب ہے۔ بعض مجبوریوں کی وجہ سے اعظم گڈھ نہ حاضر ہو سکا۔

۸۳

دار المصنفین، اعظم گڑھ

برادر عزیز، دعائے خیر

السلام علیکم ـ شوکانی نے فقہ زیدی کی تعلیم پائی تھی، لیکن وہ بعد کو غیر مقلد ہو گئے ـ یعنی "کان لا یقلّد طائفةً معیّنة بعینها، بل کان یقبل ما یرا فق دلائله و کان یردّ مالا یوافقها"۔ جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے ـ عقائد میں وہ سلفی تھے اور زیدیہ معتزلہ کے قریب ہیں اور تفضیل حضرت علیؓ کے قائل ہیں ـ

۲ ـ اجماع کی صحت پر تو سب کا اجماع ہے ـ شوکانی نے بھی مانا ہے جیسا کہ ان کی کتاب ارشاد الفحول صـ۷۳ میں ہے ـ

عام اہل سنت اور حنابلہ اور ظاہریہ یعنی داؤدیہ میں یہ فرق ہے کہ اہل سنت اجماع کو ہر عصر میں مبنی علی قیاس من دلائل الشرع مانتے ہیں ـ اور ظاہریہ چونکہ قیاس کے منکر ہیں، اس لئے اس کو مبنی بر قیاس نہیں مانتے ـ اور حنابلہ صرف اجماع صحابہ کو مانتے ہیں ـ دیکھئے احکام فی اصول الاحکام للآمدی جلد اوّل صـ۳۲۸ : ذهب الاکثرون من القائلین بالاجماع الی ان الاجماع المحتج به غیر مختص باجماع الصحابة بل اجماع اهل کل عصر حجة خلافاً لداود وشیعته من اهل الظاهر ولاحمد بن حنبل فی احد الروایتین عنه صـ۳۲۸ ... والروایة الثانیة عنه : من ادّعی وجود الاجماع فهو کاذب، صـ۲۸۲ والمعروف هو الاوّل ـ

---

[1] راقم ان دنوں مولانا سندھی کی کتاب (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک) پر تبصرہ لکھ رہا تھا ـ یہ مکتوب اسی سلسلے میں ایک استفسار کا جواب ہے ـ

چونکہ اجماعِ صحابہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہوتی ہے، اور اہلِ تشیع اس خلافت کی صحت کے منکر ہیں۔ اس لئے وہ اجماع کی حجت شرعی ہونے کے منکر ہیں۔

۳۔ وحدۃ الوجود کی بحثیں تمامتر فلاسفہ وحکماء کی الٰہیات پر موشگافیاں ہیں۔ یا یوں کہئے کہ فلاسفہ کے الٰہیات کے مقابلہ کا علم کلام ہے۔ شیخ اکبر[1]، صدر قونوی، رومی، عراقی، جامی امام ربانی یعنی مجدد الف ثانی۔ افضل المحققین (یعنی شاہ ولی اللہ صاحب حسب اصطلاح صاحب[2] طبقات) ان سب کے الگ الگ آراء ہیں۔ یا مختلف تعبیرات ہیں۔ صاحب طبقات نے ان سب پر تبصرہ کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان سب میں صرف اصطلاح اور تعبیر کا فرق ہے، حقیقت کا نہیں اور وہی عین شریعت ثابت بالکتاب والسنّت بھی ہے۔

چنانچہ طبقہ ۱۰ اور طبقہ ۲۰ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

صراط مستقیم میں امام شہید[3] یا امیر شہید[4] جس کو کہئے وحدۃ وجود کو محض شدت عشق کا نتیجہ بتایا ہے یعنی شدت عشق واستغراق سے عاشق کو ایسا نظر آتا ہے جو واقعہ نہیں۔ اس عشق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے: فناء علم یعنی غیبت وعدم شعور ماسوائے محبوب حتی کہ بنفس خود[5] اس کی تفصیل ص ۱۲ میں ہے کہ جس طرح لوہا آگ میں لال ہو کر انا النار پکار اٹھے، لیکن وسط کتاب

---

[1] ابن عربی ف ۶۳۸ھ ان کے پالک اور شاگرد صدر الدین قونوی (ف ۶۷۲ھ) جلال الدین رومی (ف ۶۷۲ھ) عراقی (ف ۶۸۸ھ) جامی (ف ۸۹۸ھ)؛ امام ربانی احمد سرہندی (ف ۱۰۳۴ھ)؛ شاہ ولی اللہ دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ)

[2] مولانا اسماعیل شہیدؒ [3] حضرت سید احمد شہید بریلویؒ۔ [4] مولانا اسماعیل شہیدؒ

میں بدعات صوفیہ کے ضمن میں ہے :

"و از جملۂ بدعات ملاحدہ وجودیہ کہ در خواص و عوام اشتہار یافتہ و با قوال اکابر طریقت مشتبہ گردیدہ گفتگو ہائے توحید وجودی الحادی است کہ بگمان اتحاد خود با خدا ازاں لذتیات نفسانی برمیدارند و بتسویل شیطانی و مکر نفوس خبیثہ بیان آں گفتگو را معارف و حقائق می پندارند الخ ص۴۵

۴۔ یہ بات کہ مولانا شہید نے سید صاحب کے بیعت کے بعد آمین بالجہر اور رفع یدین ترک کردیا تھا مجھ پر واضح نہیں۔ امیر الروایات میں ایک دو حکایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے، مگر میرے دل پر یہ اثر ہے کہ امام شہید کو ان مسائل فقہیہ میں جن کا مدار محض اَدّلویت ہے۔ چنداں کد نہ تھی۔ ان کا تمام تر مرکز کار اصلاح عقائد و اعمال و رد بدعات تھا۔ سرسید کے ایک خط سے جو بنام مولانا ابراہیم صاحب[1] آروی ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آمین بالجہر و رفع یدین کا التزام و اشتہار مولانا نذیر حسین[2] صاحب سے شروع ہوا واللہ اعلم۔

صراط مستقیم کی یہ عبارت قابل ملاحظہ ہے۔

در اعمال اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر و خوب است، لیکن علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را منحصر در علم یک شخص از مجتہدین نداند۔ بلکہ علم نبوی منتشر در آفاق گردیدہ بموجب مقتضیات وقت بہرکس رسیدہ و بعد ازاں کہ کتب مصنف شدہ جمعیت آن

---

[1] مولانا محمد ابراہیم آروی۔ مشہور اہل حدیث عالم اور مصلح۔ بانی مدرسہ احمدیہ سلفیہ، آرہ (ف سنہ

[2] سید نذیر حسین صاحب سورج گڑھی مونگیری (میاں صاحب دہلوی) (ف سنہ ۱۳۲۰ھ)

علوم ظاہر گشتہ۔ پس در ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح صریح غیر منسوخ یا بہ اتباع ہیچ مجتہد دراں نکند۔ و اہل حدیث را مقتدائے خود شناسد و بدل محبت ایشاں دارد و تعظیم ایشاں لازم شمرد کہ حاملان علم پیغمبر اند و بنوعے فائدہ مصاحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کردہ مقبول جناب رسالت مآب گشتہ اند و مقلدان تعظیم و توقیر مجتہدان بخوبی میدانند۔ و محتاج آگاہی براں نیستند ص۶۹۔

۵۔ سید صاحب کی غیبوبت کے عقیدہ کا ظہور غالباً دونوں طبقوں کے محبین خاص میں ہوا۔ اور یہ امر شدت محبت میں بکثرت ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس حال و قال سے ظاہر ہے جو وفات نبوی کے وقت پیش آیا۔

لطیفہ۔ اور میرا واقعہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ میں مولانا مرحوم کی وفات و تجہیز و تکفین میں شریک تھا۔ مگر بار بار بھول جاتا تھا کہ وہ وفات پا گئے اور ان کی وہی ہیبت مجھ پر بعد وفات بھی تھی جو زندگی میں تھی۔

آپ کا علاج[1] شروع ہو گیا ہو گا۔ کیفیت مزاج سے اطلاع دیجئے۔ اب آپ عزیزوں کے ساتھ میری نسبت محبت از دیاد عمر کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔

دوسرا خط برادرم کاشغری صاحب کو دے دیجئے۔

والسلام

سید سلیمان ۷ دسمبر ۱۹۴۲ء

---

[1] راقم علاج کے لیے کلکتہ گیا ہوا تھا اور اپنے محترم دوست مولانا عبدالرحمٰن کاشغری کے ہاں مقیم تھا۔

۸۴

دار المصنفین، اعظم گڈھ

عزیز مکرم نفعکم اللہ بعلومہ

السلام علیکم، کلکتہ سے کامیاب واپسی پر مبارکباد۔ خدا کرے یہ نفع تادیر قائم رہے۔

۱۔ پچھلے خط کی نقل میرے پاس محفوظ نہیں۔ معلوم نہیں میں نے کیا لکھا۔ آپ کی منقولہ عبارت میری کتاب کے صفحہ ۶۹ پر ہے۔ اس سے مقصود مطلق اجماع عام فی کل عصر کی حجت قطعی ہے کہ یہ مختلف فیہ ہے۔ آپ بحث سابع پڑھیں اجماع الصحابۃ حجۃ بلاخلاف ونقل القاضی عبدالوہاب عن قوم من المبتدعۃ ان اجماعھم لیس بحجۃ۔ وقد ذھب الی اختصاص حجۃ الاجماع باجماع الصحابۃ داؤد الظاھری وھو ظاھر کلام ابن حبان فی صحیحہ وھذا ھو المشہور عن الامام احمد بن حنبل۔ فانہ قال فی روایۃ ابی داؤد عنہ الاجماع ان یتبع ما جاء عن النبی صلعم وعن اصحابہ وھو فی التابعین مخیر۔ وقال ابوحنیفۃ اذا اجتمعت الصحابۃ علی شیٔ سلمناہ واذا اجتمع التابعون زاحمناھم ص۲۔

۲۔ توسل بالذوات بے شبہ جائز ہے۔ احیاء میں تو کلام کسی کو نہیں، جس طرح حضرت عمر نے حضرت عباس کے توسل سے استسقا کیا۔ رہ گیا اموات کے ساتھ۔ اموات کے ساتھ توسل کے یہ معنی ہیں کہ ان کے اعمال خیر و مقبولہ سے توسل کیا جائے۔ جس طرح اپنے اعمال خیر سے توسل جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث الغار سے ثابت ہے۔ کما رواہ البخاری۔ اسی طرح دوسرے احیاء و اموات کے اعمال خیر سے بھی۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ الآیۃ کی تفسیر بھی توسل بالاعمال سے کی گئی۔ البتہ اموات سے خطاب کر کے اگر مستقلاً ان سے مانگا جائے تو یہ شرک ہے اور اگر ان سے یہ کہا جائے کہ میرے لئے وہ خدا سے دعا کریں تو ...

لیکن میں اس کو بدعت سمجھتا ہوں۔ کہ یہ طریق دعا منقول و ثابت نہیں۔ علامہ آلوسی نے (رُوح المعانی) آیت کریمہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کی تفسیر میں اس کو بدعت کہا ہے۔ بعد کو شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاوی میں بھی یہ ملا۔ مولانا تھانوی بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور بعد کو ان راویوں کے توافق سے مجھے تسکین ہوئی۔

شرک یہ ہے کہ خدا کی ذات وصفات و عبادات میں کسی کو شریک بنایا جائے۔ توسل بالذوات الی اللہ تعالیٰ شرک فی الذات ہے نہ فی الصفات نہ فی العبادات۔ اصحاب نجد یہ کہتے ہیں، تو ان کا یہ غلو ہے۔[1]

ہاں اگر ذوات سے کوئی یہ سمجھ کر توسل کرے کہ اللہ تعالیٰ ان کی درخواست کے سامنے مجبور و مضطر ہے، تو بے شبہ یہ شرک ہوگا اور اگر یہ سمجھ کر کرے کہ یہ جامع اعمال خیر ہیں، اور ان کے اعمال بظاہر مقبول ہیں۔ تو ان کی ذات سے خدا کی طرف بہ سبب ان کے اعمال کے توسل کیا جائے کہ شاید ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمالیں، تو یہ جائز ہے، مگر حضرت عمرؓ کے فعل سے کہ انھوں نے توسل بالنبیؐ کے بجائے توسل بعم النبی فرمایا۔ یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ امر قابل احتراز ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آخر انھوں نے عم النبی سے کیوں توسل کیا۔ کسی اور صحابی سے کیوں نہیں کیا۔ بالآخر عم النبیؐ کی مقبولیت عنداللہ میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی تو ملحوظ رہی۔ اور بالآخر بواسطہ توسل بالنبیؐ ہی ہوا۔ فافہم

معارف میں مولانا سندھی کی کتاب شاہ ولی اللہ صاحب پر مجملاً جو لکھا گیا ہے

---

[1] اصحاب نجد بھی اسے "شرک" نہیں کہتے۔ یوں اس باب میں قول فصل امام ابن تیمیہؒ (ف ۷۲۸ھ) کی (قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل) ہے۔

اس کی نسبت ان کا خط آیا ہے ۔ والسلام

سید سلیمان ۱۷ ذیحجہ ۱۳۶۱ھ

۸۵

[ابھی مولانا سندھی کی کتاب اور ان کے چھیڑے ہوئے مسائل پر خط و کتابت جاری تھی ، کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایک بڑی خطرناک اسٹرائک ہوئی ۔ مارچ ۴۳ء کی ابتدائی تاریخوں میں (جب کہ راقم اپنے مقالہ "شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک پر ایک نظر" کی آخری قسط ختم کر رہا تھا) طلبہ ندوہ کا تار ملا : "جلد آؤ" ۔ راقم انجمن طلبہ قدیم ندوہ کے نمائندے کی حیثیت سے ندوہ کی مجلس انتظامی کا رکن تھا ۔ اس لئے تار کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا ۔ دوسری طرف حضرت الاستاذؒ کی آزردگی کا بھی خوف لاحق تھا ۔ اس وقت دارالعلوم کے نظم و نسق کی ذمہ داری یکسر ان ہی کے کندھوں پر تھی ۔۔ زیر نظر کارڈ کا جواب اس طرح ملا کہ جا بجا اس کے بین السطور میں مختصر "کلمات" بڑھا دیئے گئے اور کارڈ واپس کر دیا گیا ۔ اس کے بعد کے مکاتیب سے صورت حال واضح ہوگی ۔ تبرک اور تاریخ کے لئے یہ خط ان ہی "کلمات" کے ساتھ درج ذیل ہے ۔ راقم نے اپنے کسی خط کی نقل کبھی نہیں رکھی یہ مکتوب کلمات سیدہ کے طفیل محفوظ رہ گیا

مکتوب مرتب مکاتیب	جواب حضرۃ الاستاذؒ
سیدی و مخدومی ادام اللہ ظلکم علی مفرق المسلمین	
۱۴ ر مارچ کو لکھنؤ پہنچا ۔ حالات تکلیف دہ محسوس ہوئے ۔ چار روز رہا اور ہر ہر فرد سے	کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری

ملنے کی کوشش کی، اور مایوس واپس ہوا۔

سب سے پہلی بات یہ کہ حافظ عمران خاں صاحب سے کوئی مدرس یا طالب علم خوش نہیں ولا استثنی منھم احداً، سواء من استر القول أو جھر بہ۔ بس فرق یہی ہے کہ کوئی کہتا ہے اور کوئی صبر کرتا ہے۔ علی میاں

محمد ناظم صاحب - عبدالسلام صاحب کی طرح ان کا علمی رعب بھی نہیں۔ موجودہ خلفشار کی ایک بڑی اور اہم وجہ یہ بھی ہے۔

اس ضمن میں بعض جزئی باتیں بھی آگئیں۔

طلبہ اور بعض مدرسین یہ کہتے تھے کہ ندوہ کو اس کے مقاصد سے ہٹایا جا رہا ہے۔ جرح پر بعض مثالیں دیں۔

(i) انگریزی کو لازمی سے اختیاری کرنے کی کوشش۔

ابھی تک ہوئی نہیں اور قبل از وقت ہے۔

(ii) الاصلاح[1] پر ضرورت سے زیادہ پابندی

اس کی وجہ بھی [2] سے تعلق رکھتی ہے۔

(iii) اس کا چندہ دفتر سے وصول نہیں کیا جاتا

اس کی بھی وجہ ہے اور وہ گرانی ہے۔

---

[1] طلبہ کی یونین (جمعیۃ الاصلاح)

[2] ایک لفظ پڑھا نہیں گیا۔

(iv) عربی جلسہ ملتوی کر دیا گیا	اس کی وجہ طلبہ اور مولوی ناظم اور علی میاں سے پوچھیے
(v) منطق کے اخفانے کی کوشش	کذب صریح۔
(vi) کھیل کے بند کرنے کا خیال	غلط
(vii) دار الطعام کو طلبہ کے ہاتھ سے نکال لینا وغیرہ وغیرہ۔	گرانی کا انتظام
اور غیر مستطیع طلبہ کے ساتھ "عدم اخفا"عہ کی شکایت تو عرصہ سے ہے اور میں خود دیکھ چکا ہوں۔	عہ اخفاء ناممکن ہے۔ میں بھی رہا ہوں۔
عمران خان صاحب نے بعض چیزوں کا اعتراف کیا اور بعض کی تردید۔ جن چیزوں کا اعتراف کیا۔ ان کی نسبت اپنے افسروں کی طرفداری کی۔ جیسے انگریزی کو اختیاری کرنے کا خیال۔عہ	عہ اس کی وجہ جو میرے ذاتی خیال پر مبنی ہے جو تھانہ بھون کا اثر نہیں، بلکہ عہد قدیم سے ہے۔ مگر بہر حال اس کا اجرا نہیں کیا گیا۔ کیا ذاتی خیال بھی منع ہے؟
میں نے یہ سرسری طور پر چند باتیں عرض کردی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مکمل تحقیق، اور OVER HAULING کی ضرورت ہے۔	عہ علاج بتائیے۔
اسٹاف دن بدن گر رہا ہے۔ جو اہل علم ہیں، وہ بددل ہیں۔ علی میاںعسہ بھی ان ہی حالات سے تنگ آکر الگ ہوئے ہیں۔ اور الگ رہنا چاہتے ہیں۔ گو ابھی ایک سال کی چھٹی لی ہے۔ عمران خاں صاحب کی نا اہلیت پر	عسہ غلط ہے۔

ان کا بھی اتفاق ہے۔ ایک عالم کے بجائے ان کا برتاؤ پولیس افسر کا ہے۔

مدرسین کے عدم امانت کی حالت میں اس کی ضرورت ہے۔

گو یہ ہنگامہ غلط طور پر شروع ہوا ہے اور آتشزدگی کی حرکت انتہائی شرم ناک تھی، لیکن درمیان میں اصولی اور اہم باتیں آگئی ہیں جن پر جناب کی توجہ فرمائی کی ضرورت ہے۔

عاجز اعظم گڈھ ہو کر تفصیلات عرض کرنا چاہتا تھا کہ کاشغری صاحب کا تار ملا، جس میں انہوں نے ہمارے ڈاکٹر کی بنارس میں موجودگی کی اطلاع دی تھی۔ رخصت ختم ہو رہی تھی۔ میں سیدھا بنارس پہنچا۔ مولوی عبدالمجید[1] صاحب کے توسط سے آسانی ہو گئی۔ اور ڈاکٹر سے مل کر پرسوں رات واپس آیا ہوں۔

خادم طالب قدیم اور نمائندہ طلبہ قدیم کی حیثیت سے گیا تھا۔ لیکن نظامت اور

---

[1] مشہور عالم اور ادیب مولانا عبدالمجید حریری ام۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی (علیگ)

اہتمام دونوں نے انتہائی سرد مہری برتی۔
اگر واقعی یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ دارالعلوم
سے بے تعلق ہو جائیں، تو ایک بار صاف
طور سے کہہ دینا چاہیئے۔ ہم اتنا دور رہ کر
کیوں دردِ سر مول لیں اور دن رات نام رٹا
کریں۔ ایک سال سے رکن ہوں، لیکن کسی
قسم کی چھوٹی بڑی اطلاع بھی نہیں ملی۔ واہ رے
ادارہ اور واہ رے رکنیت۔ چونکہ ہر موقع
پر جناب کا نام لیا جاتا ہے، اس لئے ہم لوگ
خاموش ہو جاتے ہیں۔

والسلام خادم

مسعود عالم ندوی

۸۶

دارالمصنفین، اعظم گڈھ

عزیز مکرم دام سعدکم

اسلام علیکم۔ میں ۲۰ر کو لکھنؤ پہنچا۔ آپ جا چکے تھے، ملاقات نہ ہوسکی کہ باتیں ہوتیں۔

بہرحال آپ جوان ہیں، میں بوڑھا ہو چکا۔ آپ جوان ہیں، تو آپ کی ہمتیں بھی جوان ہیں، ولولے بھی پُرجوش، خیالات بھی ہوا کی بلندی میں اڑ رہے ہیں۔ تخیّل کی باگ ڈھیلی ہے، اور عملی مشکلات سے ناآشنا ہیں۔ میرے نزدیک تو دارالعلوم جس طرح چل رہا ہے، اگر چلتا رہے تو بھی کرامت ہے، ورنہ حالات پر نظر رکھ کر اُس کی موت یقینی ہے۔ قدیم وجدید کی نزاع بہرحال قائم رہے گی۔ ہر جدید ایک دن قدیم ہو جاتا اور پھر اس سے جدید تر اس جدید تا قدیم سے برسرِپیکار ہوتا ہے۔ یہ رفتارِ عالم ازل سے ہے اور شاید قیامت تک قائم رہے۔

تخیّل کی دنیا سے نیچے اتر کر عمل کی دُنیا میں آیئے۔ اور ایک نیا نظام نامۂ تعلیم مرتب کر ڈالیئے، اور اس نئے نظام نامہ کے مطابق پوری آزادی سے اشخاص کا انتخاب بھی کر لیجئے، پھر اس کو عالمِ واقعیت میں قائم کر کے اس کا تجربہ بھی کر لیجئے۔ اگر آپ میں اور آپ کے ہم خیال احباب میں یہ قوت ہے تو میں بلا نزاع کم از کم اپنی جگہ خالی کر دینے کو تیار ہوں۔

کنج گزیدیم و بپرستیم خدائے را

مہتمم حال ہر حال میں ناکارہ، اور طلبہ اور مدرسین اس سے ہر حال میں کارہ۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ حضرات مدرسین بھی اپنی اپنی جگہ پر اپنے اپنے منصب پر اپنے کمال متوقع پر معیار کے مطابق ہیں۔ معیاری شے نہ ملی ہے نہ ملے گی، جو میسّر ہے اس میں سے بہتر پر قناعت ناگزیر ہے۔ عالم عامل نہیں ہوتے، عامل عالم نہیں ہوتے۔ مولانا حفیظ اللہ[1] صاحب۔ مولانا

---

[1] اُستاذنا شمس العلماء مولانا ابوالفضل محمد حفیظ اللہ اعظمی (مولانا عبدالحیؒ فرنگی محل کے ارشد تلامذہ میں تھے) راقم نے ان کا آخری دور دیکھا، جب کہ عمر ۹۰ کے قریب ہو چکی تھی (ف ذی الحجہ ۶۲ھ / دسمبر ۴۳ء) حضرۃ الاستاذؒ کو بھی ان سے تلمذ حاصل تھا۔

سید علی زینبی صاحب ۔ مولانا حیدر حسن[1] خان صاحب اور مولوی عمران خان صاحب سب اس کی نظیریں ہیں ۔ ناچار اس کے سوا چارہ نہیں ۔ مہتمم اور صدارت تدریس کی مسندوں کو الگ الگ کر دیا جائے ۔ اسی مسلک پر عمل ہے ۔ مولوی عمران خاں صاحب مہتمم ہیں ۔ صدر مدرس نہیں ہیں ۔ صدر مدرس کے تقرر کو فنون کو تقسیم کر کے ختم کر دیا گیا ہے ۔ الی ان یحدث اللہ بعد ذالک امراً ۔ ہمارے ہاں کے موجودہ ندوی مدرسین میں مولوی ناظم صاحب ۔ مفتی سعید صاحب اور حافظ عمران خان صاحب تین ہی ایسے شخص ہیں جو عمل کے بھی اہل ہیں ۔ سب کا تجربہ ہو چکا ، اور طلبہ نے سب کی برائی کی اور سب کو صدمہ پہنچایا ۔ جو دار الاقامہ کا آج حال ہے ، وہی مولوی ناظم صاحب کے زمانہ میں کر دیا گیا تھا اور سوائے مولوی عبد السلام صاحب قدوائی کے جو تعلیم و تربیت کے باب میں مسلک اباحی رکھتے ہیں اور کسی سے خوش نہیں ۔

موجودہ شورشیں تمام تر دار الاقامہ کی ہیں ۔ دار العلوم کی نہیں ، مگر آپ لوگ اصلاح دار العلوم کی سوچ رہے ہیں ۔ دار الاقامہ کے طلبہ میں پابندی کیونکر آئے ؟ اور قواعد کے ساتھ ان کی زندگی کیونکر وابستہ ہو ؟ مولوی عبد السلام صاحب نے جس ذہنی اباحیت کی تبلیغ ان میں کی ہے اُس کا علاج سوچیئے ۔ درد کہیں ہے ، آپ علاج کہیں کا سوچ رہے ہیں ۔ مولوی عمران صاحب نااہل ہیں ، یعنی علمی حیثیت کمزور ہے ۔ مگر ان کی علمی حیثیت تو مطلوب بھی نہیں اور اگر ہوتی تو نور علیٰ نور ، آپ حضرات علماء تو ایک اینٹ پر دوسری اینٹ بھی نہیں رکھ سکتے ۔ وہ کم از کم اینٹ پر اینٹ تو رکھ سکتے ہیں ۔ اور اہتمام کا تعلق اسی قوت عمل سے ہے ۔

---

[1] مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی (ف ۶۱ھ ۴۲ء) دار العلوم میں حدیث کے استاذ اور بڑے متبحر عالم تھے ۔ راقم نے حدیث ان ہی سے پڑھی ۔

مولانا حیدر حسین صاحب تو ناقابل نہ تھے۔ طلبہ نے ان کے ساتھ کیا کیا نہ کیا۔ لوگ مدح معاصرین حاضرین نہیں کر سکتے۔ البتہ ماضی کا مرثیہ پوری فراخدلی کے ساتھ لکھ سکتے ہیں۔ یہ مولانا مرحوم[۱] کا مقولہ ہے۔

اس معاملہ میں مولوی عبدالسلام صاحب[۲] کی تبلیغ نے ادھر چند مہینوں سے میری بے خبری میں جس طرح بے وجہ مجھے ساندا اور اپنے ہی جیسے دوست اخبارات میں مجھے بوجھ کہلوایا وہ حوصلہ فرسا ہے۔ حاشا کہ میں معتمدی پر حریص نہیں بلکہ کارہ ہوں اور اپنے سے بہتر بلکہ برابر کا جویا ہوں۔ اگر کوئی مرد کامل آپ کو نظر آئے تو ضرور پیش کیجئے اور اسی طرح مہتمم کے لئے اور کامل مدرسین کے انتخاب میں بھی مدد دیجئے۔ مجھے موجودین کے بقا اور غائبین کے نہ ہونے پر مطلق اصرار نہیں۔ آپ اشخاص کے نام سے ضرور مطلع کریں، تاکہ ندوہ اُن کو اُس قلیل معاوضہ پر جو وہ دے سکتا ہے، اُن کے بلانے پر کوشش کرے۔

ادارہ پر اعتراض جس قدر آسان ہے، کام اس سے زیادہ مشکل ہے۔ آپ ایک

---

[۱] مولانا شبلی نعمانیؒ۔

[۲] یہاں ندوہ کی سیاست کو چھیڑنا مقصود نہیں، مگر اس اسٹرائک کی یہ بڑی ٹریجیڈی ہے کہ مولوی عبدالسلام صاحب قدوائی ندوی جیسے مرنجاں و مرنج انسان کا اتنا بُرا نقشہ حضرۃ الاستاذؒ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہم لوگوں نے ہزار کوشش کی، مگر ان کے دل میں جو بات بٹھادی گئی تھی وہ دُور نہ ہو سکی۔ یہ حافظ عمران خاں صاحب اور ان کی سیاست کی بڑی کامیابی تھی —— یہ ان دنوں کا وقتی تاثر تھا۔ پھر اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق مولوی عبدالسلام صاحب کی بیان کردہ "غلطیوں" کو بھول گئے تھے اور ان کے ساتھ بھی دوسرے ندویوں کا سا برتاؤ تھا۔

دورہ پر گھبرا گئے۔ اور اُس کی نسبت کیا کہیئے گا جو ہر ماہ تقریباً آپ ہی کی طرح اپنی جیب سے لکھنؤ کا سفر کرتا ہے۔ اور جو ہو سکتا ہے وہ کرتا ہے۔ بہر حال ۱۵ر کو ملاقات اور کامل گفتگو ہوگی۔

مولانا سندھی کا خط میرے نام آپ کے لئے آیا ہے، وہ ملفوف ہے۔

ایک دوسرا خط بھی جاتا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۵ اپریل ۱۹۴۳ء

۸۷

اعظم گڈھ

برادر عزیز السلام علیکم

آپ کا طویل خط لکھنؤ میں ملا تھا۔ اور آپ کی تجویز بھی جلسہ سے دوسرے دن سُنی۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے استاذ مرحوم کے ساتھ جس طرح ظاہری و معنوی رفاقت کی اور ان کی رائے کے آگے اپنی رائے کو فنا کر دیا تھا۔ ایسی ہی توقع مجھے اپنے عزیزوں اور رفیقوں سے بھی ہو تو تعجب نہیں[1]۔ مطبوعہ پمفلٹ اور مولوی عبد السلام کے تحریری استعفاء کی عبارت

---

[1] مجھے اپنی تجویز تو یاد نہیں، لیکن اتنا یاد ہے کہ باوجود زور دینے کے میری تجویز مجلس انتظامی میں پیش نہ ہو سکی صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ ایک طرف سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ کا استعفا تھا اور دوسری طرف مولوی عبد السلام صاحب

(باقی صفحہ ۱۴۲ پر)

پڑھ کر دنیا میری نگاہ میں سیاہ ہو گئی۔ کہ اس قدر جھوٹ اور بے بنیاد بات بھی کہی جا سکتی ہے۔
مجھے تو اپنے دوستوں کی طرف سے جن کو اپنا قوت بازو سمجھتا تھا پورا پورا معاوضہ مل گیا۔ میں نے
تو گزشتہ جلسہ میں ایک نوع کا استعفا بھی پیش کر دیا تھا، مگر کسی نے قبول نہیں کیا۔ میں دیکھ
رہا ہوں کہ جس طرح استاذ مرحوم کو دق کر کے آخر میں استعفے پر مجبور کیا گیا تھا مجھے بھی دق
کر کے دار العلوم سے کلی علیحدگی پر مجبور نہ کر دیا جائے۔ شاہ عز الدین[1] صاحب جن کو میں نے
ان کے بڑے اصرار پر رکھا تھا، انہوں نے بھی استعفا دے دیا۔ مولوی ضیاء اللہ[2] صاحب
جونپوری نے ایک نہایت غیر ذمہ دارانہ بیان بحیثیت رکن، جلسہ میں پوری طرح خاموش رہ کر اور
سکوت اتفاقی اختیار کر کے اخبار حقیقت میں دیا ہے، جو ہر طرح غیر قانونی ہے۔

رفقائے کلکتہ کاشغری صاحب وغیرہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ارکان و ملازمین دار العلوم سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱) قدوائی اور طلبہ کی حمایت ـــــ مجلس انتظامی نے طلبہ کے خلاف فیصلہ دیا، اور
عبد السلام صاحب مستعفی ہو گئے۔ راقم نے حضرۃ الاستاذؒ کی آزردگی کے خیال سے، طلبہ کا سرگرم
حامی ہونے کے باوجود آہستہ آہستہ معرکہ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ میری پوزیشن طلبہ پر پوری طرح واضح
تھی، وہ یہ کہ میں سید صاحب کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا۔

[1] شاہ عز الدین ندوی پھلواروی، مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء (سبط مولانا شاہ سلیمانؒ پھلواروی)

[2] ضیاء اللہ فاروقی جونپوری (خلف مولانا ابو بکر محمد شیث فاروقی جونپوری) یہ بھی میری طرح طلبہ قدیم ندوہ
کے نمائندے کی حیثیت سے مجلس انتظامی کے رکن تھے اور ہم سب میں نوعمر۔ مولوی عبد السلام صاحب کے شاگرد
اور ان سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ ضیاء اللہ صاحب کا خیال یہ تھا کہ سید صاحبؒ کی شخصیت کے
دباؤ سے طلبہ کے خلاف تجویز پاس ہوئی ہے۔ مجلس میں بھی انھوں نے بار بار لب کشائی کی کوشش کی، مگر
پرانے ارکان نے روک دیا۔

باہر حلقہ کے سات اشخاص تحقیق کے لئے مقرر ہوں، جو ہر درجہ ارکان کے لئے توہین آمیز تجویز تھی میں نے آپ کو عبد السلام کے متعلق کچھ لکھا تھا جو صرف آپ کی رازداری کے اعتماد پر تھا۔ آپ نے ان کو عبد السلام کو لکھ دیا۔ اس میں ایک لفظ اباحیۃ تھا۔ حالانکہ مقصود مذہب اباحیۃ نہیں، بلکہ اصول تربیت میں اباحیۃ یعنی کسی چیز کو منع نہ کیا جائے۔ بہرحال آپ نے کسی فائدہ ہی کے لئے ان کو میرے خیال سے مطلع کیا ہوگا۔

مولوی رئیس احمد[۲] صاحب کے خطوط میرے اور مختلف لوگوں کے نام آئے، اور ہر خط کا راگ الگ تھا۔ بہرحال انہوں نے مجھ سے اپنی دیرینہ محبت کا ذکر کیا ہے، اور مجھے بھی ہر ندوی بھائی اور عزیز سے یکساں محبت ہے۔ مولوی محب[۳] اللہ لاری کا خط سب سے زیادہ اعتدال اور اصابت رائے کا ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کئی سال سے کوشش کی جارہی تھی کہ طلبائے قدیم میں میرا اعتبار قائم نہ رہے۔ استغفر اللہ تعالیٰ۔

دار العلوم سے کنارہ کشی میرے لئے کچھ زیادہ مشکل نہیں، صرف ڈاکٹر صاحب وغیرہ

---

[۱] راقم مولوی عبد السلام صاحب اور طلبہ کے موقف کا حامی تھا۔ خیال تھا کہ حضرۃ الاستاذ کے دل میں عبد السلام صاحب کے متعلق جو بدگمانیاں پیدا ہوگئی ہیں، شاید ان کا ازالہ کیا جاسکے، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مشکل ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس کوشش کی قیمت اپنے ذاتی تعلقات کی صورت میں نہ دینا پڑے۔ جس کے لیے میں تیار نہیں تھا۔

[۲] رئیس احمد جعفری ندوی سابق اڈیٹر "خلافت" بمبئی، اور حال ایڈیٹر "ریاض" کراچی۔

[۳] محب اللہ لاری ندوی ام اے (علیگ) یہ بھی انجمن طلبہ قدیم کے نمائندے کی حیثیت سے مجلس انتظامی کے رکن تھے۔ بیچاروں نے صلح و مفاہمت کی جان توڑ کوششیں کیں، مگر ناکام رہے۔

احباب کی دل شکنی کا خیال ہے۔ اور بزرگوں کی چہل سالہ امانت کی تباہی و بربادی کا۔

آپ نے بتایا نہیں کہ کوئی مہتمم عالم و فاضل جس میں قوت عمل ہو آپ کی نگاہ میں ہیں؟ مولانا طلحہ[۱] صاحب کو اگر صدر مدرس بنا دیا جائے تو کیسا ہے؟ منشاء یہ ہے کہ عالم، عامل نہیں ملتا اور عامل کامل عالم نہیں ہوتے۔ اس لئے آغاز ندوہ کی طرح جب مولوی حفیظ اللہ صاحب مہتمم اور مولانا فاروق[۲] صاحب صدر مدرس تھے، کیا یہی صورت حال پھر کر دی جائے؟ ڈر ان دو کے باہم تصادم کا ہوتا ہے ـــ وہ مہتمم کے کام کے نہیں۔ آپ سے ملاقات ہے۔ مولوی مظفر[۳] صاحب کشمیر گھر گئے ہوئے ہیں، اُن کے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ شاید ہی آئیں، مگر میں اُن کا قدردان ہوں، اور اُن کی ترقی کا خواہاں۔ مولوی جلیل[۴] اشرف سے بھی آشنا ہوں۔ ندوہ میں پچیس تک کی جگہ مل سکتی ہے۔ یعنی اس طرح کہ مولوی مظفر صاحب کو مولوی عزالدین کی جگہ اور ان کی جگہ مولوی جلیل اشرف کو، مگر یہ کوئی قطعی باتیں نہیں، نہ کسی دوسرے سے لائق ذکر۔ یہ صرف آپ سے کہا ہے۔ اور آخر آپ پر کوئی تو وجہ[۵] اعتبار ہے!

---

[۱] مولانا سید محمد طلحہ ام۔ اے (سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور)

[۲] مولانا محمد فاروق چریاکوٹی (استاذ مولانا شبلی نعمانی)

[۳-۴] سید مظفر حسین ندوی کشمیری (ناظم دینیات۔ حکومت آزاد کشمیر) قاری سید جلیل اشرف ندوی بہاری (ڈھاکہ) راقم نے ان دونوں عزیزوں کی نشان دہی کی تھی۔ ان دنوں استاذ ممدوح سے ندوہ کے نئے اساتذہ پر خط و کتابت ہو رہی تھی۔

[۵] یہی چیز عاجز کے لئے ہمیشہ وجہ مباہات رہی، اور اس وقت کہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں، استاذ کی شفقت یاد کر کے آنکھیں اشک آلود ہیں۔ اب وہ دن کہاں لوٹنے کے؟ داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی،
اک شمع رہ گئی تھی، سو وہ بھی خموش ہے

مولوی علی[1] صاحب نے کام دو ماہ سے شروع کر دیا ہے۔ ۲۴ کو موجودہ طلبہ نے مخرجین کے بہکانے سے پڑھنے سے اسٹرائک کر دی۔ مولوی علی صاحب سمجھا رہے ہیں۔ شاید ہی کامیابی ہو۔ آپ نے خاں صاحب کے متعلق تو سنا، جو کچھ سنا مگر طلبہ کی بے قیدی، اور بعض مدرسین کی آمد و رفت و رخصت میں بے ضابطگی کے واقعات بھی سنے یا نہیں؟ اور ان کا کیا حل ذہن میں آیا؟ کیا خان[2] صاحب کے الگ کر دینے سے یہ سب نقائص دور ہو جائیں گے؟ عزیزمن! واقعات پر جذبات کی عینک لگا کر نظر نہ ڈالیے۔

۸۸

دار المصنفین اعظم گڈھ　　　　　　مورخہ ۸ مئی ۱۹۴۳ء

برادرم سلمہٗ

السلام علیکم، آپ کا لفافہ ملا۔ برادرم مظفر شاہ کے نام سفارشی خط بھیج دیا، اور ان کو بھی خط لکھ دیا کہ اگر وہاں جگہ نہ مل سکے تو واپس آجاؤ، بالفعل صہ کی ترقی ہوگی اور آئندہ بھی بشرط گنجائش[3]۔

---

[1] محب عزیز سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، جو فتنہ سے بچنے کے لئے الگ ہو گئے تھے۔

[2] حافظ محمد عمران خان صاحب ندوی ازہری بھوپالی۔

[3] شاہ صاحب واپس آ گئے تھے اور تقسیم ملک تک دار العلوم میں مدرس رہے۔

ندوہ کے معاملات سے بیحد افسردہ ہوں۔ اغراض نے باہم متصادم ہوکر سالہاسال کی محنتوں پر پانی پھیر دیا۔ انا للہ۔ پھر دوسرا کوئی نظر بھی نہیں آتا، جو اس بارِ عظیم کو اٹھاسکے۔

میں نے ایک لفافہ بھی لکھا ہے۔ ملا ہوگا۔ میں نے اپنا کام تو کرلیا۔ اب آپ لوگ اپنا کام کیجیئے۔ ایک مضمون لکھنا ہے کہ ندوہ نے اب تک کیا کیا کیا؟

والسلام   سید سلیمان۔

دونو کارڈ بھی ملے، کوئی بات قابل جواب نہ تھی۔ والامر بید اللہ تعالیٰ۔ جلیل صاحب کو ابھی نہ لکھیے۔

سید سلیمان

۸۹

نمبر ۱۳۷   دارالمصنفین اعظم گڈھ   مورخہ ۸ اگست ۱۹۴۳ء

عزیز مکرم   السلام علیکم

دو کارڈ ملے۔ میں ۲۶ جون سے باہر تھا، لکھنؤ، تھانہ بھون۔ دہلی اور بھوپال رہا۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے ۱۱ جولائی کو رخصت ہوکر بھوپال روانہ ہوا۔ چلتے وقت ارشاد ہوا، جاؤ خدا کے سپرد کیا۔ یہ فقرہ کبھی اور دفعہ ارشاد نہیں ہوا تھا۔ بڑی شفقت فرمائی۔ خلاف معمول علیحدہ انتظام نہیں کرنے دیا۔ اپنا مہمان رکھا۔ آمد و رفت کے لئے اذن عام بخشا۔ اور ارشاد ہوا کہ میری کتابوں کے اقتباسات رسالوں اور کتابوں کی صورت میں شائع کرو۔ یہ گویا میری آئندہ تکمیل کی راہ بتائی گئی۔

گویہ باتیں آپ کے مذاق کی نہیں، مگر زبان قلم پر آگئیں کہ عزیزوں سے اپنے ہی مذاق کی باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔

تھانہ بھون کے اسٹیشن پر پہلی دفعہ مولانا الیاس صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اور گھنٹہ بھر ریل پر ساتھ رہا۔ پھر بھوپال سے واپس آکر دارالعلوم ندوہ میں اُن کی عشرہ تک ملاقات رہی، خوب خوب باتیں ہوئیں۔ پچاس ساٹھ مبلغوں کے ساتھ ایک عشرہ دارالعلوم میں قیام رہا۔ اس اثناء میں میں نے انہیں جانا اور انہوں نے مجھے۔ ساتھ کانپور گیا اور وہاں کے اور لکھنؤ کے مجمعوں میں تقریریں کیں۔ پسند آئیں۔ ان کے طریق کار کو دیکھا۔ انشاء اللہ ندوہ اودھ میں اُن کی دعوت کا مرکز بنے گا۔ بشرطیکہ سرکش و نافہم طلبہ کچھ کرنے دیں۔ ضرورت ہے کہ دین دار و خوش فہم طلبہ آئیں۔ اگر ایک دو پیش نظر ہوں تو لکھیے اور بھیجیے۔ ندوہ کی مسجد ایک عشرہ تک صفہ نبوی کا نمونہ رہی۔ آج کل امتحان ہو رہا ہے۔

ملوکیت صالحہ سے مولانا مناظر[1] کا مقصد ہے۔ آپ ملوکیت فاسدہ سمجھتے ہیں۔ مسلمان میں ایک جواب نکلا ہے۔ لامشاحۃ فی الاصطلاح، معارف کے لئے ردّ اشتراکیت پر[2] کچھ لکھیے۔ والسلام

سلیمان

---

[1] مولانا مناظر احسن گیلانی نے "ملوکیت" کی حمایت میں کچھ لکھا تھا۔ اس پر راقم نے توجہ دلائی تھی۔

[2] یہی ارشاد گرامی "اشتراکیت اور اسلام" کی تالیف کا سبب بنا۔

۹۰

دارالمصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم دعا ہائے خیر

السلام علیکم ورحمۃ۔ دونو کارڈ ملے۔ آپ کے پُر اثر خط نے مجھے بھی متاثر کیا۔ مجھے پہلی دفعہ یہ محسوس ہوا کہ آپ کے قلب میں تاثر کی استعداد ہے۔ یہ معمولی چیز نہیں ہے۔ بہت اہم ہے۔ جس قلب سے یہ صلاحیت جاتی رہتی ہے۔ اُسی کی نسبت ہے بل طبع اللّٰہ علی قلوبھم اور ختم اللّٰہ علی قلوبھم۔ کیونکہ آئندہ کی ترقی بلکہ ساری ترقی اسی تخم صالح کے نشو و نما کا نتیجہ ہے۔ عزیز من! عقل یہیں رہ جاتی ہے، وہ ساتھ نہیں جاتی ہے۔ جو چیز ساتھ جاتی ہے وہ صرف علم صحیح اور عمل صحیح ہے۔ آپ نے اپنی علالت اور ضعف پر جس بنا پر تحسّر ظاہر کیا ہے۔ یہ دوسری دولت آپ کے پاس ہے۔ تحسّر کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو اس کے نہ ملنے یا اب تک نہ پاسکنے کا دلی افسوس ہے۔ اور یہی دلی افسوس توبہ و انابت کا دروازہ ہے۔ واتبع سبیل من اناب کی دعوت ہر ایک کے لئے عام ہے

آپ کے اس دوسرے خط نے مجھے بہت با امید بنا دیا۔ میں یہ سمجھ چکا تھا کہ دنیا بیوں کی خشکی آپ پر ایسی غالب آگئی ہے کہ عشق و محبت کی گنجائش آپ کے دل میں نہیں رہی ہے۔ الحمد للّٰہ کہ میری یہ غلطی آپ کی نسبت آج جاتی رہی۔ میرا ایک پرانا شعر ہے ؎

اظہار کر کے عشق و محبت کے راز کو

پھر سے بنا دیا مجھے امیدوار آج

آپ کچھ نہ کیجئے، صرف اس قدر کیجئے۔

یک دمے تو در کمین خود نشیں!

کسی وقت کو مقرر کر کے الم یعلم بان اللہ یریٰ کے مضمون کو سوچا کیجیے۔ اسی تفکر کا اصطلاحی نام مراقبہ ہے۔ اس تصور کا اثر اعمال پر پڑے گا اور ہر عمل پر اس حیثیت سے عمل دوڑنے لگے گی کہ سب کچھ اس کے سامنے ہے۔ اب حق و باطل، صحیح و غلط اور جائز و ناجائز پر غور کرنے کا رُخ بدل جائے گا اور ہر عمل کے وقت دل کو ٹٹولنے لگیں گے کہ میرے اس عمل کا قلبی مقصد کیا ہے۔ اس سے حسن نیت پیدا ہوگا اور حدیث شریف کی یہ حکمت کھل جائے گی، الا ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ۔ کیا یہ بدعت ہے؟ غور کیجیے اور ہو سکے تو عمل کیجیے۔

آپ کے مسودہ کتاب کے لئے ایک غیبی سامان میسّر آیا ہے۔ حکومت سعود نے معارف کی امداد کے لئے سو روپے بھیجے ہیں۔ میں انہیں لکھ رہا ہوں کہ یہ روپے معارف کے لئے غیر ضروری ہیں۔ سیرۃ عبدالوہاب کی طبع و اشاعت کے کام میں اس کو صرف کروں گا۔ کاغذ مل سکتا، تو شروع کرا دیتا، مگر کاغذ کی نایابی کا اثر اب معارف تک پہنچ رہا ہے۔ آپ پٹنہ میں دریافت کیجیے کہ کاغذ مل سکتا ہے؟

بہار کے طلبہ کے لئے آپ کو ممتحن داخلہ بنا رہا ہوں۔ ہر طلب دیا بس طالب علم کو دیجا بالغیب لے لیا جاتا ہے۔ اب بہار کا ہر طالب العلم آپ کی پسند کرنے کے بعد داخل ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب کو لکھ دیا ہے۔

آپ کے مصدقہ طالب العلم کی درخواست منظور کر لی گئی۔ ان کو بھی لکھ رہا ہوں

ے ندوہ کی تاریخ میں اپنی قسم کا یہ پہلا اعزاز تھا۔

لوگ درخواست کے ساتھ ٹکٹ نہیں بھیجتے۔ کبھی دقت ہو جاتی ہے۔

والسلام

سید سلیمان ۷ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

۹۱

نمبر ۲۵۶ دار المصنفین اعظم گڑھ

مورخہ ۲۳ اکتوبر ۴۳ء

عزیز مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خوشی ہوئی کہ آپ پہلے سے بہتر ہیں۔ آپ لوگوں کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتا ہوں۔ میری طبیعت بھی رمضان سے اچھی نہیں ہے۔ مشاغل دماغی سے پرہیز علاج تجویز کیا گیا ہے۔ میرا بڑا جی چاہتا ہے کہ کسی ندوی کے قلم سے ردِ اشتراکیت پر کوئی رسالہ نکلے۔ اسی لئے آپ سے خواہش ہے کہ یہ آپ کی دلچسپی کی چیز بھی ہے۔

عبدالماجد[1] صاحب طالب علم کے لئے مہتمم صاحب کو لکھ دیا ہے۔ امسال بوجوہ قابل لحاظ جو ہیں بڑا حصہ استعجال کا تھا۔ آپ کے پاس ادب کا کوئی پرچہ امتحان کا نہیں جا سکا۔ آپ سے بہتر اس کام کے لئے کون ہو سکتا ہے؟ سوءِ ظن نہ کیجئے[2]۔ میں نے تحقیق کر لی ہے۔

سلوک کے متعلق آپ نے بدعت و سنت کی جو بحث نکالی ہے یہ محض خشک مزاج

---

[1] عبدالماجد ندوی عظیم آبادی (مدرس ادب دار العلوم ندوۃ العلماء)

[2] دار العلوم ندوہ کے سالانہ امتحان میں خاکسار بھی ممتحن ہوا کرتا تھا۔ یہ دار العلوم سے تعلق اور طلبہ کی استعداد سے واقفیت کا ایک ذریعہ تھا، ورنہ دینی و قومی مدارس میں معاوضہ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اس سال (۱۹۴۳ء) اتفاق سے پرچے نہیں آئے۔ گمان ہوا کہ شاید سیاسی حجتہ بندی نے ادھر بھی توجہ کی ہو۔ اللہ تعالےٰ معاف فرمائے۔

اہلِ حدیث کا شیوہ ہے۔ آپ ابن قیمؒ۔ مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ۔ مولوی سید احمد بریلوی۔ شاہ اسماعیل شہید وغیرہ کو کیا کہیں گے؟ کیا وہ بھی متبعین بدعت میں تھے۔ صراط مستقیم ہی کو غور سے پڑھ لیجیے۔[1]

مولوی قاسم صاحبؒ کے بارہ میں آپ کی تجویز مناسب ہے۔ والسلام

سید سلیمان

۹۲

جونپور

عزیز مکرم دام سعدہ

السلام علیکم۔ عزیز الرحمن[2] کے متعلق دریافت کروں گا۔ مجھے علم نہیں، خارجین میں اُس کا نام تو نہ تھا۔ مجرم کے ساتھ ہمدردی محض افلاس و غربت[3] کی بنا پر کرنا کہاں تک جائز ہے؟

---

[1] ہمارا کہنا یہ ہے کہ کتاب و سنت کے علاوہ کوئی شخصیت (خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو) معیار رد و قبول نہیں بن سکتی۔ [2] یہ ایک نوجوان عزیز کی ملازمت کے بارے میں عرض کیا گیا تھا جو سید صاحب قبلہ کے بھی عزیز ہیں

[3] عزیز الرحمن (ساکن بتیا۔ بہار) مفتی محمد یوسف ندوی مرحوم (ف ۱۹۲۶ء) سابق ادیب دار العلوم ندوہ کے نوعمر صاحبزادے بھی اس اسٹرائک کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ راقم نے عرض کی تھی کہ مفتی صاحب مرحوم کی خدمات اور حقوق کے پیش نظر عزیز الرحمن سلمہ کے ساتھ خاص رعایت کی جائے اور ان کا قصور معاف کر دیا جائے۔ 'غربت و افلاس' سفارش کی وجہ سے درخواست نہیں کی گئی تھی۔

اُس کے کرتوتوں پر بھی تو نظر رہے۔ قبل از علم واقعہ فیصلہ نہ کرنا چاہیئے، حتیٰ یسمع من الآخر کا اصول کیوں ترک ہو جاتا ہے؟

مکانات قابل فروخت کی اطلاع آپ عاصم سلمہ کو دیجئے اور دکھائیے۔ کس کس کرایہ کے ہیں۔ اب وہ محلہ بھوروپوکھر میں کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں۔ آپ کی صحت کے لیے دعا کرتا ہوں، اور آپ کے اطمینان خاطر کے لیے بھی دست بدعا ہوں۔

پہلے سے اچھا ہوں مگر ابھی تک مشاغل علمی سے علیحدگی ہے۔ شاید چند روز میں ملاقات ہو۔ عزیزی عاصم سے ملنے کو آنا ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲ ذیحجہ ۱۳۶۲ھ

۹۳

نمبر ۴۱۵ دار المصنفین اعظم گڈھ

مورخہ ۷ ربیع ۲ ۱۳۶۳ھ

عزیز مکرم دعا ہائے خیر

السلام علیکم۔ الحمد للہ کہ ۱۰ مارچ کو حیدرآباد سے کامیاب واپسی ہوئی۔ حیدرآباد میں صحت بہت اچھی رہی، مگر جب سے یہاں آیا ہوں، ابر و باد کا موسم تکلیف دہ ہو رہا ہے۔

۱؎ سید ابو العاصم دسنوی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (علیگ)، مکتوب نگار کے بھتیجے اور داماد۔ ان دنوں پٹنہ میں وکالت کرتے تھے۔ ۲؎ پٹنہ کا ایک محلہ۔

بہت خوب آپ نے اشتراکیت اور اسلام پر لکھنا شروع کر دیا۔ جی چاہتا ہے کہ جس طرح وقت کے دوسرے فتنوں کے ازالہ میں علمائے ندوہ نے کام کئے ہیں۔ اسی طرح وہ اس کے ازالہ میں بھی کام کریں۔ اور آپ لوگ اس کے اہل ہیں، گو اولیت کا حق ندوہ کو حاصل ہے۔ کیونکہ خاکسار نے اس موضوع پر ۱۹۰۸ء میں لکھا تھا الندوہ میں، اور ۱۹۱۰ء میں الہلال میں الحریۃ فی الاسلام کے عنوان سے اس کو لکھا۔

آپ کے طیبہ اسکول نے خطبۂ اسناد کے لئے بلایا ہے، مگر سفر کی زحمتوں سے دل گھبراتا ہے۔

بدل دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس قسم کے دینی کاموں کے لیے صحت و فراغت نصیب فرمائے۔

اس دفعہ حیدرآباد میں ندوی برادری نے بھی کام کیا۔ دائرۃ المعارف والوں نے دو سو اور تنہا عزیزی عبدالقدوس ہاشمی نے جو نواب بہادر یار جنگ کے دست راست ہیں۔ آٹھ سو پورے کئے۔ ضرورت ہے کہ ندوہ میں طلبہ مہیا کریں۔ والسلام

سید سلیمان

---

[1] اب راقم نے ملازمت سے کنارہ کشی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ حضرۃ الاستاذؒ سے استمزاج ضروری تھا۔

نمبر ۹۳۷ء دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ۔ استاذ مغفور کی جو تاریخ[1] مجھے لکھنی تھی لکھ چکا۔ اب نہ تصحیح کی قوت نہ تنقید و تطبیق کی فرصت ۔ اب آپ لوگ جانیں اور کتاب جانے ۔ شاہ پیر محمد صاحب کی تاریخ وفات میں نے تذکرہ علمائے ہند سے لی ہے ۔ جنہوں نے لکھا ہے سال ہشتادم از قرن یازدہم ۔ تبصرۃ[2] الناظرین سے میں واقف نہیں ، اس کا کچھ حال لکھیے ۔

شیخ عبدالدائم سے میں واقف نہیں ، ایک ملا دائم جونپوری کا (جو اولاد ملا محمود جونپوری میں سے ہیں) ذکر مشاہیر جونپور میں ہے ، مدرس و صوفی تھے ، زمانہ یہی ہے ۔

حضرت مولانا شہید کے سنہ کی تصحیح مشکل ہے ۔ خدا جانے یہ غلطی کیونکر ہوئی بہرحال موجودہ نسخوں میں تصحیح کی کوشش کرتا ہوں ۔ اگر آپ کتاب کی تصحیح کر دیں ، تو[3] میں غلط نامہ چھپوا کر لگا دوں ۔

---

[1] "حیات شبلی" ۔ کتاب خانہ کے کام کی مناسبت سے راقم کو سنین ولادت و وفات سے دلچسپی ہو گئی تھی ۔ کتاب میں کچھ سنین کھٹکے ۔ اسی سلسلے میں توجہ دلائی گئی تھی ۔

[2] تبصرۃ الناظرین ۔ میر محمد بلگرامی کی تصنیف ہے ؛ جو میر عبدالجلیل بلگرامی کے بیٹے اور میر غلام علی آزاد بلگرامی کے ماموں تھے ۔ غالباً تبصرۃ الناظرین کا واحد نسخہ پٹنہ کی اورینٹل لائبریری میں ہے ۔ میری نشاندہی پر استاذ محترمؒ اور دوسرے حضرات نے نقلیں کرائیں ۔

[3] عاجز نے غلط نامہ مرتب کر کے حاضر خدمت کر دیا تھا ۔

آپ کی کتابت کل متوکلاً علی اللہ کاتب کے سپرد کر دی۔ رحمت عالم کی تقطیع پر، آپ پٹنہ میں اسی تقطیع کا کاغذ خواہ چور بازار ہی سے ہو کم از کم ۲۵ ریم پیدا کیجیے۔ قیمت جو ٹھہرے دی جائے گی، مگر نامعقول مطالبہ کی حد تک نہ ہو۔

والسلام

سید سلیمان ۹ ربیع ۲ ۱۳۶۳ھ

۹۵

دلیسنہ

عزیز مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الحمدللہ بخیریت ہوں۔ البتہ میری لڑکی اہلیہ ابوعاصم حبیب سے یہاں پٹنہ سے آئی ہے، مبتلائے بخار ہے۔ کم ہو جاتا ہے اور پھر لوٹ کر آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ خیال ہے کہ چند روز میں یعنی ۲۰ - ۲۵ جون تک پٹنہ آجائیں۔

عبید اللہ سندھی[۲] پر تبصرہ لکھنا مفید ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ شاہ معین الدین صاحب کو بھیج دیجیے۔ اور خط بھی لکھ دیجیے۔ اشتراکیت اور اسلام اور دوسرے رسائل کا انتظار رہے گا

---

[۱] محمد بن عبدالوہاب

[۲] عبید اللہ سندھی مرتبہ محمد سرور جامعی۔ (اڈیٹر آفاق وغیرہ)

شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک کے انتظام طبع سے مسرت ہوئی۔ چھپنے لگے تو لکھیئے۔ مجھے آپ کے رسائل پر لکھنے[1] میں کچھ تامل ہو سکتا ہے؟ اکرم[2] صاحب گھر گئے ہیں۔ سلمان[3] اچھے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان
۱۶ جون ۱۹۴۴ء

آج صبح کی ڈاک سے یہ خط نہ جا سکا۔ آج شام کو آپ کا مضمون مل گیا۔ پڑھ لیا، اور بلا ترمیم کل کی ڈاک سے معارف میں بھیجا جائے گا۔ انشاءاللہ جزاکم اللہ خیراً عن الاسلام والمسلمین۔ والسلام

سید سلیمان
۱۷ جون ۱۹۴۴ء

۹۶

نمبر ۵۳۷ دار المصنفین، اعظم گڈھ

عزیز مکرم دام سعدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مدرسہ سرائے میر اور جونپور گیا تھا۔ کل واپس آیا ہوں ہمارا میر سخت مالی مشکلات میں ہے۔ آٹھ ہزار کا مقروض ہو گیا ہے۔ کچھ کرنا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ

۱۔ مقدمہ۔ ۲۔ حضرۃ الاستاذؒ کے قریبی عزیز، جو ان دنوں ان کے معاون خاص بھی تھے۔

۳۔ سلمان میاں سلمہ اللہ (چھوٹے صاحبزادے)

مولوی امین احسن صاحب کو مناکرہ بلایا جائے۔ دیکھیے وہ سنتے بھی ہیں یا نہیں۔ افسوس ہے کہ مجامع کے مقابلہ میں مدارس کی افادی حیثیت پر نظر نہیں پڑتی۔

دیباچہ انشاءاللہ لکھوں گا۔ اگر یوں لکھا جائے تو کیسا ہے؟

"تبصرہ برشاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک"

گورنمنٹ کا تازہ آرڈر جو کاغذ کے ثلث استعمال سے متعلق ہے، عالم صحافت و مطابع پر برق و صاعقہ سے کم نہیں۔ معارف خفی سے خفی کیا جا رہا ہے۔

اشتراکیت والے رسالہ کا انتظار رہے گا۔

عید بعد آپ دونوں کا منتظر ورود رہوں گا۔

ابن تیمیہ کی ایک عجیب عبارت مولوی مناظر صاحب نے بھیجی ہے، جو مولانا سندھی وغیرہ پر چسپاں ہے

آپ کے مکتبہ[1] کی ترقی سے مسرت ہوئی۔ تقی الدین[2] صاحب اس کام کو کر لے جائیں تو ہزار نوکریوں سے بہتر ہے۔

پورنیہ[3] کی درخواست پہنچی، اوائل شوال میں اُن کو بھجوا دیجیے اور دوسرے مستطیع طلبہ کو بھی۔

---

[1] راقم نے ملازمت سے عزم استعفا کے پیش نظر ایک مکتبہ کی داغ بیل ڈالی تھی، جو مکتبہ دین و دانش کے نام سے اب بھی قائم ہے۔

[2] رفیق عزیز مولوی محمد تقی الدین نعمانی سلمہ اللہ ۔۔ مکتبہ میرا اُن کی شرکت میں تھا۔ اب ان کی خاص ملکیت ہے۔

[3] پورنیہ (بہار) ۔۔ پورنیہ کے چند طلبہ نے میرے توسط سے ندوہ میں داخلہ کی درخواست دی تھی۔

آپ کی اہلیہ کی علالت جنون سے دل دکھا، کہ یہ آپ کی عافیت میں ظاہر ہے کہ کیا کچھ خلل انداز ہوگا۔ مگر مرد مومن ہر حال میں شاکر اور اپنے کام پر صابر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جمیعت خاطر نصیب فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان

۲۷ شعبان ۱۳۶۳ھ

۹۷

نمبر ۱۲۹۵/۵۳ دارالمصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم السلام علیکم

خط ملا۔ مولانا سندھی کی وفات[1] کے سبب سے میں بھی پس و پیش میں تھا، مگر ظاہر ہے کہ ہم اُن کی ذات کی نہیں بلکہ ان کے خیالات کی تردید کر رہے ہیں۔

آپ کا تبصرہ لکھا جا رہا ہے۔ پروف اتر لے تو آپ کو اصل بھیج دی جائے۔ یہ مضمون بھی اس میں ضرور رکھا جائے۔ مولانا سندھی کے خطوط کا ضمیمہ بھی لگا دیجیے۔ نام وہی مناسب ہے۔

تبصرہ بر افکار و خیالات مولانا سندھی۔

میرا دیباچہ لکھا گیا ہے۔ لمبا ہو گیا ہے، مگر آپ کو کمی بیشی کا اختیار ہے۔ جلد

---

[1] راقم نے دریافت کیا تھا کہ کیا مولانا سندھی کی وفات کے بعد سرور صاحب کی کتاب پر تبصرہ بے موقع تو نہ ہوگا؟

بھیجوں گا؛

نعمانی[1] صاحب کا انتظار رہے گا۔ اُن کا خط آیا تھا۔

میں نے ۱۵ سطری صفحہ پر دو[2] روپیہ جُزو کی تجویز کی ہے۔ اب آپ جو کہیں، بہرحال وہ کتاب کو شروع کر دیں۔ ان کو سلام بھی کہہ دیں اور علیحدہ خط نہ لکھنے کی معذرت۔

والسلام

سید سلیمان
۱۱ رمضان ۱۳۶۳ھ

۹۸

دار المصنفین، اعظم گڈھ

برادرم ادام اللہ لکم الشفاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کارڈ مل گیا۔ جی ہاں آپ یوں ہی اُردو ترکیب ہی رکھیں "مولانا سندھی کے افکار و خیالات پر ایک نظر"

مقدمہ جس طرح لکھ سکا حاضر ہے۔ آپ کو پُورا اختیار ہے کہ اس کو رکھیں یا نہ رکھیں یا اس میں حذف و اختصار ایسا کریں کہ معنی میں بے ترتیبی نہ ہو۔

آپ کے میشر حکومت الٰہی اخبار کو ثر نے یکم ستمبر کے نمبر میں جو مجھ پر افترا باندھا ہے

---

[1] تقی الدین نعمانی۔

[2] 'تبصرۃ الناظرین' کے نقل کی اُجرت۔

وہ آپ کی نظر سے گذرا؟ حاشا کہ میرے فرشتہ کو بھی خبر نہیں کہ یہ عبدالجبار مسلمان مخیر کون ہے اور اس کا پیشہ کیا ہے؟ نہ میں نے اس سے روپیہ لیا۔ نہ میں نے خطبات کا انگریزی ایڈیشن چھپایا۔ نہ وہ میری ملک ہے اور نہ میرے ایما سے چھپی ہے، نہ چھپنے سے پہلے مجھے اس کا علم ہوا اور نہ اب تک علم ہے کہ یہ کون شخص ہے؟

(حاشیہ: اس کو سعید الحق دسنوی رانچی نے ترجمہ کیا ہے اور چھپوایا ہے۔ مجھ سے اس کا اصلاً تعلق نہیں)

میں نے وہی لکھا جو اس کے انگریزی دیباچہ میں ہے۔ اس پر منظور احسن جامعی صاحب کوئی بزرگ مان بھوم یا بیر بھوم میں ہیں۔ ایک سخت لہجہ کا خط مجھے لکھا کہ تم نے اس شراب فروش کو مخیر مسلمان کیوں لکھ دیا؟ معلوم نہیں ایک شراب فروش باوجود گنہگار رہنے کے مخیر اور مسلمان کیوں نہیں ہو سکتا؟ بشرطیکہ یہ واقعہ ثابت بھی ہو، پھر اس غلطی کا ذمہ دار یا مجرم میری حقیر ذات تھی۔ اس سلسلہ میں ایک طرف سے سارے علماء کرام پر تیر و نشتر چلانا کیا دین ہے؟ اگر اس تیر و نشتر کے جواب میں دوسری طرف سے بھی تیغ و خنجر چلے تو کیا ہو؟

بہرحال نصر اللہ خاں صاحب عزیز کو میں نے خط لکھ دیا ہے۔ اگر انھوں نے اپنے

---

[۱] سعید الحق صاحب دسنوی نے سید صاحب قبلہ کی بعض کتابوں کے انگریزی میں ترجمے کئے ہیں۔ انہیں میں خطبات مدراس، بھی ہے۔ رانچی (بہار) کے ایک تاجر (جو شراب کے ٹھیکہ کا کام بھی کرتا تھا) کی امداد سے انھوں نے اس کے چند خطبے چھپوائے تھے۔ ہمارے دوست منظور احسن جامعی (سابق مقیم کمرڈیہ۔ مان بھوم) نے اس پر ہنگامہ بپا کر دیا۔

[۲] عزیز صاحب نے تصحیح شائع کر دی تھی اور حسن اسلوب کے ساتھ۔

بیان کی تصحیح نہیں کی، تو دوسرے اخبار میں جواب بھیج دیا جائے گا۔ فصبر جمیل۔

میں یہاں سے ۴ر شوال کو لکھنؤ چلا جاؤں گا۔ دفتر بھی بند رہے گا۔ یوم عرفہ سے شاید ۳ شوال تک دفتر بند رہے، اس لئے نعمانی صاحب ابھی آجائیں، تو مناسب ہے، ورنہ مجھ سے ملاقات نہ ہوگی۔ والسلام

سید سلیمان

۲۱ر رمضان ۱۳۶۳ھ

۹۹

نمبر ۸۰۳ دار المصنفین اعظم گڈھ

برادر عزیز زادکم اللہ علماً نافعاً

السلام علیکم۔ امید ہے کہ میرا مقدمہ[1] اور آپ کا مسودہ پہنچ چکا ہوگا۔ مقدمہ میں دو مقام پر حسب ذیل اضافہ فرما دیجئے:

۱۔ جہاں قرآن پاک کو عالمگیر اصول کی بناء پر یہ کہا گیا ہے کہ ایک عجمی کے فہم میں یہ نہیں آسکتا۔ اس پر میں نے سنسکرت کی الہامی کتاب کی مثال دی ہے، وہاں آگے یا پیچھے مناسب موقع پر یہ بڑھا دیجئے کہ:۔

اس مقام پر مولانا کے لئے ضرور تھا کہ قرآناً عربیاً اور حکماً عربیاً کی بھی مناسب تاویل

---

[1] مولانا سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر کا مقدمہ از حضرۃ الاستاذ۔

کر دیئے، تاکہ قرآن پاک کے ساتھ عربیت کے وصف کا عارضی ہونا جس کو وہ "خاصہ" کہہ رہے ہیں، مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہو سکتا۔

۲۔ دوسرے مقام پر جہاں شاہ ولی اللہ صاحب کو اکبر کے دین الٰہی کے مبلغ اور اس کے کارنامہ کے متمم اور مکمل ہونے کا ذکر ہے، یہ عبارت اضافہ کی جائے:-

"جن شاہ ولی اللہ صاحب کو اکبر کے ناتمام کام کا تکمیل کرنے والا بتایا جاتا ہے، ان کا فتویٰ اکبر کے باب میں جو کچھ ہے وہ ان کی کتاب انفاس العارفین کے اس فقرہ سے ظاہر ہے!

"جلال الدین اکبر پادشاہ او را معظم ومفخم داشتے ولبعد از آنکہ پادشاہ الحاد وزندقہ گرفت آں رشتۂ الفت از ہم گست وتنفر تمام از ہر دو جانب بظہور پیوست" صفحہ ۱۶۰

پھر شاہ صاحب کے متعلق شروع ہی میں جہاں یہ ہے کہ علم وعمل میں سلف صالحین کی راہ پہ چلنے کی دعوت دی جائے۔ یہ فقرہ بڑھا دیا جائے:-

"اور مسائل فقہیہ میں فقہائے محدثین کے طرز کو اختیار کیا جائے"[۱]

آپ اپنے پروگرام سے آخری بار مطلع کیجئے۔[۲] عزیزی سید حسن کا بچہ اور ان کی اہلیہ

---

[۱] لوگوں نے اس کو بھی مختلف فیہ مسئلہ بنا رکھا ہے کہ وہ فقہ میں کیا تھے؟ حضرت شاہ صاحب نے خود اپنی سوانح الجزء اللطیف کے آخر میں اپنے کو خود ہی بتا دیا ہے کہ وہ کیا تھے۔ فرماتے ہیں "ولبعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ واصول فقہ ایشاں واحادیثے کہ تمسک ایشاں است قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہاء محدثین افتاد"

[۲] راقم ملازمت سے مستعفی ہو کر پنجاب کے لئے پابہ رکاب تھا۔

بیمار ہیں۔ اس لئے عجیب نہیں کہ ۴ر شوال کو لکھنؤ نہ جا سکوں۔ ممکن ہے عزیزم عاصم آ رہے ہوں، اُن کے ذریعہ سے بھی آپ اطلاع بھیج سکتے ہیں۔

والسلام

سید سلیمان ۲۷ر رمضان ۱۳۶۳ھ

۱۰۰

نمبر ۳۴ الف دار المصنفین اعظم گڑھ

اخی العزیز ادام اللہ شفاءکم و بقاءکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، خوشی ہوئی کہ آپ بخیریت منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ پُر غبار[1] مقام تو اس مرض کے لئے بہت بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بدل و جان دعا ہے کہ شافی حقیقی آپ کو شفائے عاجل و کامل بخشیں۔

آپ کے تبصرہ کے جواب میں برہان میں اکبر آبادی صاحب نے ابھی پہلا نمبر[2] لکھا ہے۔ مجھے بار بار حضرت الاستاذ مرحوم کا یہ فقرہ جو مکاتیب میں درج ہے یاد آتا ہے کہ "دیو بند بھی آخر دیو بند کب تک رہے گا"۔ بڑا عجیب ہے۔ آپ کے میزبان[3] اگر مجھ سے شناسا ہوں تو سلام کہہ دیجئے۔

والسلام سید سلیمان ۴ ذیقعدہ ۶۳ھ

---

[1] فیروز پور (پنجاب) [2] وہ تبصرہ (مولانا سندھی اور ان کے ناقد) کے نام سے الگ بھی چھپ گیا ہے

[3] مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی امرتسری (حال شیخ الحدیث مدرسہ تقویۃ الاسلام۔ لاہور)

۱۰۱

نمبر ۱۶۰۰ دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم وفقکم اللہ لمایحب ویرضیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ جیسے عزیزوں کی محبت اور اظہار اخلاص سے بڑی تسلی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو (آپ سے) اپنے دین کی خدمت لیں اور خدمت قبول کریں۔ اچھا ہوا کہ ایسے پُر غبار مقام کو چھوڑ دیا۔ واللہ یحفظکم فی حِلّ وترحالِ، ایک کارڈ فیروز پور بھی لکھا ہے، شاید ملا ہو یا ملے۔

آپ خدمت دین کی جو راہ بھی اختیار کریں گے، امید یہی ہے کہ وہ صراط مستقیم اور جادۂ حق سے ہٹی ہوئی نہ ہوگی۔ میرا کبھی کبھی کچھ کہنا بڑوں اور بوڑھوں کے اُسی حق کا استعمال ہے جس کو وہ فطرۃً ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور یہ بر بنائے اخلاص و محبت ہی ہوتا ہے۔

مجھے افسوس ہوا کہ عزیز[1] صاحب کو میرا خط نہیں ملا۔ میں نے اپنے خط کے آخر میں ان کو اپنے پچھلے تعلقات کا حوالہ دے کر یہ لکھا تھا:

ع کبھی ہم سے تم سے بھی رسم تھی، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اس خط کی نقل دفتر مراسلات سے نقل کرکے دوبارہ بھیج رہا ہوں۔ "باسی کڑھی" کا یہ اُبال بطور تحفہ کے ان کی خدمت میں پیش کر دیجئے۔ ان کے دینی حالات سن کر خوشی ہوئی۔ اللّٰھم زِد!

---

[1] نصر اللہ خاں صاحب عزیز۔ مدیر "کوثر"۔

عزیز مکرم! میں نے بار بار آپ صاحبوں کو یقین دلایا ہے کہ میں جماعت اسلامی کا مخالف نہیں۔ انگریزی خواں اور نوجوان تعلیم یافتہ جس راہ حق سے بھٹک رہے ہیں۔ اُن کو بہرحال صحیح راستہ کی طرف لانے کا کام اختلاف کے قابل نہیں۔ زمانہ کا رُخ جس طرح بدل رہا ہے، اور خیالات وافکار ونظریات کی آندھی جس زور سے چل رہی ہے، اُس کے لئے جماعت اسلامی کے زعیم اور رفیق جو کچھ کر رہے ہیں۔ اور اسلامی نظم ونظام اور اس کے معاشی وسیاسی واجتماعی وعمرانی نظامات کو مرتب کر کے منتشر و پراگندہ خیال مسلمان نوجوانوں کو ایک نقطہ پر مجتمع کر کے ان کو دین کی خدمت میں لگانے کا جو مبارک عمل آپ لوگوں کے سامنے ہے، وہ یقیناً تبریک کے لائق ہے۔ اور اسی لئے میں نے جماعت اسلامی کے متعلق کبھی کوئی مخالفانہ بات نہیں کی۔ مجھے جو کچھ اختلاف رہا کیا (لیکن مخالفت نہیں) وہ صرف چند وساوس اور خطرات کی بنا پر جس کا اظہار بھی کرتا رہا، اور آپ صاحبوں سے بھی کہتا رہا جس کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ اِدّعائی لوگوں سے میں چوکنا رہتا ہوں۔ ابوالکلام کے ساتھ بھی میرا یہی معاملہ رہا۔ مرزا قادیانی کے باب میں علماء سے شروع ہی میں یہی غلطی سالہا سال تک ہوتی رہی جس کا خمیازہ آج تک بھگتا جا رہا ہے۔ خیر مدعیانہ طرز کلام ایک طرف دوسری طرف مجدّد ومہدی کا مضمون جو الفرقان میں لکھا گیا اور خاص طور سے اس کا خاتمہ بےحد ہوشیار کرنے والی چیز تھی، اور رہے۔

۲۔ دوسری چیز طرز تعبیر ہے۔ مسائل اسلامیہ کی تشریح میں عصری اصطلاحات کی تعبیر سے کام نسبتہً آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ راستہ آسان ہوتا ہے۔ لیکن اس راستہ سے قلب حقائق کا بڑا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لئے بڑی احتیاط کی راہ ہے۔

۳۔ دین کو تمام تر سیاست اور نظام سیاست وعمران بنانے سے یہ ڈر لگتا ہے کہ اس کو اہمیت اس قدر نہ دے دی جائے یا متاثر حلقہ پر یہ اثر نہ پڑ جائے کہ دین کے وہ اجزاء

جن کا تعلق دین کے ماورائے مادی حقائق اور عبادات سے ہے، وہ یکسر بیکار اور تہی مایہ معلوم ہونے لگیں۔ اس اندیشہ کی تھوڑی سی تصدیق آپ کی جماعت کے ایک وکیل[1] صاحب سے ہوئی، جو الہ آباد کی حالیہ مجلس مشورہ میں شرکت کے لیے جا رہے تھے مع دو شاہجہان پوری مخلصوں کے۔ اور انہوں نے از راہ عنایت ندوہ آکر مجھ سے ملاقات کی۔ اور گفتگو کا آغاز اس انداز میں فرمایا، جس سے یہ مقصود تھا کہ یہ ظاہری الٹی سیدھی نماز اور روزہ اصل قیام نظام دینی کے بغیر بیکار ہیں۔ میں سمجھا کہ بے چارہ ابھی شُدھ ہوا ہے، جوش میں اُس کو ایسا نظر آتا ہے۔

بہر حال یہ میرے اندیشے تھے اور ہیں۔ تاہم میں کیا اور میرا اندیشہ کیا۔ صرف اپنا بچاؤ ہے۔ وما املك الا نفسی۔ میں نے ایک صاحب کو ابھی جواب میں لکھا ہے کہ میرے عزیز ترین دست و بازو اس جماعت میں شریک ہیں، جن کے دین و دیانت پر میرا بھروسہ ہے۔ اور جو انشاء اللہ اس جماعت کو غلط راہ پر چلنے نہ دیں گے۔ اس حالت میں بھی میرا یہ اندیشہ ہونا، اپنی نزاکت طبع اور ضعف قویٰ کے باعث ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ نیک توفیق سے ہم سب کو بہرہ ور کرے۔

ابھی اتفاق سے مجموعۂ احادیث نجدیہ نظر سے گذرا، جس میں امام ابن حنبل کی کتاب الصلوٰۃ اور ابن قیم کی الوابل الصیب فی الکلم الطیب دو کتابیں بھی ہیں۔ ان دو بزرگوں نے جو کچھ کہا ہے، اس سے زیادہ تصوف حقیقی سے کچھ اور مراد نہیں۔ اگر کچھ رموز و ارشادات ان کی تائید میں کسی نے کہہ دیئے ہیں، تو وہ حواشی ہیں، باقی شرکیات و بدعیات تو اُن کا ذکر ہی کیا۔ لیکن جس طرح مسلمانوں کو دیکھ کر اسلام پر آج حکم نہیں لگایا جا سکتا، ایسے ہی بازاری دکان دار رنگے

---

[1] یہ ہمارے رفیق طفیل محمد صاحب تھے، جو ابھی نئے نئے قیم مقرر ہوئے تھے۔

ہوئے صوفیوں کو دیکھ کر تصوّف کو بدنام نہ کیجیئے۔ خوشی ہوئی کہ مولانا مودودی نے اپنے رسالہ دینیات میں تصوف صحیح کو بھی جگہ دی ہے۔ منتظم الوفاق!

اشتراکیت اور اسلام والے رسالہ کو میں یہاں چھپوانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے بقدر کاغذ تو نکل آئے گا۔ مگر محمد بن عبدالوہاب کے بقدر کاغذ ہونا مشکوک ہے۔ ابھی مہتمم صاحب مطبع سے دریافت کیا۔ تو یہی جواب ملا۔ بہرحال اگر آپ وہاں اس کو چھپوا سکیں تو مسودہ بھیج دو لیکن مصارف ایک ہزار کسی فنڈ سے دے دوں گا مگر شرط یہ ہے کہ اصل پہلے واپس کر دی جائے۔ یعنی فروخت کے بعد پہلے اصل سرمایہ واپس کیا جائے اور اس کے بعد زر منافع میں سے نصف اس فنڈ کو آپ دیں گے اور نصف آپ پائیں گے۔ مگر یہ کام وہاں کسی معتبر آدمی کے ذریعہ کرائیں، وہاں ہر قسم کے اہل مطابع ہیں۔

اشتراکیت والے رسالہ سے آپ محنت و زحمت کے بعد سو روپے کی امید رکھتے ہیں۔ اگر آپ کو اس قدر بے زحمت کے مل جائے تو کیسا ہے؟

مولانا گیلانی کی کتاب[1] پر نقد بشوق لکھیئے، مگر بات دل آزاری تک نہ پہنچ جائے۔ میرے نزدیک آپ اور وہ دونوں سچے ہیں۔ یعنی یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے۔

ہاں انقلاب و زمیندار وغیرہ نہ میرے پاس کئی سال سے آتے ہیں، اور نہ میں اب زمانہ سے ان چیزوں کو پڑھتا ہوں۔ میں نے طنز نگاروں کی نسبت جو کچھ لکھا وہ پچھلے معلومات کی بنا پر، جس کا خاکہ سا اب ذہن میں رہ گیا ہے۔

والسلام سید سلیمان ۷ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ

---

[1] نظام تعلیم و تربیت، جس کی ایک ضخیم جلد خاکسار کے ایک مضمون (جو الفرقان ولی اللہ نمبر میں شائع ہوا تھا) کی تردید میں ہے۔

۱۰۲

نمبر ۱۸۔۱۱۔۱۷ دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم دام سعدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کارڈ ملا۔ جالندھر آجانے کی کیفیت معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور دین کی خدمت کی فرصت بخشے۔

مولانا عبدالحق[1] صاحب کی خدمت میں نیاز حاصل ہے۔ اُن کے صاحبزادہ سے بھی واقف ہوں۔

مولانا گیلانی کی کتاب پر ایک مفصل ریویو مجھے فرضاً یا قرضاً لکھنا پڑا ہے۔ اب اس قسم کے کاموں کو جی نہیں چاہتا۔ بہرحال اگر آپ کو کچھ لکھنا ہے تو الفرقان میں لکھیے کہ قصہ زمین برسرِ زمیں"۔ وہیں سے یہ قصہ اُٹھا ہے اور وہیں ختم ہو۔

آپ کی کتاب اشتراکیت زیرِ کتابت ہے۔ میں خود بھی ایک مقدمہ لکھنا چاہتا تھا مگر ابھی تک پورا نہ ہو سکا۔ اب آپ دیباچہ بھیج دیجیے۔

'صدق' میں ایک مبصر صاحب کا مضمون بسلسلہ جار اللہ[2] صاحب روسی، مولانا سندھی پر لکھا گیا ہے۔ مؤید ہے۔ دیکھیے۔

کلکتہ سے ایک گمنام نے برہان کا نمبر مع گمنام خط کے میرے پاس بھیجا ہے کہ میں

---

[1] مولانا عبدالحق عباس، بانی مدرسۃ البنات، جالندھر اور ان کے صاحبزادے برادرم عبید الحق خاں ندوی۔

[2] علامہ موسیٰ جار اللہ روسی مرحوم۔ اپنے تبحر علمی کے باوجود وہ مولانا سندھی کو اپنا 'شیخ' مانتے تھے اور بعض جدت پسندانہ افکار میں ان کے ہم نوا تھے۔

جواب کے بجائے ذاتی نج کے خط سے مولوی سعید صاحب کو متنبہ کروں۔

مولوی عبدالحق صاحب کی خدمت میں السلام علیکم پہنچا دیجیے۔

سید سلیمان ۸ ذیحجہ ۱۳۶۳ھ

۱۰۳

نمبر ۸۶ الف دارالمصنفین اعظم گڈھ

مولوی مسعود عالم صاحب ندوی
بستی دانشمنداں، جالندھر

عزیز مکرم رفع اللہ شانکم

السلام علیکم، آپ کا لفافہ اور کارڈ ملا۔ میں آپ کے کارڈ کے مضمون سے بہت خوش ہوا۔ آمد آں یارے کہ ما می خواستیم۔ یہی حقیقت تھی جو کئی سال سے میرے آپ کے درمیان مابہ البحث رہی۔ اللّٰھم زد فزد، اللّٰھم زدنی علماً قول رسول ہے۔ یہ کس علم کی زیادت کی دعا ہے؟

آپ کے سکون سے جو بستی دانشمنداں[1] میں آپ کو حاصل ہوا، آپ کے جسمانی و روحانی، ذہنی و قلبی، دونوں سکونوں کے لیے موزوں و مناسب ہے۔ بار بار اپنی خوشی و راحت اور اپنے

---

[1] نواح شہر جالندھر۔ راقم پنجاب آکر چند مہینے فیروزپور، لاہور اور دارالاسلام کی بستی میں پریشان رہا۔ آب و ہوا کی ناموافقت نے بہت تنگ کیا۔ آخر جالندھر کے نواح میں سکون نصیب ہوا۔

کسی فضل پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کو من جانب اللہ فضل محض بلا استحقاق کرنا ہی احسان کا زینہ ہے جس کا رسمی نام تصوف ہے، ولا مشاحۃ فی الاصطلاحات، ہم نے اب اس کا نام طریق تقویٰ رکھنا چاہا ہے۔ اسلام، ایمان اور احسان یا اتقاء تین ارتقائی منازل ہیں۔ اسلام اطاعت ہے۔ ایمان اس اطاعت پر سکینت اور طمانینت ہے اور اتقاء یا تقویٰ دل کی وہ کیفیت ہے، جس سے امور زیر ایمان پر عمل بسہولت پر مداومت قائم ہو جائے۔ وللہ الحمد

بے سود مناظرہ کو اضاعت وقت سمجھنا بڑی یافت ہے، جس پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ساتھ ہی علم کو صرف علم کی خاطر چاہنا قلبی جہل ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اس حقیقت کو پالیا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول جس کو علامہ ابن عبدالبر نے جامع میں نقل کیا ہے، اس موقع پر پیش نظر رکھ کر [رکھنا] مفید ہوگا، فرمایا نحن لا نشتغل فیما لیس تحتہ عمل، گویا آج کل کے محاورہ کے مطابق ادب برائے ادب کا تصور ذہنی عیاشی ہے اور در اصل ادب برائے زندگی ہی حق ہے، مگر کون سی زندگی؟ وہ زندگی جو اسلام کا مطلوب ہو۔ فی الحیاۃ الدنیا والآخرۃ۔

آپ کے جوان[۱] دوست کا خط پڑھ کر متاثر ہوا۔ ان کے افکار و جذبات بالکل صحیح و درست ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر مزید حقائق منکشف فرمائے، اور علم کے مطابق عمل کی مزید توفیق

---

[۱] ملک غلام علی صاحب (معاون امیر جماعت اسلامی۔ لاہور) اس وقت ملک صاحب مکتبہ جماعت اسلامی (دار الاسلام) کے انچارج تھے اور خط و کتابت کے ذریعہ مجھ سے عربی زبان و ادب میں مشورہ کرتے تھے ان کا ایک ذاتی خط حضرۃ الاستاذ رح کی خدمت میں ارسال کیا تھا، تاکہ جماعت اسلامی میں آنے والے نوجوانوں کے افکار و رجحانات کا انہیں اندازہ ہو۔

ملے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ، بڑے کام کی بات آپ کو لکھی ہے۔ الدین النصیحۃ، للہ و لرسولہ وللمومنین۔

"مولانا سندھی" پر نقد والا رسالہ پہنچ گیا۔ چھپائی و لکھائی ویسی ہی ہے جس کی توقع بہار میں ہو سکتی تھی۔ صبر کیجئے۔ نعمانی صاحب کا ایک خط بھی آیا ہے۔ میں نے ان کو مکتبہ دین و دانش کی افادیت بتائی ہے۔ اگر ایک آدمی بھی اس پر گذر کر سکے تو قائم رکھنا چاہیئے۔ ضرورت ہے کہ بہار میں صالح دماغوں کی خوراک کے لئے کوئی مرکزی مخزن پٹنہ میں ہو۔

اشتراکیت والا رسالہ زیر کتابت ہے۔ نجد والی کتاب جاری ہے۔ ایک جزء یہاں کتابت ہو چکی تھی وہ جزء بھی مرسل ہے۔ آپ حیدر آباد میں اس کو چھپوانا چاہتے ہیں تو چھپوالیں۔ حسب منشا نصف رقم کا سامان انشاءاللہ تعالیٰ ہو جائے گا۔ مگر حیدر آباد کی زمین ان خیالات کے لئے ناساز گار ہے۔ وہاں وہ مذہبی احتساب میں نہ آجائے۔ یہ صرف دور کا خطرہ ہے۔ اس لئے اس کی بھی تحقیق کر لیجئے۔ (حاشیہ: کاغذ کی کچھ امید ابھی ہوئی ہے۔ اس لئے کتاب ابھی واپس نہیں بھیجتا، شاید یہاں سامان ہو جائے)

میں دکن و مدراس سفر پر جا رہا ہوں۔ مدراس کی آل انڈیا ہسٹری کانگریس کے اسلامیات کی صدارت اس لئے منظور کی ہے کہ مؤرخین ہند کے سامنے کچھ حق کہنے کا موقع ملے؛ ورنہ جاہ و عزت کے فریب سے بحمد اللہ باہر ہو چکا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ تعالیٰ

اشتراکیت کے ۱۰ روپے بھجواتا ہوں، ۱۰ ندوہ کے لئے دے۔ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ کی پیروی مبارک ہو۔ ایک کاغذ کا نمونہ بھیجتا ہوں۔

اسرار صاحب ندوی سے آپ کی واقفیت ہے۔ آپ کے زمانۂ مدرسی میں طالب العلم تھے۔

یہ حیات اللہ انصاری کے اثر میں آکر ہاتھ سے جا چکے تھے۔ ابھی ان کا خط ملا جس میں لکھتے ہیں "خدا کا شکر ہے کہ عقائد کے اعتبار سے میں اب بالکل بدل گیا ہوں۔ اور علی المسلم کے بجائے المسلم بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ خدا میری مدد کرے۔ یہ انقلاب خود میرے نفس نے کیا ہے یا پھر میرے اُوپر عائد کردہ ذمہ داریوں نے" دیکھیے ابھی تک تردد ہے اور فاعل حقیقی کی معرفت سے دُوری ہے۔ تاہم اُمید افزا ہے۔ والسلام

والسلام

ہیچمدان

سید سلیمان ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

۱۰۴

مولوی مسعود عالم صاحب ندوی
بستی دانشمنداں ضلع جالندھر

دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ میں اپنے سفر مدراس و دکن پر روانہ ہو رہا ہوں۔ رسالہ اشتراکیت کے معاوضہ کے سو روپے میں سے ۵۰ آپ کو بھیجتا ہوں، اور ۵۰ آپ کے حسب الایما ندوہ کے لیئے لے لیتا ہوں۔ مولوی عمران خان کے حوالہ کر دوں گا۔ اب آپ اُنہیں لکھ دیں کہ یہ کس مد میں داخل ہو گا۔

مہربانی کر کے ایک سو روپے کی رسید دفتر دار المصنفین میں بھیج دیجئے، خیریت ہے۔ آپ کی خیریت کا داعی و طالب۔

والسلام

سید سلیمان
۱۸ دسمبر ۱۹۴۳ء

۱۰۵

نمبر ۹۷ ب دار المصنفین اعظم گڈھ

برادر عزیز زادکم اللہ تعالیٰ عرفاناً

میں ۳ ماہ کے دورہ مدراس، بمبئی، حیدر آباد، وردھا و بھوپال سے پرسوں واپس آیا۔ بحمد اللہ خیریت ہے۔ آپ کے کئی خط ملے۔ میرے پیچھے آپ کا رسالہ اشتراکیت تو چھپ گیا۔ مقدمہ کا کام باقی ہے۔ بڑا کام جمع ہوگیا ہے، فرصت ہو تو توجہ کروں۔

آپ کے دار العروبہ کی روداد معلوم ہوئی۔ کسی رنگ میں ہو دین کی خدمت زندگی کا کام ہے۔ عرب جاہلیت کے لیئے بلکہ دین کے لیئے عربی ادب کی خدمت بھی ایک کام ہے بشرطیکہ اسی نیت سے ہو۔ اچھا ہوا مولوی جلیل صاحب اعظمی کو بلوالیا، سلام کہہ دیجیئے۔

لاہور کا ارادہ نہیں، صحت کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ آپ اپنے سوالات پیش فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ

مولانا فراہی کے ہاں عجمیت شاید ہی کہیں ہو، غایت احتیاط سے آپ کو وہم بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ بھی تو مصریت کے شکار ہیں، پھر عجمیت سے مشکوک کیوں ہوں؟ بہرحال آپ کتاب[1] کا نام اور سطر و مقام تک لکھ بھیجیں۔

---

[1] جمہرۃ البلاغۃ کی زبان کے متعلق راقم نے عرض کیا تھا۔

۱۰۶

نمبر ۳۱۱۲   دارالمصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم   زادکم اللہ سعداً ومجداً فی الدنیا والآخرۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کارڈ اور لفافہ اور کتاب جمہرۃ کا پیکٹ یکے بعد دیگرے پہنچا۔ آپ کے حسن خلق اور حسن ظن کا دلی شکریہ۔ بڑی خوشی ہوئی کہ بات کی تہہ تک آپ پہنچ گئے۔ زادکم اللہ تعالیٰ علماً ومعرفۃً۔ لفظ تصوف کا احسان کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہے جیسے حکمت کے ساتھ لفظ فلسفہ بول دیا جائے، یا آج کل سائنس یا فلاسفی کہہ دیا جائے۔ بزرگوں نے لفظ احسان کو ان معنوں میں رکھا ہے اور ٹھیک ہے کہ اس کا ورود حدیثوں میں ہے۔ لیکن اب تو مجھے اس کے لئے تقویٰ اور اتقاء کی اصطلاح اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اس کا ورود قرآن پاک میں بکثرت ہے اور عبادات بلکہ تمام مامورات الٰہیہ کا مقصود اسی کیفیت کا حصول معلوم ہوتا ہے۔ ولا یخفی ذلک علی من یتتبع کتاب اللہ، یاایہا الناس اعبدوا ربکم ..... لعلکم تتقون ۲۔ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ حج وقربانی: ولکن ینالہ التقوی منکم۔ تعظیم شعائر: ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب، آغاز کتاب ھدی للمتقین وغیرہ۔

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ حصول تقویٰ، حقیقت تقویٰ، شرائط تقویٰ، طریق حصول تقویٰ۔ ازالۂ موانع تقویٰ، تقویٰ فی الایمان باللہ واسمائہ وصفاتہ وانبیائہ وکتبہ وملائکتہ والیوم الآخر اور تقویٰ فی العبادات والمعاملات والاخلاق وکیفیات القلوب التی ہی الاخلاص فی الدین کو بھی عقائد وفقہ کی طرح مدون کر دیا جائے۔ چنانچہ محدثین وصلحائے امت نے یہی کیا ہے۔ امام ترمذی کی کتاب الزہد والرقائق پڑھیں۔ امام احمد کی

کتاب الزہد اگر نہ مل سکے تو کتاب الصلوٰۃ پڑھی جائے، تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

سورۃ واقعہ پڑھیے، اللہ تعالیٰ نے تین گروہوں کے نام لیے ہیں، وکنتم ازواجاً ثلاثۃ۔ اس کی تفسیر آگے ہے اوّل مقربین، اُولٰئک ھم المقربون۔ دوم اصحاب الیمین اور سوم، اصحاب الشمال۔ تیسرا گروہ اہل نار کا ہے۔ دوسرا گروہ عامۃ مسلمین کا اور پہلا خواص امت کا۔ فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم واما ان کان من اصحاب الیمین فسلام لک من اصحاب الیمین، واما ان کان من المکذبین الضالین فنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم۔

اہل فن عام مسلمانوں کی کیفیت کو ولایت عامہ اور مقربین کی ولایت کو ولایت خاصہ کہتے ہیں۔ ولایت عامہ جو واللہ ولی المومنین (آل عمران) کا منشا ہے ہر مسلمان کو حاصل ہے اور اس کا مفاد نجاۃ من النار اور دخول فی الجنۃ ولو بعد برھۃ من العذاب ہے اور ولایت خاصہ جو واللہ ولی المتقین (جاثیہ) کا منشا ہے، وہ لبعد من النار بفضل اللہ دائماً اور دخول جنت فی الفور مع رضوان اللہ تعالیٰ، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اب معلوم ہوا کہ احسان کا درجہ ایمان سے اونچا ہے اور اس کے بے انتہا مدارج ہیں۔ مدارج قرب وافربیت کما لا یخفی، جس طرح ایمان کا حصول شہادت پر مبنی ہے۔ احسان کا قرب کمالِ ایمان وتقویٰ پر ہے۔ اسی سے ان حدیثوں کے معنی مفہوم ہوں گے جن میں یہ آتا ہے :۔ لا یومن احدکم حتیٰ یکون کذا، اور ایمان کی ستر شاخیں ہیں۔ الغرض ہمارے علمائے ظاہر نے صرف اس ایمان پر توجہ فرمائی ہے جو کفر کے بالمقابل ہے اور علمائے باطن نے اس کے بعد کی منزل کی رہبری کی اور درجات ومدارج قرب کی نشان دہی فرمائی۔

اب آپ کے تین شبہے ہیں : ۱۔ ذکر وشغل کے غیر ماثور طریقے ۲۔ بیعت کا

رسمی طریقہ۔ ۳۔ خوابوں پر اعتبار۔ ۴۔ توسل بالذوات۔ اول کی نسبت عرض ہے، کہ غیر ماثور طریقے ہرگز اختیار نہ کریں، مگر ماثور و غیر ماثور کی تحقیق کرلیں، اور بدعت شرعی کی حقیقت سمجھ لیں۔ بیعت کا رسمی طریقہ غیر ضروری ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ ہمارے بزرگوں کا ارشاد ہے۔ خوابوں پر اعتبار مبشرات کی حد تک ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اور لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا و الآخرۃ کی تفسیر میں وارد ہے۔ اس کے علاوہ خوابوں پر کوئی بھروسہ نہیں۔ ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے:

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم!

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرد فقہ و حدیث و کلام و اسرار و رموز شریعت ہیں۔ تصوف کی کتابوں میں اُن کا پایہ اُن کے دوسرے علوم کے مطابق نہیں ہے، اس لئے اُن سے نہ گھبرائیے اور نہ اُن کی صوفیانہ کتابوں کی طرف توجہ کیجئے۔

بالکل صحیح آپ سمجھے کہ طلب رضا اور اپنے ہر عمل میں طلب رضا کا شعور پیدا ہونا یہی اس طریق کا حاصل ہے اور جب خدا اور بندہ کے درمیان یہ علاقہ استوار ہوجاتا ہے تو صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو نسبت کہتے ہیں، اور قرآن پاک کی زبان میں اُس کی تعبیر یحبھم و یحبونہ اور رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ، کے لفظوں میں کی گئی ہے۔ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ، ان ہی کے لئے نوید بشارت ہے۔

جزاک اللہ، خوب سمجھے نام و نمود کی خواہش جس کا شرعی نام ریا و سُمعہ ہے۔ یہ حقیقت عمل کی مُبطل ہے۔ الریاء ھو الشرک الخفی۔ کیونکہ اعمال خیر کی حقیقت ابتغاء مرضاۃ اللہ ہے اور جب اس میں شرکت ارضائے مخلوق اور طلب شہرت کی ہوگی تو شرک فی القصد ہوگیا۔

اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماءً اڈکرماد اشتدت بہ الریح۔ اس جذبۂ ریاء و سمعہ کے قلع و قمع کے بغیر اخلاص فی الدین پیدا نہیں ہو سکتا اور مخلصین لہ الدین کے سعادتمند گروہ میں داخلہ ممنوع ۔ افرأیت من اتخذ الٰہہ ھواہ اسی ہویٰ کے روکنے کا نام صوفیوں کی زبان میں مجاہدہ ہے ۔ ونہی النفس عن الہویٰ کا اشارہ ادھر ہی ہے ۔

مجھے آپ کی زبان سے ان باتوں کو سُن کر بڑی خوشی ہوئی اور یہ کہنے کو جی چاہا ؎

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

زادکم اللہ علماً ۔ قل رب زدنی علماً

آپ کے ذاتی حالات اور ارادے معلوم نہیں ۔ میری آرزو سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ بہ بیچمدان اپنے مخصوصین و محبین کو دین کی طلب اور خدمت میں مصروف دیکھے۔ آپ نے جو باتیں لکھی ہیں۔ ان سب سے فائدہ کی امید ہے ۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کے رفقاء میرے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں ، مگر میں تو ہمیشہ پوچھنے والوں کو اگر وہ نئے تعلیم یافتوں میں ہیں اس میں شمول کی اجازت دیتا ہوں ۔ اب ایک مدت سے کوئی رسالہ یا مضمون نہیں پڑھا ۔ اس لیے کسی کی نسبت کچھ رائے نہیں رکھتا ۔ یہاں تک کہ اپنے بُرا کہنے والوں کا مضمون بھی نہیں پڑھتا ۔

بسم اللہ کیجیے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں برکت دے ۔ میں تو اپنے کو عمر کی آخیر منزل میں سمجھتا ہوں ۔ ساٹھ سے جو اُوپر ہوا ہے اس کی عمر کا پیالہ لبریز ہی سمجھیے ۔ اگر کوئی تسکین کا سرمایہ ہے تو آپ جیسے چند محبین کا وجود ہے ۔ استاذ مرحوم نے اگر دو تین یادگاریں چھوڑیں ، جنہوں نے اُن کے کاموں کو چلایا تو مجھ جیسے ننگ سلف کے بعد بھی کچھ خدام دین

ملت باقی رہیں کہ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثواباً کا مژدہ تقویت رُوح کا باعث ہو۔ سلف کی راہ سے سر مو تجاوز نہ ہو، یہی اپنی وصیت ہے اور یہی زندگی کی آخری فرمائش۔

میں بھی ایک دار التکمیل کے خاکہ پر غور کر رہا ہوں جو استاذ مرحوم کا آخری خیال تھا۔ اپنا بھی آخری خیال یہی تصور ہے۔ سرمایہ کی طرف سے بحمد اللہ اطمینان ہے، البتہ ایک کامل العلوم محدث وفقیہہ کا جویا ہوں، دیکھئے کون ملتا ہے۔

ادھر دنیا نے امسال حیدر آباد و بھوپال میں ایک ایک ہزار ماہانہ کی تھیلیاں پیش کرنی چاہیں۔ حیدر آباد کا کام مذاق سے باہر تھا، اس لئے معذرت کی۔ بھوپال کے کام سے یک گونہ ذوق ہے، اُس کی پُوری نفی نہیں کرتا۔ اور وہ دینی مناصب کی مناسب ترتیب۔ شاید کہ اسلامی ریاستوں کے لئے نمونہ بن سکے۔ نواب صاحب بھوپال نے یاد فرمایا تھا، عرض کیا کہ اگر مجھ سے اس ریاست میں دین کی خدمت کچھ ہو سکے تو سال دو سال کے لئے حاضر ہوں۔ والامر بید اللہ تعالیٰ۔

امسال ایک خانگی مصلحت کے سبب سے دلینہ کا قصد نہیں۔ مولوی مسعود علی صاحب ۱۵ اپریل سے ۱۵ جولائی تک وطن رہیں گے۔ آپ یہاں بھی آسکتے ہیں۔

اس دفعہ مولوی بختیاریؒ صاحب اور شیخ عبد اللہ صاحب جو آپ کے رفقائے جماعت میں ہیں، میری تقریروں اور گفتگوؤں سے بہت خوش ہوئے۔ باربار کہتے تھے کہ آپ کے اور مولانا مودودی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ابھی بمبئی کی جمعیۃ العلماء میں مختصر خطبہ پڑھا تھا۔ بمبئی کے اخبار میں تو چھپا تھا، مگر آپ تک نہ پہنچا ہو۔ شاید مئی کے معارف میں آئے۔

آپ کے اشتراکیت والے رسالہ پر چند تمہیدی صفحے لکھ کر سفر کو گیا تھا واپس آکر

ؒ مولانا سید صبغت اللہ بختیاری (سابق استاذ جامعہ دار السلام، عمر آباد) اور شیخ عبد اللہ صاحب (ارکان جماعت اسلامی جنوبی ہند)

طبیعت کا انشراح باقی ہے، سینہ میں درد کا نیا عارضہ پیدا ہو گیا ہے، جس سے طبیعت بے کیف رہتی ہے، اس لئے مقدمہ[1] کا خیال چھوڑ دیا اور رسالہ کی اشاعت کی اجازت دے دی۔

آپ پانچ سو کاپیاں لینا چاہتے ہیں۔ ہمارے یہاں اس کی قیمت ۸ؔ رکھی گئی ہے۔ ۲۵ فی صدی کمیشن پر آپ کو پانچ سو نسخے مل جائیں گے۔ مگر ریلوے سے جانا مشکل ہو گیا۔ شاید سواری سے جائے۔

سیرت محمد بن عبدالوہاب یہاں زیر کتابت ہے۔ اگر آپ چھپوانا چاہتے ہیں، تو کتابت کی اجرت بھیج دیجیے، مسودہ اور کاپیاں جتنی اب تک لکھی گئی ہیں، آپ کو بھیج دی جائیں یا مکمل کر کے بھیج دی جائیں، اب تک چالیس صفحے لکھے گئے ہیں۔ جلد فیصلہ سے مطلع کیجیے۔

مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ "قدیم حلقہ" جو آج سے پہلے دین کی حفاظت کا ذمہ دار تھا، تجدد کے سیلاب میں بہہ جانے کو آمادہ ہے۔ مولانا سندھی اور اُن کے معاصرین دمادحین و متاثرین کا رنگ کھلتا جاتا ہے۔ کچھ لوگ ابھی قدامت عہد پر باقی ہیں۔ مثلاً مجلس علمی ڈابھیل کے ارکان۔ مولانا مناظر صاحب نے بھی آپ سے زیادہ سخت تنقید لکھ کر برہان کو بھیجی تھی، مگر غیر موثر رہی۔ اصل تحریر میں نے حیدر آباد ہی میں مولف کے ایماء سے پڑھی تھی۔ سنا ہے کہ منشور دہلی میں وہ چھپ بھی گئی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تعبیرات ایسی نازک ہیں کہ کفر و اسلام کے درمیان پل صراط کا فرق رہ جاتا ہے۔ مولوی اکبر ایم اے[2] ندوی حجۃ اللہ البالغہ کا انگریزی ترجمہ کرنا

---

[1] اتفاق سے وہ مقدمہ حضرۃ الاستاذؒ کے کاغذات میں مل گیا ہے اور اشتراکیت و اسلام کے تیسرے اڈیشن کے ساتھ تبرکاً شائع ہوگا۔ [2] راقم کے رفیق درس۔

چاہتے ہیں۔

بحمداللہ ندوہ کی مالی و تعلیمی و مذہبی و ظاہری حالت قابل اطمینان ہو رہی ہے۔ افسوس کہ مولوی ابوالحسن علی صاحب مستقلاً قیام نہیں کرتے۔ اُن کی آمد و رفت سے خلل پڑتا ہے۔ مگر وہ بھی ضروری کام کر رہے ہیں۔ حافظ عمران خان صاحب نے امسال برار کو فتح کیا ہے۔ ایک ماہ کا دورہ کیا۔ بیسیوں تقریریں کیں اور تین ہزار کا چندہ لائے۔

ہاں بھائی! جمہرة[1] کی عبارتیں دیکھیں۔ آپ کے شبہات صحیح ہیں۔ یہ مولانا فراہی کی ابتدائی تصنیف ۱۹۰۴ء میں غالباً لکھی گئی تھی۔ پھر قلم منجھتا گیا، پھر بھی اس کی عربیت کافی بلند ہے۔ یہی چند الفاظ اور محاورے ان کے قلم پر چڑھ گئے ہیں۔ کیا کتاب جمہرة واپس بھیجی جائے؟[2] ....

ہندوستان کی سرزمین (میں) صحابہ کی خبر کا حال مجھے نہیں معلوم[3]۔ تاریخ الٰہی کا آغاز اکبر کے سنہ جلوس [۱] سے ہوا[۱]۔

مجھے حضرت مجدد کی جہانگیری صلح کا حال[4] معلوم نہیں۔ کچھ بے بنیاد بات معلوم ہوتی ہے۔

---

[1] مشکوک عبارتوں (زبان کے لحاظ سے) پر نشان لگا کر راقم نے جمہرة کا نسخہ حضرت الاستاذ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ [2] یہاں ایک خالص نجی معاملہ کا ذکر ہے۔

[3] سرزمین ہند میں صحابہ کا آنا ثابت ہے۔ راقم کے ایک دوست نے تاریخی شہادت بھی نکال دی تھی۔ مگر وہ یادداشت گم ہو گئی۔ عاجز نے استاذ مرحوم سے دریافت کیا تھا۔

[4] عام طور پر یہ مشہور ہے اور متعدد اہل قلم نے اپنے مقالات میں اس کا ذکر کیا ہے کہ حضرت مجدد صاحب کی جہانگیر سے چند خاص شرطوں پر صلح ہوئی تھی جیسے ذبح بقرہ کے امتناعی حکم کی منسوخی وغیرہ ـــ اب تک اس کا تاریخی ثبوت نہیں مل سکا۔

حضور کی بعثتین کی تعبیر صحیح ہے۔ ایک خود حضور کی بعثت۔ پھر حضور کی امت کی بعثت سائر الامم کی طرف بحکم کُنتم خیرَ اُمّۃٍ اُخرِجت للنّاس۔ والسلام

سید سلیمان یکم اپریل ۱۹۴۵ء

۱۰۷

نمبر ۱۵۵ب دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیز گرامی دعا ہائے خیر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، مکتبۂ جماعت اسلامی کو اشتراکیت کے سو نسخے حسب طلب بھیجے گئے ہیں۔

آپ کے لئے سات نسخے ہدیۃً جا رہے ہیں، جن رسالوں میں آپ کو کتاب بغرض تنقید بھجوانی ہو اُن کے نام لکھ بھیجئے۔

عبدالوہابؒ کی کتابت اور طباعت یہاں اب نہیں ہو سکتی۔ کنٹرولر نے ۴ ماہ کے لئے ہمارے لئے معارف کے سوا ہر نئی کتاب کے لئے حکماً کاغذ بند کر دیا ہے۔ مجبوری ہے۔ کیا کتاب مع ۴۰ صفحوں کی کاپی کے آپ کو بھیج دوں؟ آپ کی خیریت کا دعاگو

آپ کی رقم نکال کر ہلالی وظیفہ[1] میں داخل کر دی جائے گی۔ والسلام

سید سلیمان ۲۸ اپریل ۱۹۴۵ء

---

[1] خاکسار نے اپنے شفیق استاذ ڈاکٹر شیخ تقی الدین الہلالی مدظلہ (جن کی زندگی اور سلامتی بھی اس وقت قیام جرمنی کے باعث مشکوک تھی)، کے نام پر دار العلوم میں ایک ادبی انعام (جائزۃ ہلالیہ)، کی پیش کش کی تھی۔ تجویز یہ تھی کہ ہر سال ادب عربی کے بہت [illegible]

۱۰۸

نمبر ۲ علاب دار المصنفین اعظم گڈھ

عزیز مکرم دام رشدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کارڈ ملا، خطبۂ تاریخی کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے نقاط معلوم ہوئے۔ مسائل میں تفریط جس طرح مذموم ہے، افراط بھی اسی طرح قبیح ہے ایاکم والغلو فی الدین وفی الکتاب، لا تغلوا فی دینکم۔

موسیقی سے میری مراد ظاہر ہے کہ صرف غنا اور تغنّی ہے۔ موسیقی فن تقاطیع اصوات کا نام ہے جس سے لَن پیدا ہوتا ہے اور لقد اُوتیت مزماراً من مزامیر داود کی شان نمودار ہوتی ہے۔ ومن لم یتغنّ بالقرآن فلیس منّا کی تنبیہ بھی موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سماعِ جواری وجاریات وافاشید شعراء کی روایات صحیح موجود ہیں۔ اور خصوصاً اوقات نکاح میں غنا کا استحباب ثابت ہے۔ الفرق بین الحلال والحرام الصوت کی حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہے۔ بہرحال مقصود اس غنا کی غفلت اور لہو الحدیث کی محبوبیت نہیں، بلکہ مسئلہ کو اپنی جگہ پر رکھنا ہے۔ بے شبہہ قین وقینات اور مغنّی ومغنیات پیشہ ور کے وجود کو اسلام نے پسند نہیں کیا ہے۔ یہی حال دیگر فنون لطیفہ کا ہے کہ ان کا استکثار اور ان کی طرف شدّت انہماک ممنوع ہے۔ شعر کی برائی قرآن وحدیث میں ہے۔ اور آپ نے اس کو سنا بھی ہے اور حکم بھی دیا ہے کہ شعرائے کفار کا رد کیا جائے۔ تعمیر کی برائی بھی آئی ہے۔ اور من بنی للہ مسجداً بھی ہے۔ ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ بقدر ضرورت جائز اور استکثار وشدّت انہماک ناجائز اور ذی رُوح کی تصویر تو قطعاً گناہ ہے۔ یہ تمدن اسلامی کا جزء اُسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح کوئی شراب سازی کو بنائے۔ لیکن غنا، تو

وہ تو اعراس و اعیاد میں کم از کم مُباح ہے۔ دونو کا حال یکساں نہیں۔

بے شبہہ مسئلہ غنا میں احناف و اہل عراق کا مسلک بہت سخت ہے، لیکن اہل مدینہ اور اہل حدیث اس قدر سخت نہیں۔ آپ مسئلہ کی تحقیق کریں، اور ابن حزم اور دیگر اہل حدیث جیسے ہندوستان میں نواب صدیق حسن خاں کے اقوال پڑھیں۔ اُن کی کتاب دلیل الطالب میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا ہے۔ یہ تفصیل آپ کی اہل حدیثی میلان طبع کی تحقیقی دلچسپی کے لیے لکھ دی ہے، ورنہ حق آپ کے ساتھ ہے۔ مجھے لکھتے وقت بھی یہ فقرہ کھٹکا تھا مگر بے پروائی سے رہ گیا۔ یہ نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ باطل کی تھوڑی سی رواداری بھی ضرر سے خالی نہیں، تاہم یہ خیال میں رہے کہ شعر کی ناپسندیدگی سے جس طرح عروض اور فنون شعر کو آپ بُرا نہیں کہہ سکتے اور نہ تعمیر کی ناپسندیدگی سے علم بناء و ہندسہ حرام ہے، یہی حال فن تقاطیع اصوات کا ہے، اور جس طرح شعر کے حسن و قبح پر حضرت عائشہؓ کا تبصرہ حَسَنُہٗ حَسَنٌ وَقَبِیحُہٗ قَبِیحٌ نہایت جامع ہے۔ ایسے ہی غناء و تغنی کا حال ہے۔ پیشہ حرام، اس کی کمائی حرام، اس میں انہماک حرام، تجوید قرآن میں صحت مخارج کے علاوہ تحسین صوت کے قواعد کا فی الجملہ لحاظ ہے، گو اس میں تکلف و تشدُّق حرام دیکھیے جس طرح عبارت بلیغ و فصیح جائز، لیکن عبارت و کلام میں تکلُّف و تشدُّق و تصنُّع ناپسندیدہ، بلکہ منہی و ممنوع، لیکن اس سے فن فصاحت و بلاغت و بدیع و سجع و قافیہ حرام نہیں، فلیتنبہ، اُمید ہے کہ آپ میرے مغز سخن تک پہنچیں گے اور خیال میں اعتدال پیدا کریں گے۔

دوسرا مسئلہ وطنیت کا ہے۔ ابھی تک آپ نے شاید اس کی حقیقت کی تعیین کی

ـــہ آل انڈیا ہسٹری کانفرنس، مدراس کے شعبہ اسلامی تاریخ کی صدارت کرتے ہوئے حضرت الاستاذؒ نے موسیقی کو بھی مسلمانوں کے خدمات فنون لطیفہ میں شمار کیا تھا، خادم نے اس پر توجہ مبذول کرائی تھی۔

کوشش نہیں کی ہے۔ اپنے وطن سے انس و محبت امر طبعی ہے اور شرع شریف نے اس جذبہ کی ممانعت نہیں کی ہے اور حنین الی الاوطان کی نہی وارد نہیں۔ ھذا جبل نحبنا ونحبنا اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم اس پر شاہد ہے اور وطن سے بلا ضرورت سفر کی نہی مروی ہے۔ الغرض وطن کی محبت اور اس کی طبعی اور اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی واقعی خوبیوں کی قدر خلاف شرع نہیں۔ ورنہ ان تمام ائمۂ اعلام کی نسبت آپ کیا فیصلہ کریں گے جنہوں نے اپنے اپنے شہروں کے فضائل اور اخبار و حوادث تاریخ جمع کئے ہیں۔ تاریخ دمشق ابن عساکر اور تاریخ بغداد خطیب وغیرہ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ آپ کو اپنے وطن بہار سے جو انس و مناسبت و محبت ہے، وہ دوسرے صوبوں سے نہیں، اور اس کے فضائل پر قصیدہ خوانی کر چکے ہوں گے یا کر سکتے ہیں۔

وطنیت نام ہے، وطن کو حقوق انسانی اور سیاست سلطانی میں مرکز تعظیم ماننے اور "میرا وطن" اور "میری قوم" کے نعرہ کو دوسرے ممالک اور اقوام پر غلبۂ و استیلاء اور حکم کے لئے دلیل بنانے اور عدل و انصاف کی راہ میں اس کو مابہ الامتیاز قرار دینے کا، اور اس کے لئے کفر و شرک اور مراسم کفر و شرک کی تقدیس و تمجید، اور اہل وطن کو خواہ وہ کافر و مشرک ہوں اہل دین پر ترجیح دینے کا، غرض وطن کو مدار حکم بنانا، یہ ہے وطنیت جس کی ممانعت ہے۔ نہ کہ کسی کا اپنے وطن کے بعض فضائل کا اعتراف و بیان، ذرا سخاوی کی مقاصد حسنہ میں حب الوطن من الایمان پر نوٹ ملاحظہ کیجیے۔ معناہ صحیح وان کان لا اصل لہ لفظاً، کما اشارت الیہ الآیۃ ولو انا کتبنا علیہم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا

۱؎ اس باب میں حضرۃ الاستاذؒ کا بیان واضح تھا، البتہ خطبہ کے اسلوب بیان سے غلط فہمی ہو سکتی تھی اس لئے توضیح کی درخواست کی گئی۔

من دیارنا ......

اب آپ کے تیسرے شبہ پر آتا ہوں۔ میری نسبت اتنی بدگمانی تو آپ کو نہیں ہو سکتی کہ میں عربیت کے ذوق سے کورا ہوں۔ ابھی مولانا مناظر صاحب کی تعلیم و تربیت کی تنقید میں آزادؔ[1] بلگرامی کی عربیت پر میری رائے آپ پڑھ چکے ہیں۔ میں نے ان کو ہندوستان کا سب سے بڑا عربی شاعر وسعت کلام کی بناء پر کہا ہے، کیا اُن کے علاوہ آپ نے ہندوستان کے کسی شاعر کا ان سے پہلے کوئی چھوٹا سا عربی دیوان بھی دیکھا ہے؟ پھر جس نے مثنویوں کے علاوہ جس کے بھی متعدد حصے ہیں، دس دیوان یادگار چھوڑے ہوں اُس کو ہندوستان کا سب سے بڑا عربی شاعر نہیں کہیں گے؟ صاحب حجۃ اللہ البالغہ کے اشعار و قصائد بھی آپ کی نظر سے گذرے ہوں گے، ان کی نظم کو حجۃ اللہ کی نثر سے تول کر دیکھیے، کہ جس کی نثر ایسی ہے، اُس کی نظم کیسی ہے؟

"تحزُّب" و "تعصُّب للتحزُّب" مدارس کی طرح جماعات کا بھی پسندیدہ نہیں۔ بُغضک للشیٔ یُعمی و یُصم و کذٰلک حبک للشیٔ یُعمی و یُصم۔ ٹھیٹھ اسلامی سیاسیات عملاً غلبہ و استیلاء اور ضعف و وہن و انحلال ہر دو موقعوں پر یکساں نہیں ہے۔ قبل الفتح و بعد الفتح کی سیاستیں یقیناً الگ تھیں۔ آپ کی جماعت جس کام کے لئے کوشاں ہے اُس کی کامیابی کا بندہ بھی خواہاں ہے۔ اور اگر مجاہد نہیں تو داعی مجاہدین ہے۔ مگر کلیت کے بغیر تنہا نظریت میں شدت افراط و تفریط سے خالی نہیں۔ مداہنت ناجائز ہے، مگر مہادنت جائز ہے۔ ہندوؤں کے خوش کرنے کے لئے اسلامی نظریات سے اعراض کفر ہے، لیکن ہندوؤں کے ساتھ انصاف برتنا اور وطن کے

---

[1] میر غلام علی آزاد بلگرامی۔

مختلف عناصر میں صلح و معاہدہ خلاف شرع نہیں، اور نہ بحکم شرع اُن سے حسن مخالطت اور حسن مجاورت و معاملت ممنوع ہے[1]۔

وحدۃ الوجود کے باب میں آپ نے کئی دفعہ پوچھا۔ وحدۃ الوجود کی کئی تشریحات ہیں، اور ان کے اختلاف معنی کی بناء پر حکم بدل جاتا ہے۔ انہی میں سے ایک وہ ہے جس کو جاہل صوفیہ مانتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ خالق و مخلوق میں فرق اعتباری رہ جائے، بلکہ ہر مخلوق کو دعوائے خالقی ہو جائے۔ سو یہ تمام تر کفر ہے اور اس کا ماخذ نیو افلاطینت معلوم ہوتی ہے۔ اور ہندوؤں کا فلسفہ بھی اسی قبیل کا ہے۔ ہندوستان میں یہ مسئلہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی روایت کے مطابق آٹھویں صدی میں آیا ہے، ورنہ حضرات چشت کے کلام میں حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین سنجری سے لے کر حضرت سلطان الاولیاء نظام الدین رحمۃ اللہ کے ملفوظات میں اس کا ذکر یاد نہیں آیا۔ مجدد الف ثانی، مولانا شاہ ولی اللہ صاحب، مولانا اسماعیل شہید وغیرہ وحدۃ الوجود یا وحدۃ شہود کی جو تشریح کرتے ہیں اُس کا مقصد مسئلہ قیومیت کی تفصیل ہے۔ انت قیوم السمٰوات والارض ومن فیھن، حدیث صحیح میں وارد ہے، اور اس کی تشریح بمذاق وحدۃ الوجود یہ ہے کہ ساری مخلوقات اپنے وجود و بقا میں ہر آن اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں، جس طرح وہ اپنے خلق میں محتاج تھیں انتم الفقراء سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری حقیقت فقر محض ہے اور اللہ ھو الغنی سے ظاہر ہے کہ وہی غنی ہے۔ فقر کے دوسرے معنی عدم کے ہیں۔ ہماری حقیقت عدم ہے جس میں وجود یا کسی صفت کی نیرنگی اُسی ذات غنی کی صفات کے ظلال ہیں۔ ظل کی حقیقت عدم ہی ہے۔ عدم نور کا نام ظل ہے، تاہم کسی ظل کا وجود اصل کے بغیر نہیں ہوتا اس لئے ظل کا وجود اپنی ذات میں ہم معنی عدم ہے لیکن اصل کے پرتو سے وجود کا ایک وہمی نقش پالیتا ہے۔ یہ ان حضرات کا وحدۃ الوجود ہے۔ گو کہ ہمارے نزدیک حضرت مجدد صاحب کا

---

[1] یہ تمام ارشادات اسی خطبہ صدارت کے بعض حصوں سے متعلق ہیں۔

یہ مسلک اخیر مسلک نہیں۔ اخیر مسلک وہی وحدۃ تنزیہ ہے جس پر شرع وارد[1] ہے۔ کما فی المکتوبات۔

ہمارے حضرات کے یہاں وحدۃ الوجود کا تصور ایک حالی کیفیت ہے، جس کی نظر میں اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت و جلالت اتنی چھا جائے کہ ساری مخلوقات اس کی نگاہوں سے چھپ جائیں، جیسے آفتاب کے طلوع سے سارے ستارے چھپ جاتے ہیں، مگر معدوم نہیں ہوتے، جیسے مجنوں کا یہ قول تمثل لی لیلیٰ بکل سبیل۔

جس وحدۃ الوجود کو ہم نے فلاسفۂ افلاطونی کا خیال کبھی کہا ہے یا ہندوؤں سے ماخوذ بتایا ہے وہ یہ ہے کہ ذات الٰہی ہی پھیل کر عالم بن گئی ہے۔ جیسے انڈا ہی پھٹ کر چوزہ بن جاتا ہے۔ یہی خیال ہے جو ایک رباعی میں خیام کی طرف منسوب ہے :-

حق جان جہاں است و جہاں جملہ بدن	ارواح و ملائکہ حواس ایں تن
افلاک و عناصر و موالید اعضاء	توحید ہمیں ست دگرہا ہمہ فن

آپ نے سچ کہا مولانا شبلی کی پیش گوئی کہ آخر دیوبند بھی کب تک دیوبند رہے گا۔ برہان[2] والوں کے مضامین نے اسی کا ثبوت بہم پہنچایا۔ حضرت شاہ صاحب کے ان ہی خیالات کی اس تشریح کو اگر سرسید اور شبلی کا قلم بیان کرے، تو بے دینی، اور اگر فضلائے دیوبند لکھیں، تو عین دین۔ بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست۔

---

[1] حضرت مجددؒ کا مسلک اس باب میں بالکل واضح ہے۔ جن حضرات کی دسترس مکتوبات تک نہ ہو وہ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کی کتاب حضرت مجددؒ کا تصور توحید (MUJADDIDS' CONCEPTION OF TAUHID) پڑھ سکتے ہیں۔

[2] سعید احمد صاحب اکبرآبادی نے مولانا سندھیؒ کی مدافعت میں ان کے تمام افکار و نظریات کی تائید کی، اور حضرت شاہؒ صاحب کی طرف ان کی نسبت پر زور دیا۔

آپ مجھ سے چاہتے ہیں کہ میں اپنے قلم سے شاہ صاحب کے حقائق کی تشریح کروں
آپ کو معلوم نہیں کہ میری صحت کا کیا رنگ ہے۔ ادھر دو ماہ سے ایک بچی کی شب و روز
تیمارداری میں رہا جو تپ محرقہ اور نمونیا میں گرفتار تھی۔ بارے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اب
ایک عشرہ ہوا کہ عاصم میاں کے گھر میں ولادت ہوئی۔ زچہ بخار میں پڑی ہے کل ۱۰۳ تھا۔
اللہ تعالیٰ فضل مزید فرمائے۔ والسلام

سید سلیمان
۱۰ر مئی ۱۹۴۵ء

۱۰۹

نمبر ۱۸۰۴ دارالمصنفین اعظم گڈھ

عزیز القلب زادکم اللہ تعالیٰ علماً و عرفاناً

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، آپ میرے لمبے لمبے خطوط سے گھبراتے ہوں گے، یا
شاید بے پڑھے ہی ٹوکری کے نذر کر دیتے ہوں، اگر ایسا ہے تو لکھ دیجئے تاکہ میرا اور آپ کا
وقت بچے۔ میرا مقصود اخلاص اور شفقت کے سوا کچھ نہیں، واہ واہ کا مزا بہت اٹھا چکا،
اور اب یہ رنگ دل سے اتر چکا۔ اب تو آہ آہ کا دور ہے اور اپنی پچھلی تباہی کا ماتم اور آئندہ کی
فکر درپیش ہے۔

مغلوں سے پہلے کی تاریخیں صرف تین چار ہیں۔ طبقات فیروز شاہی و ناصری، سراج
عفیف اور ضیاء الدین برنی۔ دو چھپی ہیں۔ اور سیرت فیروز شاہی قلمی پٹنہ میں ہے۔ مبارک شاہی بھی

چھپی ہے اور حقی شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تاریخ قلمی ہے۔ ان میں مذہبی حالات شاذ ہیں۔ مغلوں سے پہلے یہاں کے مسلمان ویسے ہی تھے جیسے خراساں و ترکستان کے مسلمان۔ دانشمندان فقہ کی تقلید عام تھی اور صوفیہ میں زہد و عبادت و قناعت تھی۔ فلسفیانہ تصوف پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس کا آغاز علاءالدولہ سمنانی سے ہوا ہے اور محی الدین ابن عربی کے خیالات پھیلنے لگے ہیں۔

بدعات کے دو سرے چشمے ہندویت اور ایرانی شیعیت دونوں مغلوں کے عہد میں پھوٹے ہیں: ان سے پہلے اجمیر کی عالمگیری بھی نہ تھی۔ یہ تو راجپوتانہ میں مغل سیاست کا مرکز مذہبی رُوپ میں اکبر نے پاپیادہ سفر کر کے پیدا کیا، اس سے پہلے کی کوئی چیز وہاں نہیں۔ مغل عہد میں اسلام کی غربت کا حال بدایونی، مکتوبات مجدد الف ثانی اور دبستان المذاہب سے معلوم ہوگا۔

شاہ صاحب کے خاندان کے یہ واقعات امیر الروایات موسوم بہ ارواح ثلثہ سے معلوم ہوں گے۔ امیر خاں مولانا قاسم نانوتوی کے خدام میں تھے اور اکابر کے حکایات و واقعات کے سب سے معتبر راوی سمجھے جاتے تھے۔ اُن کو واقعات و حکایات مع اسناد کے یاد تھے۔ اُن کے یہ حکایات مولانا طیب صاحب وغیرہ نے یکجا کر کے شائع کئے ہیں۔ اُن میں یہ باتیں ہیں۔

آپ جو غربۃ الاسلام فی الھند[1] لکھنا چاہتے ہیں وہ بے سُود کام ہے، ایسی

---

[1] راقم کی زیر ترتیب عربی کتاب (غربۃ الاسلام فی الھند) جو بعد میں (تاریخ الدعوۃ الاسلامیہ فی الھند) کے نام سے مکمل ہوئی۔ اس کا مختصر چھپ کر شائع ہو چکا ہے (نظرۃ اجمالیۃ فی تاریخ الدعوۃ) اصل کتاب بھی انشاءاللہ جلدی ہی شائع ہوگی۔

غربت تو کہاں کی نہیں لکھی جاسکتی ہے۔ شام و عراق و مصر بلکہ حجاز تک کی لکھی جاسکتی ہے۔
اب اگلوں کے معائب ٹٹولنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس زمانے کے مسلمانوں کے عیوب کھولیئے،
اور اصلاح کیجیے، بلکہ تاریخ کے گذشتہ دفتر کھنگالنے سے آج کوئی فائدہ نہیں۔ ربنا اغفر لنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔

سیرت عبدالوہاب کا مسودہ بھیجا جاچکا۔ رسید کا انتظار ہے۔

سید سلیمان ۱۴ ج ۲ ۱۳۶۴ھ

۱۱۰

میرٹھ، کوٹھی ڈپٹی سید حسن[1] (حسین)

عزیز گرامی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں اس وقت سفر میں ہوں۔ عزیزی سید حسین کا تبادلہ جونپور سے میرٹھ ہوگیا ہے، وہ
باصرار اپنے ساتھ یہاں لائے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا یوپی بھر میں اوّل ہے۔ چند روز قیام
رہے گا۔ آپ کا خط یہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے ابھی آپ کو میرے دوسرے خطوط نہیں ملے۔
یہ آپ کو کیوں شبہ ہوا کہ مجھے آپ سے یہ سوءظن ہے کہ آپ کو میری عربیت سے شبہ ہے۔
اس کے ازالہ کی کوشش کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

---

[1] مکتوب نگار کے چھوٹے داماد

آپ کا قیام ندوہ[1] میں ہر وقت ممکن ہے۔ اوپر الندوہ کا دفتر اچھا ہے، وہ مل سکتا ہے۔ باورچی خانہ میں مدرسین کے ضمن میں انتظام ہو سکتا ہے۔ میں نے مولوی عمران خان صاحب کو لکھ دیا ہے۔ آج کل وہ دارالعلوم کے وظائف کے لئے بعض کامیاب تجارتی سکیم چلا رہے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک شعبہ مویشیاں بھی ہے۔ گائیں اور بھینسیں لی گئی ہیں جن کا دودھ دہی وغیرہ طلبہ و مدرسین کے کام آتا ہے۔

مولوی علی صاحب اپنی جماعت دینی کا کاروبار بھی دارالعلوم میں چلا رہے ہیں، اور بحمداللہ کہ شہر و اطراف اس سے متاثر ہے۔

آپ کا رسالہ استدراک بر سندھی معلوم نہیں کہاں سے ملے گا۔ اس کا ایک نسخہ مولانا مناظر صاحب گیلانی کے پاس گیلانی ڈاکخانہ بڑگیہ ضلع مونگیر کے پتہ سے ہدیتہً یا قیمتاً جلد بھجوا دیجئے۔ آپ نے اُن کا ریویو بر سندھی شائع شدہ منشور دہلی پڑھا ہے۔ برہان والوں کے پاس بھیجا تھا۔ انہوں نے نہیں چھاپا، تو منشور میں چھپا۔ اس کا جواب اُس میں ابوالنظر امروہی[2] یکے از معترضین دے رہے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۷ مئی ۱۹۴۵ء

---

[1] جالندھر سے وطن جاتے ہوئے، راقم کچھ دنوں ندوہ کے کتاب خانہ سے استفادہ کرنا چاہتا تھا۔

[2] حکیم ابوالنظر امروہی فاضل دیوبند — مولانا سندھیؒ کے نظریات کے مداح اور داعی۔

۱۱۱

اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ۔ میرا ارادہ ۱۰ ۔ یا ۱۱ جولائی کو بمبئی ہوکر سورت کا ہے ۔ اس کے لیے یا تو ۸ کو لکھنؤ یا ۷ کو پٹنہ ہوکر گیا یا مغل سرا ہوکر جانے کا ہے ۔ اس لئے اگر آپ ۷ تک پہنچ جائیں گے تو ملاقات ہوسکتی ہے ۔ یا لکھنؤ ہوکر سفر ہوا تو لکھنؤ میں ملاقات ہوگی ۔ آپ ۸، ۹ تک لکھنؤ میں میرا انتظار کرکے پٹنہ جائیں ۔

آپ کی صحت اور طمانیت خاطر کا داعی ہوں ۔

عزیزی سلمان[ل] کو دعا کہہ دیجیے ۔ اُن کا خط ملا ، کہہ دیجئے کہ ہم لوگ رمضان میں یہیں رہیں گے ، وہ یہیں آئیں ۔ مفتی سعید صاحب کے ساتھ آجائیں ۔ سفر کے لیے روپیہ مولوی کلیم احمد صاحب سے حساب سے لے لیں ۔ والسلام

سید سلیمان ۳ ؍ جولائی ۱۹۴۵ء

۱۱۲

اعظم گڈھ

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ۔ میں ۱۹ رمضان سے سخت خطرناک دورۂ قلب میں مبتلا تھا ۔ ایک

[ل] سلمان میاں سلمہ اللہ اس وقت ندوہ کی ابتدائی جماعتوں میں زیر تعلیم تھے ۔ راقم ندوہ میں مقیم تھا ۔

ہفتہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مہلت عنایت فرمائی کہ تلافی مافات کرسکوں۔ آپ حضرات[1] کے مشورے بسروچشم قبول۔ مگر جہاں عیوب اور خرابیاں بتائیں، اصلاحات کی نوعیت سے بھی آگاہ کریں، صرف خرابیوں کے اظہار سے فائدہ نہیں۔ قابل ولائق اشخاص کے نام بھی بتائیں۔ سلمان[2] سلمہ مفتی[3] صاحب کی نگرانی میں رہیں گے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۰ شوال ۱۳۶۴ھ

۱۱۴

میرٹھ بذریعہ ڈپٹی سید حسین صاحب

عزیز مکرم دام توفیقکم

السلام علیکم۔ بالفعل یہاں آگیا ہوں اور نومبر بھر تو رہوں گا۔ میری صحت پہلے سے بہتر ہے۔ ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کے مشورہ سے ایک انجکشن لے رہا ہوں۔

آج کل خطوں پر بسم اللہ لکھنا خلاف احتیاط معلوم ہوتا ہے۔ والامر الیک

والسلام

سید سلیمان ۴ ذیحجہ ۱۳۶۴ھ

---

[1] ندوہ میں ڈیڑھ ماہ عارضی قیام کے بعد عاجز نے اپنے تاثرات لکھ بھیجے تھے۔

[2] سلمان میاں، پہلے حافظ عمران خاں صاحب کی نگرانی میں رہتے تھے۔ اس باب میں بھی راقم نے تبدیلی نظم کی درخواست کی تھی۔ [3] مفتی محمد سعید صاحب ندوی اعظمی (مدرس دارالعلوم)

۱۱۴

میرٹھ بذریعہ سید حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

برادرم شفاکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، فقیر بحمداللہ مع الخیر ہے۔ آپ کی علالت چشم کا حال سن کر افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو زمانہ کی چشم بد سے محفوظ رکھے۔ امید ہے کہ مزید کیفیت اور معائنہ طبی کے نتیجہ سے مطلع فرمائیں گے۔

دعا گو ہوں کہ آپ کے دست قلم کی قوت مسلمانوں کی خیر میں صرف ہو۔ والسلام

سید سلیمان ۲۰ ذیحجہ ۱۳۶۴ھ

۱۱۵

میرٹھ

عزیز مکرم تنفکم اللہ تعالیٰ من العین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کارڈ ملا۔ افاقہ کی بشارت ملی۔ شافی حقیقی کامل صحت عطا فرما کر دین کی خدمت کی مزید توفیق سے بہرہ ور فرمائیں۔

یہیں دسمبر بھر اور شاید اوائل جنوری بھی یہیں گذاروں۔ اس کے بعد لکھنؤ ہو کر اعظم گڈھ اور مارچ کے آخر تک شاید دلسنہ، والعلم عند اللہ۔

میں بھی اعظم گڈھ سے دور ہونے کے باعث الکشنوں کے ہر گرد و غبار سے محفوظ

رہا۔ ابھی دیوبند گیا تھا۔ ایک دن رہا۔ مدرسہ کانگریس کا قلعہ بن رہا تھا حسن نیت اور اخلاص پر اعتماد ہے، مگر مدارس کا اس کشاکش میں پھنسنا کسی طرح علم اور دین کے لئے پسندیدہ نہیں۔ ایک حرف سے علی گڈھ کے طلبہ لیگ کا علم لے کر اور بالمقابل دیوبند کے طلبہ کانگریس کا جھنڈا لے کر صوبہ بھر میں پھیلے ہیں۔

علی گڈھ یونیورسٹی گیا تھا۔ آپ کی جماعت کے بعض پر جوش ممبر ملے۔ اچھا کام کر رہے ہیں۔ مجھ سے جو کچھ بنا، میں نے بھی عرض کر دیا، کہ اس سے بھی ایک قدم منزل آگے ہے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۰ محرم ۱۳۶۵ھ

۱۱۶

میرٹھ

عزیز مکرم اسعدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کی صحت کی خبر سے خوشی ہوئی۔ آپ کے دونوں کارڈ ملے۔ جس امر کو آپ نے دریافت کیا ہے، میرے علم میں نہیں۔ آپ دار العلوم میں کسی کو خط لکھ کر یہ کہیں کہ وہاں کتب خانہ میں کتاب الاوائل للعسکری میں دیکھ کر آپ کو مطلع کریں، شاید اس میں مل جائے، یا پھر شاہ معین الدین صاحب ندوی سے پوچھیں۔ انھوں نے تاریخ بنی امیہ لکھی ہے ان کو معلوم ہوگا۔

یہاں بھی سردی تیز ہو رہی ہے۔

علماء بیچارے کیا کریں، کچھ نہ کریں تو بھی قابل الزام، ادھر کریں تو بھی اور اُدھر کریں تو بھی ملامت کا نشانہ بنیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۱ محرم ۱۳۶۵ھ

۱۱۷

میرٹھ

اخی العزیز ادام اللہ سعدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، الحمدللہ مع الخیر ہوں، اب کل یہاں سے مشرق کی سمت حرکت کر رہا ہوں۔ ابھی تو لکھنؤ جا رہا ہوں۔ حیدر آباد سے وہاں کے صدر المہام امور مذہبی مدرسہ کے معائنہ کو آ رہے ہیں۔ دار المصنفین کی ایک شاخ کے طور پر مدرسہ دار العلوم کی زمین پر دار التکمیل کی عمارت اور رفقاء کے قیام کی تجویز اس وقت سامنے ہے۔ اللہ تعالےٰ کامیاب فرمائیں۔

معارف میں دار الحرب میں سُود کے مسئلہ پر جو کچھ چھپ رہا ہے[1] وہ مولانا ظفر احمد صاحب کے جواب میں ہے۔ اُمید ہے کہ مولانا ممدوح اس کا جواب دیں گے، جس سے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا، مگر اس سے صاحب مقالہ کے باب میں آپ کا سُوءِ ظن صحیح نہیں۔ اور

---

[1] مولانا مناظر احسن گیلانی کا مقالہ 'سود' کے جواز پر چھپ رہا تھا۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کی تہدید کی بناء پر ایسے فیصلہ میں احتیاط ضروری ہے۔ یہ مسئلہ تو ان کا نہیں، یہ تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے۔ اگر آپ اُس کو صحیح نہیں سمجھتے، تو جواب لکھیں کہ دوسروں کا بھلا ہو۔ مولانا تھانوی نے بھی اس خیال کے رد میں کئی رسائل لکھے ہیں، جو مطبوع و شائع ہیں۔ یہ حقیقت میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتویٰ کی تردید میں ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت کسی نے اس خیال[1] کا اظہار کیا ہے۔ میری نظر سے یہ نہیں گذرا۔ دمتم سالمین غانمین۔

قصص النبیین[2] جزء ثالث میں آپ کا مقدمہ پڑھا۔ مولوی علی میاں صاحب ایک دن دلّی سے یہاں آئے تھے۔ والسلام

سلیمان ۴ صفر ۱۳۶۵ھ

۱۱۸

نمبر ۵۱۰ دار المصنفین اعظم گڈھ مورخہ ۵ فروری ۴۶ء

عزیز مکرم اسعدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ۲۰ روز لکھنؤ رہ کر ۳۰ جنوری کو اعظم گڈھ پہنچا۔ بحمد للہ کہ

---

[1] ایک صاحب قلم نے لکھا تھا کہ یوسف علیہ السلام ایک غیر الٰہی نظام میں وزارت کے منصب پر فائز تھے۔

[2] قصص النبیین للاطفال مؤلفہ مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی۔

مدرسہ کی مذہبی و تعلیمی حالت رو بہ ترقی ہے۔ اس سیاسی ہنگامہ میں بحمد اللہ کہ ہمارے طلبہ بالکل ساکن رہے۔ مولوی ابوالحسن علی سلمہ اللہ تعالیٰ نے مدرسہ میں مستقل اقامت کی نیت کر لی۔ اُن کے لئے ہوٹل والے کمرہ کو ملا کر ایک کچّا زنانہ مکان بن گیا ہے۔

آپ کا خط ملا۔ شدّت اور غلو جب کسی چیز میں پیدا ہو جاتا ہے، تو رائے کا توازن قائم نہیں رہتا، اور ممکن ہے کہ یہ مخلصانہ ہی ہو۔ میری نظر اصل کام پر ہے۔ باقی جزئی مسائل پر تحریریں میں نہیں پڑھتا اور نہ ان میں پڑتا۔ لیکن چاہتا ہوں کہ کاش ان میں بھی توافق ہو سکتا۔ باقی میں تو شروع سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے نہ اصل مقصد سے اختلاف ہے اور نہ جماعت سے مخالفت ہے۔ چنانچہ جس شہر میں جاتا ہوں اور وہاں کے ارکان جماعت مجھ سے ملتے ہیں، میں اُن سے خوشی سے ملتا ہوں، اور اُن کے مقصد کو ان پر واضح کرتا ہوں، ہاں ارباب ادّعا سے میں ڈرتا بہت ہوں اور متحذر رہتا ہوں کہ کوئی نیا فرقہ کسی نئی امامت کے دعویٰ کے ساتھ نہ کھڑا ہو جائے اور یہ جزئیات مسائل اُس کے امور مفتیٰ بہا نہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھے۔

ربوٰ فی دار الحرب پر آپ کچھ لکھنا چاہتے تھے، تو لکھیئے۔ یہ مسئلہ اصل میں اباحت مال کافر فی دار الحرب پر حنفیہ کے یہاں مبنی ہے۔ ۱۰ فروری کو پٹنہ کا ارادہ ہے۔

والسلام   سید سلیمان   ۲ ربیع ۱۳۶۵ھ

۱۱۹

ندوہ لکھنؤ

عزیز مکرم عجل اللہ تعالیٰ شفاءکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا ایک کارڈ دو ماہ ہوئے کہ پٹنہ میں ملا تھا جس کا جواب میرے تسلسل سفر کے سبب سے خلاف دستور نہیں گیا۔ میں آج میرٹھ سے یہاں آیا تو مولانا بختیاری وغیرہ سے جو الٰہ آباد کے اجتماع سے لوٹ کر یہاں ٹھہرے تھے، آپ کی علالت کا حال معلوم ہوا۔ دل بے چین ہوا۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفائے عاجل و کامل بخشیں، اور آپ کو اپنی خدمات میں مصروف رکھیں۔

میں یہاں آج ہی شام کو پٹنہ اور وہاں سے دو ماہ کے لئے دلسینہ جارہا ہوں۔ آپ اپنی خیریت مزاج سے ۲۰ر اپریل تک بھنور پوکھر پٹنہ سید ابو عاصم صاحب کے پتہ سے مطلع کریں۔

معلوم نہیں آپ کی کتاب تاریخ نجد حیدرآباد میں چھپی یا نہیں؟ والسلام

سید سلیمان ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ

۱۲۰

بھوپال، متصل موتی مسجد

عزیز مکرم زادکم اللہ علماً وعملاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مدت کے بعد آپ کا خط ملا، خوشی ہوئی کہ آپ اب تک

اپنے عہدِ وفا پر قائم ہیں، ورنہ اس زمانہ میں تو "تحوّلِ فجائی" سے کوئی کم بچ سکتا ہے والحمدللہ

آپ کی دو کتابوں میں سے ایک تو محمد بن عبدالوہاب کے متعلق ہو گی۔ دوسری کون؟ آپ نے آخر میں پہلی اسلامی تحریک لکھا ہے، اس سے کچھ زیادہ سمجھ نہیں سکا۔ میں نے ان دو میں سے کوئی نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو نافع سے نافع تر بنائیں۔

یہاں چندے آ گیا ہوں۔ مستقل قیام کا خیال نہیں۔ اگر وسط ہند میں میری ذات سے کوئی اصلاح ہو سکی تو خیر ورنہ رجوع الی الاصل ہر وقت ممکن ہے۔

اسلام اور اشتراکیت پر نظرِ ثانی ضرور کیجئے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر کوئی زیادہ نفع بخش صورت سامنے ہو تو اس سے فائدہ اُٹھایئے۔ اور اگر دار المصنفین سے معاملہ چاہتے ہیں، تو اپنے شرائط لکھیئے۔

اب بھوپال بھی ایک ادارۂ نشر و تالیف میرے زیرِ انتظام قائم کر رہا ہے۔ اگر کوئی بے ضرر کتاب ہو، تو یہاں سے بھی بشرائط شائع ہونے کا انتظام ممکن ہے۔ ابھی کام شروع نہیں ہوا ہے۔ ریاست نے پانچ سو ماہوار کی امداد منظور کی ہے۔

والسلام

سید سلیمان

۲۹ رمضان ۱۳۶۵ھ

۱۲۱

بھوپال متصل موتی مسجد

۱۷ ستمبر ۱۹۴۶ء   برادر عزیز   وفقکم اللہ تعالیٰ لما یحب ویرضیٰ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ، کتابیں میرے پاس اب تک نہیں پہنچی ہیں اور شاید نہ پہنچیں۔ سلمانؔ یہاں تنہا میرے ساتھ ہیں۔ اہل وعیال سید حسین سلّمہ کے ساتھ سہارنپور ہیں۔ اُمیدؔ ہے کہ اب آپ کا دَورہ[1] ختم ہوگیا ہوگا۔ شافیٔ مطلق آپ کو شفائے کامل بخشیں۔ ایام صیام میرے بخیریت گذرے اور اب بھی اچھا ہوں۔

مِلّت اسلامیہ کی اکثریت کی ناکامی کا سانحہ بڑا المناک ہوگا۔ مسلک کی صحت وخطا سے بحث نہیں۔ یوں ہی سی ایک بات قلم سے نکل گئی ؏

گوشہ میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے۔   والسلام

سید سلیمان

۱۲۲

بھوپال

عزیز مکرم   وفقکم اللہ تعالیٰ لما یحب ویرضیٰ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ، تین ہفتوں کے لئے سہارنپور ولکھنؤ واعظم گڈھ گیا ہوا تھا۔ اب واپس آیا ہوں۔ آپ کی دونو کتابیں آگئیں۔ دیکھیں، اللہ تعالیٰ مزید توفیقات سے بہرہ ور

---

[1] دورۂ مرض تنفس

فرمائیں۔ میری نسبت جو کلمات[۱] آپ نے لکھے ہیں، وہ آپ کی شرافت طبع، سعادت مندی
درحسن وفا پر دال ہیں، ورنہ یہ جواہر گراں مایہ آج کل نایاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید
نعامات سے بہرہ مند فرمائیں، اور آپ سے نئی مفید خدمات لیں، جن سے اسلام اور مسلمانوں
کو فائدے پہنچیں۔

یہاں جن عزائم کے ساتھ آیا تھا، ان میں کافی مشکلات کا احساس ہو رہا ہے، تاہم
شاید کچھ ہو جائے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۶ء

۱۲۳

بھوپال

برادر عزیز شفاکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بہار[۲] کے سر سے قیامت صغریٰ گذر گئی۔ دلسنہ[۳]، استھاواں
تا۔ ڈومرانواں محفوظ ہیں۔ یعنی کفار کے حملے ہوتے رہے اور بفضلہ پسپا کیے جا چکے، اگر

۱۔ محمد بن عبدالوہاب: ایک مظلوم اور بدنام مصلح کے 'انتساب' کی عبارت کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ نومبر ۱۹۴۶ء کا قتل عام

۳۔ نواح بہار شریف د پٹینہ کی بستیاں جہاں مسلمان شرفا کی بڑی آبادیاں تھیں۔

ابھی تک خطرہ دور نہیں ہوا ہے۔ دلینہ کے دو ساد ھو[1] اور کہار ۳ نومبر سے دلینہ سے بھاگ کر کفار سے جا ملے ہیں اور وہ ان کو اب تک حملہ کی ترغیب دے رہے ہیں۔ ایک مہینہ ہو گیا مگر ابھی تک گاؤں کے نوجوان دن رات پہرہ اور چوکی میں لگے ہیں۔

الحمدللہ میں اچھا ہوں، اور آپ کی صحت و عافیت کا دعا گو ہوں۔

مجمع دوم دالاوّل للغۃ العربیۃ کی روداد یں دارالعلوم ندوہ میں بھی آگئی ہیں۔ یہاں سے کسی آنے جانے والے کے ہاتھ منگوا لیجیے، پھر واپس کر دیجیے۔ اس میں مصارف کم ہوں گے۔ ورنہ مصارف دس بارہ روپے سے کم نہ ہوں گے۔ محمد ناظم صاحب سے پوچھ لیجیے کہ وہ اس کا سامان کر سکتے ہیں کہ دارالعلوم کا نسخہ کچھ دنوں کے لئے آپ کے پاس بھجوا دیں۔ وہ نفی میں جواب دیں، تو پھر مجھے لکھیے۔

آپ صاحبوں نے بیچارے مولوی مظفر[2] صاحب کشمیری کو کس جال میں پھنسا دیا؟

والسلام

سید سلیمان ۳۰ نومبر ۱۹۲۶ء

---

[1] ہندو کمین قومیں۔

[2] برادرم سید مظفر حسین شاہ ندوی کشمیری کی نئی شادی کی طرف اشارہ ہے۔

۱۲۴

بھوپال

عزیز مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ مدت کے بعد خط ملا۔ تقی الدین نعمانی اور مولوی ناظم صاحب سے آپ کی خیریت پوچھی۔ ان کا جواب آیا اور معلوم ہوا کہ آپ اپنی جگہ پہنچ چکے۔

آپ کے خط سے آپ کی خیریت معلوم ہوئی۔ فیحمد اللہ تعالیٰ۔

میں ایک ماہ سے آشوب چشم میں مبتلا ہوں، کچھ افاقہ ہے۔

سنا ہوگا کہ امسال میرا ارادہ مع اہل وعیال حج کا ہے۔ اوائل اکتوبر میں انشاء اللہ تعالیٰ

سلمان یہیں ہیں۔ بالفعل میاں عاصم بھی یہیں ہیں۔ سہیل بھی چند روز کے لئے آئے تھے، آج واپس جا رہے ہیں۔

آپ کا شہر[1] ہندوستان میں رہا یا پاکستان میں؟ چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما۔

والسلام

سید سلیمان ۲۹ جون ۱۹۴۷ء

---

[1] جالندھر، جہاں راقم قیام پذیر تھا۔

۱۲۵

بھوپال، دارالقضا

۲۶ دسمبر ۱۹۴۷ء

اخی العزیز حرسک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہر چند میں رہا رہین ستم ہائے روزگار[1]
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

آپ کی اور آپ کی جماعت کے خیر و عافیت کا دل برابر طالب رہا۔ کچھ تو اخباروں سے اور کچھ برادرم ناظم صاحب کے خطوط سے حالات معلوم ہوئے اور آپ لوگوں کی سلامتی سے دِل کو خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں سے دین کی خدمت کا کام لیں اور مایوسی کو اُمید سے بدل دیں۔

میں بحمد اللہ اچھا ہوں، اور اہل و عیال بھی یہیں ہیں۔ سید حسین مع اہل و عیال رخصت لے کر بالفعل سہارنپور سے یہیں آگئے ہیں۔ عاصم یہیں ہیں، مگر کراچی کا قصد رکھتے ہیں۔ سہیل[2] ڈھاکہ منتقل ہو گئے ہیں۔ سلمان ساتھ ہیں۔

آپ کے اور آپ کی جماعت کے مزید احوال کا دل طالب ہے۔ تلک الایام نداولہا بین الناس کا ظہور تام ہے اور وہ وہ چیزیں نظر سے گذر رہی ہیں، جن کے (کا) وہم بھی نہ تھا۔ اعوذ باللہ من شر ما خلق۔

یہاں بھی بفضل الٰہی کچھ دینی کام انجام پا رہے ہیں، ورنہ یہاں کا قیام اجیرن ہو جاتا

---

[1] تقسیم کے جانکاہ حوادث کے بعد یہ پہلا خط ہے۔ حضرۃ الاستاذؒ کا ارادہ حج بھی اس وجہ سے ملتوی ہوگیا۔

[2] سید صاحب قبلہؒ کے بڑے صاحبزادے: سید ابو سہیل دسنوی بی۔ اے (علیگ)

اب بھی دل کسی بہتر مقام کا طالب ہے۔ اب سمجھ میں آتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد ہمارے بہت سے اکابر نے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کیوں کی؟ یہ جُبن اور نامردی نہ تھی، بلکہ اُس مرکز میں اجتماع قوت تھا، جہاں سے سرچشمہ اُبل سکے۔

دعا ہی دعا　　　والسلام　　　سید سلیمان

۱۲۶

بھوپال

عزیز مکرم دام توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، جون ۱۹۴۶ء کے بعد اب برادرم اسلم[1] کی تقریب شادی میں بہار جاتا ہوا دلیسنہ بھی چند روز کے لئے گیا۔ فضا گو اَب پُرامن ہے، مگر طبائع کا امن وسکون غائب ہے۔ آپ کا خط آچکا تھا مگر میں ۲۱ روز کے بعد واپس آیا، اس لئے وقت پر جواب نہ جاسکا۔

آپ کے والد کے ایک ملنے والے ملے، خیریت معلوم ہوئی، سلام کہلایا۔ میرا کیا پوچھتے ہو، ادھر پندرہ برس سے یہ اسکیم تھی کہ آخر عمر[2] دلیسنہ میں بسر ہوگی۔ اسی کے لئے کچھ

---

[1] حضرت الاستاذؒ کے سالے۔ [2] تجویز یہ تھی کہ دلیسنہ ہی میں حضرت الاستاذ کی مستقل اقامت ہو۔ ان کی ذات سے خود بخود ایک علمی مرکز بن جاتا۔ آبادی سے باہر نہایت ہی شاندار بنگلہ تعمیر ہوا تھا۔ والبقاء للہ وحدہٗ

کھیت خریدے، بنگلہ بنوایا، باغ لگایا، مگر افسوس ہے کہ انقلاب نے سب حالت منقلب کردی۔ کھیت فروخت کردینے پڑے۔ دلیسنہ کے کھیتوں پر اور باغ پر گھر ہی کے پروردہ کہاروں نے دعویٰ کر دیا ہے۔ دلیسنہ کے ۱۲۰ خود کاشتہ کھیتوں پر جھوٹے دعوے کئے گئے ہیں۔ دو سادھوؤں اور تیلی نے جس کا ایک بسوہ بھی نہ تھا اس نے بھائی داؤد[1] مرحوم کے کھیتوں اور باغ پر دعویٰ کیا ہے۔ اس وقت بیس ہزار دے کر موجودہ پیداوار کو نیلام میں ہم لوگوں نے خریدا ہے۔ غرض دیہاتوں کے مسلمان زمیندار اپنی جائداد بیچ رہے ہیں، اور برادران وطن خرید رہے ہیں۔ یہ اقتصادی تباہی خدا جانے کہاں تک پہنچائے۔ "کاد الفقر ان یکون کفرا" سے ڈر لگتا ہے۔ جگہ جگہ ارتداد نمایاں ہے۔

میں نے بالفعل اخبارات اور ریڈیو سب چھوڑ دیا ہے کہ دل کی طمانیت کا فقدان قلتِ خواب کا باعث بن جاتا ہے۔ یہاں کا قیام بھی اب غور کے قابل مسئلہ ہو رہا ہے۔ دار المصنفین کی تجارت پر عظیم الشان اثر پڑا ہے۔ سوائے دعا کے اور کوئی سہارا نہیں۔

مولوی امین صاحب کو سلام کہہ دیجیے۔

سید سلیمان

۱۲۷

بھوپال

برادر عزیز حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط پاکر ایسی ہی خوشی ہوتی ہے، جیسے کسی دور و دراز

---

[1] مکتوب نگار کے چچا زاد بھائی (سید ابو عاصم صاحب کے والد مرحوم)

میں رہنے والے عزیز کے خط سے۔ اللہ تعالیٰ تلافی طرفین کی کوئی صورت پیدا کرے۔ اب حج کا ارادہ آئندہ سال کریں۔ شاید معیت[1] ہوسکے۔

علی میاں ربیع الاوّل میں برکات ظاہری و باطنی کے ساتھ واپس آئے۔ آپ کی خانگی تجارت میں نقصان کا حال سن کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائے۔

اب اخبارات (اخبار) میں نے پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ دل کو تکلیف ہوتی ہے اور حالات کے بدلنے پر قدرت نہیں، اس لئے دل و دماغ کی سلامتی بالفعل بے خبری ہی میں نظر آتی ہے دعا پر اکتفا کرتا ہوں۔

شخص[2] مذکور کے "گھر" کے متعلق آپ لوگوں کو تو پوری اطلاعات ہوں گی۔ کیا آپ کو امید ہے کہ ان کا گھر سنبھل جائے گا، اور ان کو مل جائے گا؟

جہاں میں ہوں، بحمد اللہ امن و امان اور سکون ہے۔ تاہم جو نئے انتظامات اور اس قسم کے مقامات پر ہو رہے ہیں، یہاں بھی ان کی امید ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر فرمائے۔

مولوی امین احسن صاحب ہیں، تو سلام کہہ دیجیے۔

حافظ عمران خان صاحب ندوہ سے باسباب استعفا دے رہے ہیں۔ اب بتائیے کس کو تکلیف دی جائے۔ دار المصنفین کا مالی حال امسال بہتر نہیں رہا۔ اسباب ظاہر ہیں۔

والسلام

سید سلیمان ۲۱ فروری ۱۹۴۸ء

---

[1] اللہ تعالیٰ کے فضل سے حرمین میں معیت حاصل رہی۔ [2] یہاں سے بعض خطوط میں اس طرح کے کنایے "آئیں گے۔ یہ کشمیر کی طرف اشارہ ہے۔ اور "شخص مذکور" سے مراد برادرم سید مظفر حسین شاہ ہیں جن کے گھر (تحصیل باغ۔ پونچھ) سے جہاد کشمیر کا آغاز ہوا اور جن کے تعاون سے ان کے ایک معتقد (سردار عبد القیوم) نے معرکہ کا آغاز کیا۔ اور جو ان دنوں دن رات اسی ادھیڑ بن میں رہا کرتے تھے۔

۱۲۸

بھوپال۔

برادر عزیز نفع المسلمین بمساعیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ کارڈ مورخہ ۱۵ ربیع الثانی بہدست ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی سے مسلمانوں کو مستفید فرمائیں۔ میں تو ابھی یہاں پا بگل ہوں۔ دیکھیے کب آزادی ملے، اور کس سمت کو حرکت ہو۔ دونو ملکوں کے تعلیمات مجھے مشورہ طلبی کو ملاتے ہیں۔ ایک آدمی دو آقا کا غلام نہیں ہو سکتا۔ دیکھیے آقا کا انتخاب کیونکر ہو۔ یہاں بھی جلد کوئی انقلابی قدم اٹھایا جائے گا، مگر وہ جلد ہو نہیں چکتا۔ اور اس کا اثر خود میرے ذاتی فیصلہ پر ہو رہا ہے۔

آپ کے "ہمسایہ"[1] کا حال کیسا ہے؟ مدت سے خبر نہیں آئی۔

ہلالی[2] صاحب کے متعلق جدہ کے ایک اخباری نمائندہ سے یہاں معلوم ہوا تھا کہ وہ

---

[1] کشمیر۔ [2] استاذ محترم ڈاکٹر تقی الدین ہلالی جنگ سے پہلے بون یونی ورسٹی (جرمنی) میں پروفیسر تھے (۳۵ء - ۴۲ء)۔ جنگ کے دوران میں وہ براڈ کاسٹنگ (برلن) میں آ گئے تھے اور عربی خبروں اور تقریروں کی زبان کی تصحیح ان کے ذمہ تھی۔ ہٹلر کی شکست کے بعد استاذ محترم کے متعلق ہم لوگوں کو بہت تشویش تھی۔ آخر ۴۶ء میں اطلاع ملی کہ وہ مدت ہوئی تطوان (مراکش کا ہسپانی منطقہ) پہنچ چکے ہیں۔ جنگ کے خاتمہ پر مفتی امین الحسینی اور عبدالرحمن عزام کی کوششوں سے انہیں عراق آنے کی اجازت مل گئی، جہاں ان کے اہل وعیال مقیم تھے ——— ان دنوں پاکستان آنے کا عزم رکھتے تھے؛ جو ۵۱ء میں پورا ہوا۔

٭

مراکش پہنچ گئے۔ اب آپ سے معلوم ہوا کہ وہ عراق آگئے ہیں۔ وہ جب آپ کے یہاں پہنچیں تو اطلاع دیجیے۔

دار المصنفین کی تجارت میں امسال پہلی دفعہ خسارہ رہا۔ اللہ تعالیٰ تلافی مافات کرے۔ کیا وہاں کسی ایسے دار المصنفین کا امکان ہے؟ مشورہ سے مطلع کیجیے۔

سید سلیمان

۱۲۹

اُناؤ

عزیز مکرم   اَدام اللہ توفیقکم

السلام علیکم۔ مدت سے مکاتبت بند ہے۔ حالات کا تقاضا تھا، میں آج کل مولوی ابوالکلام صاحب کی مجلس اصلاح عربی و فارسی کی کمیٹی کی شرکت کے لئے لکھنؤ جارہا ہوں۔ آج کل سید حسین یہیں ہیں۔ اس لئے اتر گیا۔ اب یہاں اسکولوں اور کالجوں بلکہ یونیورسٹیوں سے بھی عربی و فارسی نکل رہی ہے۔ چنانچہ آگرہ یونیورسٹی نے اس میں پہل کی ہے۔ ایسی حالت میں اس کمیٹی کا کام دیکھیے، کیونکر بار آور ہو۔ بہرحال مرض کے اشتداد سے مایوسی اور ترک علاج کا کوئی سبب نہیں۔ عربی مدارس کی حالت بھی قابل غور ہوتی جارہی تھی۔ میں نے مدرسین ندوہ کی مجلس اساتذہ کی تجویز پر خان صاحب[1] کو ندوہ سے ہٹ

---

[1] حافظ عمران خاں

۲۱۱

جانے کا مشورہ دیا، اور مولوی ناظم صاحب کو قائم مقام مہتمم بنایا۔ ایک سال بھی یہ نظام نہ چل سکا اور مفتی صاحب اور مولوی ناظم صاحب میں شدید اختلاف رونما ہوا اور مجھے پہلے اس کا خیال تھا کہ یہ علمی حضرات عملی کام انجام نہ دے سکیں گے۔ غیر ندوی یہاں مقبول نہیں ہو سکتا اور ندوی ناپید ہے۔

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما۔

برادرم مولوی ناظم صاحب اپنے گاؤں والوں کو لبانے کراچی گئے ہیں۔ شاید آپ سے ملیں، رمضان تک واپس آئیں گے۔

امسال شوال میں پھر سفر حج کا قصد ہے۔ اللہ تعالیٰ راست لائیں۔ مولوی امین صاحب کا ایک مختصر مضمون پردہ پر دیکھا۔ انھوں نے تو میری بات چھین لی۔ ہوں تو سلام کہیئے۔

والسلام

سید سلیمان
۲۵ مئی ۱۹۴۸ء

۱۳۰

بھوپال

برادرم اسعدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مدت سے خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ طلب حال کے لیے دل کا تقاضا تھا کہ آپ کا کارڈ ملا۔ ابھی مولوی ابواللیث[1] تبلیغی سلسلہ میں آئے تھے۔ ان سے کچھ معلوم ہوا۔

---

[1] مولانا ابواللیث ندوی اصلاحی، امیر جماعت اسلامی (ہند)

میں امسال بھی سفر حج سے محروم رہا۔ عین وقت پر سید حسین کا لڑکا ٹائیفائڈ میں مبتلا ہوا اور سارا سامان درہم برہم ہوگیا۔ آئندہ دیکھئے کیا ہو۔

آپ کی خیریت کا جویا ہوں اور دعاگو ہوں۔

معلوم نہیں آپ کے "ہمسایہ" کا کیا حال ہے۔ مجھے اس کا بڑا تعلق خاطر رہتا ہے۔ وللہ الامر من قبل و من بعد

آج کل سال دو سال سے مولوی عمران صاحب نے یہاں تبلیغی جماعت کا کام شروع کیا ہے، جو کامیاب ہو رہا ہے۔ کل مع اپنی جماعت کے بمبئی گئے ہیں۔

یہ ریاست فتنوں سے اب تک محفوظ تھی، مگر اب کانگریسیوں ہی کے درمیان حصول اقتدار کے بعد باہم تنافس و تحاسد کی بناء پر ہنگامہ برپا ہے۔ نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔

والسلام

سید سلیمان
۱۴ جنوری ۱۹۴۹ء

۱۳۱

بھوپال

برادر عزیز ادام اللہ توفیقکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، لفافہ وقت پر ملا۔ اگر ہلالی صاحب کے پاس جانا ہو تو میرا بھی سلام اور شوق ملاقات پہنچادیں۔ خدا کرے کہ حج و زیارت سے بھی حسب تمنا مشرف ہوں۔

آپ جو عربی رسائل لکھتے ہیں وہ چھپتے کیوں نہیں؟ کیا آج سے زیادہ بھی کوئی وقت

آئے گا جب کہ فتنہ سر پر ہے۔

آپ کے ہمسایہ کے لئے ہمیشہ دست بدعا رہتا ہوں۔ میری نگاہ میں اس کی بڑی اہمیت ہے، بلکہ آپ کے گھر کی بقاء[1] بھی اسی پر موقوف ہے۔ کیا اغلبیدالاصوات میں بھی آپ کمزور ہیں؟ شاہ[2] صاحب ہوں تو سلام قبول کریں۔

آپ کے رسالہ کی دوبارہ اشاعت[3] سے خوشی ہوئی۔ اس وقت دارالمصنفین اپنے آپ میں مبتلا ہے۔ آپ وہیں اشاعت کرالیں، چھپنے پر ایک رسالہ بھیج دیجیے گا۔ دارالمصنفین اور ندوہ ہم سب کے وظائف اختلال کے وقت سے دکن کے وظائف و ادرارات[4] بند ہو گئے۔ مولوی مسعود علی[5] صاحب کوشش میں دہلی گئے ہیں۔ نتیجہ دیکھیے کیا نکلے۔

کمیونزم کے رد میں اور اقتصاد الاسلام کی تبلیغ میں آپ کی جماعت کی بڑی ضرورت ہے۔

فتنۂ دکن اب بھوپال کے قریب آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ والسلام

سید سلیمان ۱۶ فروری ۱۹۴۹ء

---

[1] پاکستان کے لئے کشمیر کی اہمیت پر اس سے زیادہ کیا کہا جا سکتا ہے ــــ راقم بھی ان دنوں اسلحہ، رسد اور کمانیوں میں پوری خبر دیا کرتا تھا۔ [2] سید مظفر حسین شاہ ندوی۔ [3] اشتراکیت اور اسلام۔

[4] ادرارات: وظیفہ [5] مولانا مسعود علی ندوی، منیجر دارالمصنفین۔

۳۲[1]

بھوپال

برادر عزیز حفظکم اللہ تعالیٰ وسلّم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ، واپسی اخیر دسمبر کو ہوئی ، مگر جہاز ہی میں طبیعت ناساز ہو گئی۔ آخر بمبئی میں رک جانا پڑا اور ۹ جنوری کو بھوپال پہنچا اور کئی ہفتوں تک کمزوری رہی۔ اب اچھا ہوں۔

افسوس ہے کہ یہاں کے سرکاری مدارس سے علوم دینیہ اور قرآن پاک کی تعلیم موقوف کرا دی گئی اور مدرسین علوم دینیہ کو تین ماہ کا نوٹس دے دیا گیا۔ کوشش کر رہا ہوں کہ اوقاف سے ان مدرسین کی تنخواہیں ملا کریں ، اور ان علوم کی تعلیم مدرسہ میں جاری رہے۔ اور عام مکاتب قرآن پاک و ابتدائی تعلیم کے مسلمان ہر محلہ میں قائم کریں۔

مولوی ابواللیث کا مرکز اب رام پور ہے۔ خط آتے ہیں۔ قرآن پاک کا ہندی ترجمہ کرا رہے ہیں۔ آپ کی حجاز میں ملاقات اور موجودہ مقام کی خبر ان کو دے دی ہے۔

افسوس ہے کہ دلسینہ[2] بھی ویران ہو چلا۔ اب اس کا کتب خانہ[3] .....[4] نگرانی میں دے دینے کی تجویز ہے۔

---

[1] یہ گرامی نامہ تقریباً ایک سال کے وقفہ کے بعد موصول ہوا۔ اس دوران میں راقم بھی عراق و حجاز رہا، اور حضرۃ الاستاذ قبلہ بھی حرمین فروکش رہے۔ [2] مکتوب نگار کا مرز بوم (دلسینہ)، مضافات بہار کا گل سر سبد۔ [3] کتب خانہ الاصلاح — شاید ہی برصغیر ہند و پاک کے کسی گاؤں میں ایسا اپ ٹو ڈیٹ کتاب خانہ ہو۔ [4] پڑھا نہیں گیا۔

اب میرا ابھی یہاں سے چل چلاؤ ہے۔ تین ماہ کی رخصت بلا تنخواہ ابھی لی ہے۔
یہ آخری فیصلہ کی تمہید ہے۔
امید ہے کہ اب آپ کا تنفس دور ہو گیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں اور آپ سے
اپنے دین کا کام لیں۔ آپ کے رفیق میاں عاصم کو سلام و دعا پہنچے۔ والسلام

سید سلیمان

۲؍مارچ ۱۹۵۰ء

۱۳۳

کراچی[1] چمن اسٹریٹ ڈار منزل

برادر عزیز اصلح اللہ تعالیٰ احوالکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ آپ کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ یہاں متعدد پروگرام
اور مقاصد زیر نظر ہیں۔ شاید کہ وہ چند روز میں تکمیل کو پہنچیں۔ قلب کو ہنوز اپنے فیصلہ[2] پر
اطمینان نہیں۔

---

[1] یہ کراچی سے پہلا خط ہے۔ تاریخ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۶۹ھ (۲۶ اگست ۱۹۵۰ء) درج ہے۔
پاکستان تشریف آوری شعبان ۱۳۶۹ھ کی آخری تاریخوں (جون ۱۹۵۰ء) میں ہوئی تھی اور لاہور ہی میں
شرف نیاز حاصل ہوا تھا۔ [2] فیصلہ اقامت پاکستان۔

بہت سے سوالات ایسے ہیں کہ جن پر آپ لوگوں سے تبادلۂ خیالات کو جی چاہتا ہے۔ مگر سخن گسترانہ باتوں سے ڈرتا اور بچتا ہوں۔ ملکیت ارض کے متعدد مسائل قابل تحقیق و بحث ہیں۔ جو کچھ آپ کے یہاں چھپ چکا ہے، وہ پڑھ چکا ہوں، مگر وہ آخری حرف نہیں۔ سنا ہوگا کہ عزام[1] بے کراچی آ رہے ہیں، مجھے ان کی آمد سے خوشی ہے۔

والسلام

سید سلیمان ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ

۱۳۴

انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۵۱ء

اعزۂ عزیزاں[2] مولوی مسعود عالم صاحب ندوی حفظکم اللہ تعالیٰ وسلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اب آپ اپنے ضروری مشاغل سے فرصت پا چکے ہیں۔ اس لئے جی چاہتا ہے کہ آپ کو اپنے دار الغربتہ میں کل رات کو بعد مغرب اپنے ساتھ کھانے کی زحمت دوں۔ آپ اور آپ کے میزبان سلطان[3] صاحب اور آپ کے رفیق[4] تشریف لا کر مسرور فرمائیں۔ برادرم مولوی ناظم صاحب اور حکیم نصیر الدین[5] صاحب کو بھی بلا رہا ہوں۔

والسلام   سید سلیمان

---

[1] ڈاکٹر عبدالوہاب عزام، سفیر مصر۔ [2] یہ دستی رقعہ خود سلمان میاں لائے تھے۔ [3] جناب سلطان احمد صاحب (موجودہ امیر جماعت اسلامی، پاکستان) [4] مولوی شمس الدین صاحب۔ [5] حکیم نصیر الدین ندوی اجمیری۔

۱۳۵

کراچی۔

برادر عزیز ایدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط عین حالت انتظار میں ملا۔ کئی روز سے آپ کی خیریت کے لئے دل میں سخت تقاضا تھا۔ لکھنا ہی چاہتا تھا کہ آپ کا خط آگیا جزاکم اللہ تعالیٰ۔

رسول[1] وحدت کا عربی ترجمہ ہی بھیج دیجئے۔ وہ بھی مفید ہوگا۔

اب ۱۸ ار کی شام کو لاہور آنا ہوگا، مگر آپ ہرگز تکلیف نہ کریں، تاکہ سفر کی صعوبت سے آپ محفوظ رہیں۔ آپ کی صحت دین کی خدمت کے لئے لمبا ضروری ہے۔

عزیزی علی میاں صاحب حجاز سے مصر پہنچ گئے۔ انشاءاللہ تعالیٰ بخیریت ہوں گے۔ خوب کام کر رہے ہیں۔

آج کل عارضی طور سے مولوی عبدالباری صاحب ندوی آئے ہوئے ہیں۔

اپنے رفقاء محمد عاصم اور شمس الدین صاحبان کو سلام کہہ دیجئے۔ والسلام

سید سلیمان

---

[1] حضرۃ الاستاذ کا ایک خطبہ، جس کی اصل نہیں مل رہی تھی۔

۱۳۶

کراچی۔

برادر عزیز شفاکم اللہ تعالیٰ وعافاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ رسول وحدت کا مسودہ پہنچا، شکریہ۔ آپ کی صحت و عافیت کا داعی ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اپنی توفیقات سے سرفراز کریں۔ آج کل آپ کے یہاں کیا کام ہو رہا ہے؟

یہاں سلمان میاں کے لیے مکتبۃ الشرق قائم کیا ہے۔ دار المصنفین سے کتابیں منگوائی ہیں۔ ندویوں نے مل کر میرے مشورہ سے ایک شرکۃ المعارف پبلشنگ کمپنی کی صورت میں قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائیں۔

مکہ معظمہ سے عبدالوہاب صاحب دہلوی کا خط آیا ہے۔ جاتا ہے۔

عاصم میاں کو سلام کہہ دیجئے۔ والسلام

سید سلیمان ۵ مئی ۱۹۵۱ء

۱۳۷

کراچی۔

برادر عزیز رفع اللہ شانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، راولپنڈی سے واپسی میں راستہ میں بیمار ہوگیا۔ علالت تو

ایک ہفتہ رہی، مگر ضعف کا سلسلہ بہت دنوں رہا۔ اب اچھا ہوں بحمد اللہ تعالیٰ

امید ہے کہ لغات جدیدہ[1] کا کام ہو رہا ہوگا۔

مئو سے مولوی حبیب الرحمان[2] صاحب اعظمی کا خط آیا ہے جس میں انھوں نے

آپ کے دیار عرب کے لئے بہت اشتیاق ظاہر کیا ہے اور آپ کا پتہ پوچھا ہے اور

آپ تک مجھ سے اس پیغام کے پہنچانے کی خواہش کی ہے۔ میرے خیال میں مناسب ہوگا

کہ آپ اُن کو ایک نسخہ ہدیۃً بھیج دیں۔

اُن کا پتہ یہ ہے: پٹھان ٹولہ مئو۔ اعظم گڈھ

ٹنڈو آدم (نواب شاہ سندھ میں) ایک دار العلوم ندوہ کے قیام کی تحریک جاری

ہے، آپ مطلع رہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۰ محرم ۱۳۷۱ھ

۱۳۸

کراچی۔ ۵ عزیز مکرم حفظکم اللہ تعالیٰ وسلّمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، الحمد للہ خیریت ہے، اور خیریت مطلوب۔ لغات جدید

---

[1] لغات جدیدہ میں مزید اضافہ وتکمیل کا حکم ہے، جس کی تعمیل ایک حد تک ہو چکی ہے۔

[2] مئو ضلع اعظم گڈھ کے ایک روشناس صاحب علم۔ عاجز سے بھی ان کے دوستانہ مراسم تھے۔

کی نظر ثانی کے سلسلہ میں ابھی مزید مہلت آپ کو حاصل ہے۔ متروک الفاظ کی فہرست دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس میں افادیت کا پہلو ہے۔

نئے رجحان یعنی ترکی دور کے الفاظ و مصطلحات کے بجائے موجودہ رجحان عربیت پر ایک نوٹ مقدمہ[۲] میں بڑھانا مناسب ہوگا۔

احتفال علماء الاسلام (مکہ) ۱۴، ۱۵، ۱۶ فروری کو جلسے ہیں۔ عراق سے زہاوی[۳] صاحب اور محمود صواف[۴] آئے ہوئے ہیں۔ باقی مصر و شام کے انقلابات کے سبب مہمانوں کی آمد میں دقتیں درپیش ہیں۔ ہندوستان سے علی میاں اور مولوی منظور صاحب کی آمد کی توقع ہے۔ کیا آپ زحمت[۵] اٹھا سکیں گے؟ موسم تو انشاء اللہ برا نہ ہوگا۔ ندوۃ العلوم کی اسکیم ابھی آغاز کی منزل میں ہے۔

عاصم صاحب کو سلام کہہ دیجئے۔

۱۷-۱۸-۱۹ فروری کو یہاں عربی کانفرنس بھی ہے۔ والسلام

سید سلیمان ۲۷ جنوری ۱۹۵۲ء

---

[۲] لغات جدیدہ کی تکمیل جدید کے سلسلے میں راقم نے یہ دونوں تجویزیں پیش کی تھیں۔

[۳] شیخ محمد امجد زہاوی (عراق کے مشہور اور مخلص عالم، جن کے اخلاص پر پورے ملک کا اتفاق ہے)

[۴] محمد محمود صواف، مشہور مجاہد عالم

[۵] عاجز نے معذرت کی کہ وہ ایک نظم سے وابستہ ہے۔ جب تک امیر کا حکم نہ ہو، کسی اجتماع میں شرکت نہیں کرتا۔ "جماعت اسلامی" کو بالکل آخر وقت میں دعوت دی گئی، اس لئے کوئی شریک نہ ہو سکا۔

۱۳۹

کراچی ۵

برادرِ عزیز حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمدللہ خیریت ہے۔ کل آپ کا کارڈ اور آج اُردو خطبۂ[1] فلسطین ملا۔ اس زحمت کشی کا شکریہ۔ میں سمجھا تھا، عربی ترجمہ ہوگا۔

اس سے پہلے آپ نے رسول الوحدۃ کا عربی ترجمہ نقل کرکے بھیجا تھا، مگر وہ کاغذات میں ایسا مختلط ہوگیا کہ صرف دو صفحے ملے، باقی نہیں ملے۔ بے چارہ مولوی ناظم صاحب نے اس کی تصحیح و نظرِ ثانی بھی کردی تھی۔

احتفال میں آپ کے نہ آنے کا افسوس ہوا۔ بہرحال گذشت آنچہ کہ گذشت، میرے نزدیک تو علمائے اسلام کا یہ اجتماع بجائے خود تاریخ تھا۔ حضرت شیخ کو اکبی نے سجلِ جمعیۃ ام القریٰ میں جو خواب دیکھا تھا، اس کی حقیقت یہاں عیاں تھی۔ اگرچہ اس بنا پر کہ یہ پہلا اجتماع تھا، نقائص تھے، تاہم افادہ سے خالی نہ رہا۔ خصوصاً ایران و نجف کے علماء کی آمد سے مذاہبِ مختلفہ کے درمیان ایک خوشگوار حد تک رواداریِ فرق کی راہ میں منزل طے ہوئی۔ خطبے اور تجاویز زیرِ طبع ہیں۔

میرا خطبہ عربی میں چھپ کر تقسیم ہوچکا۔ معلوم نہیں آپ تک پہنچا یا نہیں؟ سنا ہوگا کہ مولوی اکرام اللہ خاں ندوی بیچارہ نے انتقال کیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت

---

[1] حضرت الاستاذ کا خطبہ صدارت فلسطین کانفرنس (۱۹۳۶ء)۔ اصل مسودہ راقم کے پاس محفوظ تھا۔ عربی ترجمہ "الفتح" میں شائع ہوا تھا۔

فرمائیں، محبت کے آدمی تھے۔

سید سلیمان

عزام بے مصر سے یہ خبر لائے ہیں کہ مجمع فواد الاول[1] نے مجھے اپنا عضو منتخب کیا ہے۔ حکومت عراق نے آخر مارچ میں مجھے بوعلی سینا کی الفی تذکار میں بغداد بلایا ہے[2]۔ والامر بید اللہ تعالیٰ۔

۱۴۰

کراچی ۵

برادر عزیز رفع اللہ شانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ تعالیٰ خیریت ہے۔ آپ کی صحت وعافیت کے لئے دعا ہے۔

---

[1] مصر کی لغوی اکادمی۔ غالباً برصغیر ہند وپاک میں یہ اعزاز اور کسی کو نہیں ملا۔

[2] بغداد میں ابن سینا کی ہزار سالہ برسی منائی گئی تھی۔ حکومت پاکستان کی سرد مہری کے باعث سید صاحب قبلہؒ تشریف نہ لے جاسکے۔ دوسری حکومتیں ایسے بین الاقوامی اجتماعات کو اپنے اہل علم کو اعزاز اور اصرار کے ساتھ بھیجتی ہیں۔ ہمارے وزیر تعلیم مصارف پر سودا کرنا چاہتے تھے۔ حضرۃ الاستاذؒ کی طبیعت اس "بنیا پن" کو کس طرح برداشت کرسکتی تھی؟

آج کل محمد البشیر ابراہیمی الجزائری[1] صاحب البصائر، تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ احتفال علمائے اسلام کے سلسلہ میں الجزائر سے چلے تھے، مگر پاسپورٹ وغیرہ کی وجہ سے دیر میں پہنچے۔ ملاقات میں آپ کا حال دریافت کیا اور آپ سے اپنی مکاتبت کا ذکر کیا۔ مزہ کی بات یہ ہے کہ پوچھا عائلۂ ندویہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ رابطۂ نسبیہ نہیں بلکہ تعلیمیہ ہے اور یہ اُس مدرسہ ندوۃ العلماء کی طرف نسبت ہے جس میں تعلیم پا کر یہ لوگ نکلے ہیں۔

میں آج لاہور چل رہا ہوں، عجب نہیں کہ ۲۰ تک راولپنڈی بھی پہنچوں۔ بشیر ابراہیمی صاحب بھی لاہور اور راولپنڈی کا قصد رکھتے ہیں، اور مظفر آباد بھی جائیں گے۔ علمائے کشمیر سے بھی ملنا چاہتے ہیں۔

مجھے پتہ یاد نہیں۔ اگر اُن کو خط لکھ دیں تو شاید وہ خود آکر لے جائیں۔

بشیر صاحب محمد عاصم صاحب کو بھی پوچھ رہے تھے۔ سلمان میاں نے امسال میٹرک کا امتحان دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کامیاب کریں۔ والسلام

سید سلیمان ندوی

۳ اپریل ۱۹۵۲ء

٭

---

[1] الشیخ محمد البشیر الابراہیمی — الجزائر کے شہرہ آفاق عالم، اور عربی زبان کے بے مثال ادیب و خطیب و شاعر۔ بلاشبہ پورے عرب لستان میں خطابت اور انشا پردازی میں شاید ہی کوئی ان کا مثیل ہو۔

۱۴۱

کراچی ۵

برادر عزیز[1] حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا ایک کارڈ پہلے ملا تھا۔ میں بعض کمیٹیوں کی شرکت کے لئے لاہور چلا گیا تھا۔ اپنا علاج بھی مقصود تھا، اس لئے ایک عشرہ ٹھہرا۔ انجکشن کا علاج ڈاکٹری تھا اور مقوی و مفرح قلب دوائیں یونانی تھیں۔ اس سے مرض میں تخفیف تو ہے، مگر ازالہ نہیں ہوا۔

آپ کے موجودہ مذاق طبع کی بنا پر خیال تھا کہ آپ کو برید فرنگ کے مضامین سے اب دلچسپی نہیں رہی ہوگی۔ مگر آپ نے یاد دلایا، تو میں نے آج سلمان میاں سے کہہ دیا ہے کہ آپ کو ایک نسخہ ہدیۃً بھجوادیں۔

لغات جدیدہ مکمل ہو جائے تو اُس کی اشاعت کی فکر کی جائے۔ وفیات یا یاد رفتگاں کے نام سے مجموعۂ وفیات، معارف سے یکجا کر کے شائع کرنا چاہتا ہوں۔

راولپنڈی میں کوئی ایمان دار مکتبہ بھی ہے؟ ایک قومی کتب خانہ ہے، جس نے فرمائش دے کر کتابیں وی۔پی سے منگوائیں۔ دو ماہ اس کو رکھ کر وی پی واپس کر دی۔ ۶۰ ڈیمرج پڑا۔ والسلام

سید سلیمان ندوی

---

[1] اس کارڈ پر ۱۹ نومبر ۱۹۵۲ء کی مہر ثبت ہے۔

۱۴۲

کراچی ۵ بعنوان : عزیزی محمد عاصم صاحب

۹ر اپریل ۱۹۵۳ء دارالعروبہ راولپنڈی

عزیز مکرمؒ حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ میں نے یہ خبر اخباروں میں پڑھی تھی، ذہنی کوفت میں مبتلا تھا اور ہوں۔ اللہ تعالیٰ استقامت کے ساتھ صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ ممکن ہے کہ قید کی پابند اوقات زندگی اُن کی صحت کے لئے مفید ہے۔ اسأل اللہ لہ العافیۃ والسلامۃ۔

سبب قید کا علم نہیں۔ اس کی کاوش ہے۔ اُن کے معالج صاحب کو اُن سے ملنے کی اجازت ملی یا نہیں؟ عزیز موصوف سے قلب کو بڑا تعلق پاتا ہوں۔

میں ایک ماہ کے سفر بنگال اور عبور کشور ہند کے بعد ۲۰ر مارچ کو کراچی واپس آیا۔ پٹنہ سے گذرا۔ ریاست علی صاحب ندوی اور محی الدین ندوی ملنے آئے تھے۔ لکھنو دو دن رہا۔ علی میاں اور احباب ندوہ سے ملاقات ہوئی۔

کبھی کبھی خیریت سے مطلع کرتے رہیں۔ والسلام سید سلیمان ندوی

ل راقم ۲۸ر مارچ ۱۹۵۳ء کی صبح کو گرفتار ہوا، اور ۲ر اگست ۱۹۵۳ء کو رہائی عمل میں آئی۔ یہ چار خط اسی زمانے میں موصول ہوئے (۱۴۲، ۱۴۳)۔ برادرم محمد عاصم سلمہ کے نام ہیں (تبرکاً انہیں یہاں درج کر دیا گیا ہے) اور دو (۱۴۴ و ۱۴۵) عاجز کے نام جیل کے پتہ پر۔ بلکہ چوتھا (مکتوب ۱۴۵) خط جیل کے پتے پر لکھا جا چکا تھا رہائی کی اطلاع ملنے پر چند جملوں کے اضافے کے ساتھ اصلی پتے پر بھیجا گیا۔

۱۴۳

کراچی ۵

بعنوان : مولوی محمد عاصم صاحب

دار العروبہ ۔ راولپنڈی

عزیزی ادام اللہ تعالیٰ توفیقکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ برادرم مسعود عالم صاحب کی نسبت خیریت سے مطلع کرکے میرے دل کی بے چینی کو دور کرتے رہتے ہیں ۔ حاکم حقیقی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ان کو محفوظ و محظوظ رکھے ۔

المبعوثات کا پرچہ مل گیا ۔

کیا مسائل مختلفہ میں برادر موصوف نے کوئی عملی حصّہ لیا تھا یا کوئی مضمون لکھا تھا ، یا محض خاموش تھے[1] ؟ اب ملئے تو پھر مزاج پرسی اور دعا اور سلام پہنچا دیں ۔

والسلام

سید سلیمان

۲۱ ر رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

---

[1] صرف جماعت اسلامی کی رکنیت کا گناہ تھا ع وجودک ذنب لایقاس بہ ذنب ،

۱۴۴

اِنّہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی ۵

عزیز گرامی یسّر اللہ عسرک وسہّل امرک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ الحمدللہ تعالےٰ کہ بخیریت ہوں ۔ عاصم میاں کے ذریعہ آپ کی خیریت معلوم ہوتی رہتی ہے ۔

سلمان میاں نے امسال میٹرک پنجاب سے پاس کیا ، اور ایف اے میں نام لکھایا ۔

آپ جس حال میں ہیں ، یہ بھی اس سفر کی جس میں آپ گام زن ہیں ایک منزل ہے ۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشیں ۔ اس زمانہ میں بعضوں کی صحت تنہائی کی استراحت ، یکسوئی اور منظم زندگی کے سبب سے درست ہو جاتی ہے ۔ خدا کرے کہ یہ نعمت آپ کو بھی ملے ۔

آپ نے حدیث پاک کے مطالعہ کے لیئے یہ وقت اچھا نکالا ، مگر راہ وہی اہل حدیث کی ہے ۔ دوسری طرف بھی کچھ جاننے کی ضرورت ہے ، مثلاً اس کے ساتھ ابن الترکمانی علی البیہقی بھی دیکھیئے ۔ میرا کوچہ بھی آپ ہی کا کوچہ رہا ہے ۔ نیل الاوطار زاد المعاد اور مصنفات ابن تیمیہ وابن قیم وشوکانی ونواب صدیق حسن خاں سب پڑھیں ، پھر دوسرے پہلو کو بھی دیکھا ، تو معلوم ہوا کہ حق صرف ایک فرقہ میں منحصر نہیں ہے ۔

لہ الحمدللہ کہ ہمارا یہ خیال نہیں اور نہ شیخین (ابن تیمیہؒ وابن القیمؒ) یا شوکانیؒ کی کتابیں اس نقطہ نظر سے پڑھیں کہ یہ اہل حدیث تھے

انسان میں اگر اخلاص، کردار اور دین داری ہو، تو وہ غیر مسلّح ہونے پر بھی غیر مسلح نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ اسوۂ یوسف اپنے پورے ظاہری و معنوی رنگ میں ہو۔ میرا ذکر خیر ان محفلوں میں کرنا بجز آپ کی شرافت اخلاق کے اور کچھ نہیں ہے۔ آپ کے لئے ہر وقت دعائے خیر ہے۔ آپ بھی یہ دعائے یوسفی پڑھا کریں:۔ فاطر السموات والارض، انت ولیّ فی الدنیا والاخرۃ۔ توفنی مسلماً والحقنی بالصّالحین۔

عبدالجبار غازی صاحب سلام قبول فرمائیں۔ والسّلام

سید سلیمان ندوی

۱۵ر جولائی ۱۹۵۳ء

۱۴۵

انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

کراچی ۵

عزیز محترم عجّل اللہ خروجکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط ملا اور تاریخ دعوۃ الاسلام فی الہند کا نسخہ بھی ملا

---

۵۱ میرے معزز و مکرم دوست اور رفیق زنداں۔

آپ کے بدولت میرا نام بھی مصر کے رسائل میں آجاتا ہے۔ اُحبُّ الصّالحین ولستُ منھم الخ کا یہی مطلب ہے۔ آپ کی صحت و عافیت بارگاہ الٰہی میں مطلوب ہے؛ ابن ہمام کی کتابیں، اور ابن الترکمانی علی البیہقی بھی دیکھیے۔ فتح الباری اور عینی میں غور کیجیے۔ ابن حجر میں بے شبہ وسعت ہے، مگر عمق نہیں۔ عینی میں عُمق ہے۔

یہ رسالہ تاریخ دعوۃ کا پہلا حِصّہ گویا تمہید ہے اور مقصود اُس کا دُوسرا حِصّہ ہے، تو پھر تاریخ دعوۃ کیوں کہیے۔ دعایۃ[1] کہیے۔ وشتّان بینھما۔

الحمد للہ خیریت ہے۔ دار المصنفین کی مالی حالت ریاستوں کی امداد بند ہونے اور پاکستان سے تجارت نہ ہونے سے گرتی جاتی ہے، تاہم شاہ معین صاحب اپنی سعی کوشش میں لگے ہیں۔

میرے مضامین وفیات کا مجموعہ یاد رفتگاں کے نام سے زیر طبع ہے چھپ جائے تو بھیجوں۔

غازی صاحب اور دیگر رفقاء کو سلام کہیے۔ والسلام

سید سلیمان ندوی ۲ر اگست ۱۹۵۲ء

جیل میں فرصت ہو تو لغات جدیدہ کا کام ختم کر دیجیے۔ بمہ ید فرنگ پر کچھ لکھنے کا شوق پیدا ہوا؟ شاید اب آپ کے ذوق کی چیز نہ ہو۔

سعید رمضان، رمضان کے بعد آئے تھے۔ مطمئن تھے۔ جنوری میں مصر میں

---

[1] دعایۃ کا لفظ آج کل پروپگنڈا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن حدیث صحیح میں صرف دعوت کے معنی میں استعمال ہوا ہے (ادعوك بدعایۃ الاسلام)

مؤتمر کی شرکت کا وعدہ لے کر گئے ہیں۔

آپ کی رہائی کی خبر مل کر خوشی ہوئی۔

۸ راگست ۱۹۵۳ء

تاریخ سطرِ مکاتیب

۱۹۵۳ء

من قبلِ الحکیم عبد العلی النقشبندی علی الآسیونی

۱۳۷۳ھ

اذا رتب الحبر مسعود عالم | مکاتیب استاذہ الشیخ الاکرم
نقلنا لتاریخھا ارتجالا | جعلنا حسابا صحیحا واسلم

اذا آنس الھجر مسعود عالم
۱۳۷۳ھ
لجمع المکاتیب فی الختم اقدم
۱۹۵۳ء

قطعہ تاریخ طبع مکاتیبہ

۱۹۵۴ء

من الفقیر الحکیم السید عبد العلی البخاری الآسیونی

۱۹۵۳ء

مرتب نمودہ چو مسعود عالم | ز حسنِ عقیدت، خلوصِ مسلم
مکاتیبِ سید سلیمان ندوی | کہ آمد بنامش ہمہ تا بہ ایں دم
بماند ازو در جہاں یادرش | بیابند فیضش ہمہ مردمان ہم

بایں یمن تاریخ جمعش نویسم
۱۹۵۳ء
شود باعثِ فیض با اہلِ عالم
۱۹۵۳ء

دگر بہر طبعش بایں علم بشنو | سنِ ہجری و عیسوی دو بلا غم
۱۳۷۳ھ | ۱۳۷۳ھ

شدہ ایں مبارک مکاتیبِ زریں

۱۳۷۳ھ

علی ! باعثِ فیض در اہلِ عالم

۱۹۵۴ء

مجموعۂ معروفہ: مکاتیب سیّد سلیمان ندوی

۱۳۷۳ھ

جن سے خود اس بندۂ ملول کو مشرف فرمایا ہے

۱۹۵۴ء

مرتبۂ دلفگار مسعود عالم ندوی

۱۳۷۳ھ

انڈکس

اشخاص

❊ ❊ ❊ ❊ ❊

متفرقات